

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ماہنامہ نبوت

کی
ضوءِ افشائیاں

تالیف

عبدالقیوم حقانی

2005

اقسام ایڈمی • جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ماہتابِ نبوت

کی
ضوءِ آفتابیاں

... تالیف ...

عبداللہ القیوم حقانی

۲۰۰۵

القاسم ایڈمی • جامعہ الہدیرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان

3970

ماہِ تَابِ نُبُوْتِ کے ضَرَوَاتِ نَبِیَّانِ

مولانا عبدالقیوم حقانی

حضور اقدس ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ، خود،
عمامہ و دستار، تہبند و ازار، قناع، نشست، تکیہ، سہارا اور رفتار اور
مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل شمالی ترمذی کی ساٹھ (۶۰)
احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح و توضیح۔

۲۵۵

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون و فیکس : 0923(630237)630094

جملہ حقوق بحق ”القاسم اکیڈمی“ محفوظ ہیں

نام	:	ماہتاب نبوت کی ضو افشائیاں
تصنیف	:	عبدالقیوم حقانی
ضخامت	:	210 صفحات
پروف ریڈنگ	:	استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ
کمپوزنگ	:	مولوی گل رحمن رکن القاسم اکیڈمی
تاریخ اشاعت	:	جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ / جولائی 2005ء
تعداد بار اول	:	1100
قیمت	:	120 روپے
ناشر	:	القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

ملنے کے پتے

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۲۵۸ گارڈن ایسٹ نزد سبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمن راشدی، جامعہ ابوہریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

تعارف

شرح شمائل ترمذی بڑی سائز کی تین جلدوں 1608 صفحات میں تکمیل پذیر ہوئی جو حدیث کے اساتذہ اور طلبہ دورہ حدیث کے علاوہ عامۃ المسلمین کے لئے بھی بے حد نافع ہے جس میں حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قول فیصل، معرکہ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصفہ شہود پر آئے ہیں۔

مگر اس کے ضخیم و عظیم ہونے اور کثیر مصارف کے پیش نظر ہر ایک کی قوت خرید سے باہر ہونے کے سبب سب کے لئے اس کے حصول کی استطاعت اور دسترس ممکن نہ تھی اس لئے شرح شمائل ترمذی کو علیحدہ علیحدہ مستقل عنوان سے مختلف چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بھی علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

غالب خیال یہ ہے۔ یہ سلسلہ اشاعت آٹھ اجزاء پر تکمیل پذیر ہوگا۔ مقصد یہی ہے کہ شمائل و خصائل نبوی کا کوئی نہ کوئی حصہ ہر مسلمان کی دسترس میں ہو، ہر گھر میں پہنچے، پیغام عام ہو اور مشن تام ہو۔

البتہ شمائل ترمذی کے رواۃ کا تذکرہ جو بڑی سائز میں شرح شمائل ترمذی کے ساتھ تیسری جلد کی صورت میں چھپ چکا ہے وہ علیحدہ بھی کتابی صورت میں اسی سائز میں چھاپ دیا جائے گا کہ مستفیدین طلبہ حدیث اور فن رجال سے شغف رکھنے والے احباب کو اسے علیحدہ مستقل کتابی صورت میں حاصل کرنا آسان ہو چھوٹی سائز کے اب تک شائع شدہ اجزاء کا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) ”جمال محمد ﷺ کا دلربا منظر“

جس میں محبوبِ دو عالم کا جلوہ جہاں آراء، چہرہ انور، جسم اطہر، تمام اعضاء و اندام کے تناسب و اعتدال، موزونیت، حسن و جمال، نورانیت اور اعجاز و کمال کا ایمان افروز تذکرہ شامل ترمذی کی (۲۲) احادیث کی تشریح و توضیح کی روشنی میں جمالِ محمدؐ کا حسین و دلربا منظر بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ”روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں“

جس میں محبوبِ دو عالم ﷺ کی زلفیں، اقسام و احکام، مانگ، تیل، کنگھی، سرے، لباسِ مسنون و اعتدال، لباسِ فقر و فاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعہ فقر و غنا اور روئے زیبا کے موضوع پر شامل ترمذی کے اڑتالیس (۲۸) احادیث کی مفصل توضیح و تشریح کر دی گئی ہے۔

(۳) ”ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں“

جس میں حضور اقدس ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ خود، عمامہ و دستار، تہبند و ازار، قناع، نشست تکیہ و سہارا اور رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل ۶۰ احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح و توضیح، دلفریب اور عشق رسولؐ سے لبریز تحریر۔

(۴) ”آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاءِ پاشیاں“

حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن و روٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے و آداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت و مہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیبات پر مشتمل شامل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح و توضیح۔



فہرستِ مضامین

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۶	غیر مسلم کے ہدیہ کا حکم	۱۲	کیا شانِ تکلم ہے
۲۷	مسح علی الخفین	۱۳	مقدمہ
۲۹	حضرت وحیہ کلبیہؓ		
۳۰	حضورؐ خفین قبول فرمالتے		
۳۰	اشیاءِ مجہولہ میں اصل طہارت ہے۔		باب ماجاء
۳۱	(دباغت کے بعد کھال کا حکم)	۲۱	فی خف رسول اللہؐ (حضورؐ کے موزہ کے بیان میں)
	باب ماجاء		
۳۲	فی نعل رسولؐ (حضورؐ کے جوتے مبارک کے بیان میں)	۲۲	موزوں کا جھاڑنا سنت ہے۔
		۲۳	نجاشی کا قبول اسلام۔
		۲۴	غائبانہ نماز جنازہ کا حکم۔
		۲۵	بارگاہِ رسالت میں نجاشی کے تحفے۔
۳۲	نعلین مبارک	۲۶	اسودین کا معنی
۳۳	نعل رسولؐ کی توصیف		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۸	مخصوص فتین کا معنی	۳۳	تکثیر نعل کا حکم
۴۹	حضور کے پیوند لگے جوتے	۳۴	حضور جوتے کس طرح پہنتے
۴۹	نعلین میں نماز	۳۴	نقش نعل کے فضائل و برکات
۴۹	نعلین مبارک کا طول، عرض، حجم اور مقدار	۳۵	طریق تو سئل
۵۱	تعلیم اخلاق یا شفقت نبوی	۳۵	بعض آثار و خواص نقشہ نعل شریف
۵۱	جب ایک پاؤں میں جوتا اور دوسرا رنگاہ ہو	۳۶	قال امام ابو الخیر محمد بن محمد الجزری
۵۲	امام اعمش کا سبق آموز لطیفہ	۳۷	عن السيد محمد الحجازی الحسینی المالکی
۵۲	حدثنا قتیبة	۳۷	نعل مبارک سے محبت
۵۳	بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے نہی	۳۸	نعل بلال کا ٹوٹا سمہ تاج کا افتخار
۵۵	جوتا پہننے اور نکالنے میں مسنون طریقہ	۳۹	ایک نعل میں دو تسمے
۵۶	تیمن حضور کو پسند تھا	۴۰	نقش نعل مبارک
۵۸	حضرت عثمان، ایک تسمے والے جوتے	۴۱	دو ہرے تسمے
		۴۲	تبرک باثار الصالحین
		۴۴	اکابرین دیوبند کا معمول
		۴۴	شیخ احمد عبدالجوادی کی تنبیہ
۶۰	باب ما جاء فی ذکر خاتم رسول اللہ	۴۵	سببیت کا معنی
	(حضور کی انگوٹھی مبارک کے بیان میں)	۴۶	منشأ سوال
۶۰	باب ہذا میں لفظ "ذکر" کا اضافہ	۴۷	گھیلے پاؤں جوتوں میں رکھنا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۸	مکتوب مبارک کسریٰ پرویز کے نام	۶۱	انگوٹھی مبارک کی صفت
۷۹	مکتوب مبارک شاہ روم قیصر کے نام	۶۱	انگوٹھی کے احکام
۸۱	قیصر روم کا تجارتی قافلہ سے مکالمہ۔	۶۲	انگوٹھی کا اجمالی تاریخی پس منظر۔۔۔
۸۲	ابوسفیان سے سوالات اور ان کا جوابات	۶۲	مشاہیر کی انگوٹھیوں کے نقش۔۔۔
۸۳	ابوسفیان کے جوابات پر ہرقل کا تبصرہ	۶۵	انگوٹھی اور اس کا نگینہ۔۔۔۔۔
۸۴	بے شک وہ نبی ہیں؟۔۔۔۔۔	۶۶	انگوٹھی پہننے میں معمول مبارک۔۔۔
۸۴	مکتوب بنام نجاشی۔۔۔۔۔	۶۷	ایک تعارض کا دفعیہ۔۔۔۔۔
۸۶	دوسرے نجاشی کے نام مکتوب مبارک	۶۸	انگوٹھی کے نہ پہننے میں حکمت۔۔۔
۸۷	انگوٹھی پہنے ہوئے بیت الخلاء جانے کا حکم	۶۸	مردوں کے سونا چاندی کے استعمال کا حکم
۸۸	خاتم نبوی خلفاء کے پاس۔۔۔۔۔	۶۹	انگوٹھی کس دھات سے ہونی چاہئے۔
۸۹	انگوٹھی بیئر اریس میں گرنے کا واقعہ۔	۷۰	فصہ منہ کی تشریح۔۔۔۔۔
		۷۱	مختلف روایات میں تطبیق۔۔۔۔۔
	باب ماجاء فی ان النبی	۷۱	ایک روایت میں انگوٹھی کی اجمالی تاریخ
		۷۳	امراء عجم کو دعوتی خطوط۔۔۔۔۔
۸۲	سکان یتختم فی یمینہ	۷۴	مہر بنوانے کا مشورہ۔۔۔۔۔
	(حضور انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے)	۷۵	حضرت انس کا اتقان اور کمال استحضار
		۷۵	تنبیہ۔۔۔۔۔
۹۲	تختم فی الیمین افضل ہے۔۔۔	۷۶	نقش مہر ختم نبوت۔۔۔۔۔
۹۳	شعار روافض ہونے کی توجیہ کی تردید	۷۷	کسریٰ قیصر اور نجاشی کو دعوتی خطوط۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۱۱	آلاتِ حرب میں چاندی کا استعمال	۹۴	حضورؐ کا معمول مبارک
۱۱۲	تلوار میں سونے کے استعمال کا حکم۔	۹۵	مذہبِ مختار اور حافظِ عراقی کے اشعار
۱۱۳	لفظِ حفیاً کی تشریح	۹۶	دوسری سند سے روایت
		۹۶	انگوٹھی دائیں کی خضر انگلی میں پہننا سنت ہے
	باب ماجاء فی	۹۹	ابن عباسؓ کا معمول
۱۱۵	صفة درع رسول اللہ	۱۰۰	ایک تعارض میں تطبیق
	(حضورؐ کی زرہ کے بیان میں)	۱۰۱	مرد و خواتین کے لئے سنتِ طریقہ۔
		۱۰۱	مہربوت کا استعمال ممنوع قرار دیا۔
۱۱۵	لفظِ درع کی تشریح	۱۰۳	حدیثِ باب اور ترجمۃ الباب
۱۱۵	حضورؐ کی زرہوں کا بیان	۱۰۴	امام ترمذیؒ کی تحقیق
۱۱۷	جنگِ احد میں حضرت طلحہؓ اور دوزرہیں	۱۰۵	رجال کیلئے سونے کے حرمت پر اجماع
۱۲۰	ظاہر بینہما کی تشریح		باب ماجاء فی صفة
۱۲۰	توکل کی حقیقت		سیفِ رسول اللہ
۱۲۱	یہ حدیث مرا سیل صحابہؓ سے ہے۔	۱۰۷	(حضورؐ کی تلوار کے بیان میں)
	باب ماجاء فی		
۱۲۲	صفة مغفر رسول اللہ	۱۰۸	حضورؐ کی تلواریں
	(حضورؐ کے خود مبارک کے بیان میں)	۱۰۹	دو معجزاتی تلواریں العون اور العرجون
۱۲۲	مغفر کی حقیقت و صفت	۱۱۰	لفظِ قبیعة کی تشریح

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۹	سیاہ عمامہ اور بعض صحابہؓ کا معمول۔	۱۲۳	حضورؐ کے آلاتِ حرب۔۔۔۔۔
۱۴۱	دورانِ خطبہ سیاہ عمامہ کا ثبوت۔۔۔	۱۲۵	خلاصہ مضمون۔۔۔۔۔
۱۴۳	شملہ بھی سنتِ مؤکدہ ہے۔۔۔۔۔	۱۲۵	مغفرت یا عمامہ؟ تعارض کا جواب۔۔
۱۴۶	شملہ کی مقدار۔۔۔۔۔	۱۲۶	ایک تعارض اور اس کا حل۔۔۔۔۔
۱۴۷	حضورؐ کا آخری خطبہ۔۔۔۔۔	۱۲۷	ابن نطل کے قتل کا حکم۔۔۔۔۔
۱۴۷	عصابہ دسماء۔۔۔۔۔	۱۲۸	ابن نطل اور استارِ کعبہ۔۔۔۔۔
		۱۲۹	ابن نطل کو کس نے قتل کیا۔۔۔۔۔
		۱۳۰	شاتمِ رسول کا حکم۔۔۔۔۔
		۱۳۲	دخولِ مکہ کے وقت احرام کا مسئلہ۔۔
	باب ماجاء فی		
۱۴۹	صفة ازار رسول اللہ (حضورؐ کے تہبند مبارک کے بیان میں)		
			باب ماجاء فی
			صفة عمامة النبی (حضورؐ کی دستار مبارک کے بیان میں)
۱۴۹	ازار کا معنی و تشریح۔۔۔۔۔	۱۳۲	عمامہ کی فضیلت و برکات۔۔۔۔۔
۱۴۹	حضورؐ کا معمول۔۔۔۔۔	۱۳۳	سیاہ عمامے کا حکم۔۔۔۔۔
۱۵۰	ازار و رداء کا طول و عرض۔۔۔۔۔	۱۳۵	عمامہ پر قطعی مواظبت ثابت ہے۔۔
۱۵۱	پیوندگی چادر اور درشت کپڑے کا تہبند	۱۳۵	مقدارِ عمامہ۔۔۔۔۔
۱۵۳	پیوندگی چادر اور ازار غلیظ کی توجیہات	۱۳۶	مغفرت یا عمامہ یا دونوں۔۔۔۔۔
۱۵۳	تبرک باآثار الصالحین۔۔۔۔۔		
۱۵۵	بعض الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
			بردة ملحاء
	باب ماجاء	۱۵۶	-----
		۱۵۷	امالک فی اسوة
۱۷۲	فی تقنع رسول اللہ ^ص	۱۵۸	تہبند کا شرعی طریقہ
	(حضور کے قناع کے بارے میں)	۱۵۸	خواص کے لئے حضرت مدنی کی تنبیہ
		۱۵۹	حضرت عثمان کا اہتمام سنت
۱۷۲	تقنع کا معنی و تشریح	۱۶۱	عضلة کا معنی و تشریح
۱۷۲	القناع کا استعمال	۱۶۱	موضع الازار
۱۷۳	القناع کی دو صورتیں اور برکات	۱۶۲	خلاصہ بحث
۱۷۵	غرض اعادہ حدیث	۱۶۳	حضور کی نظافت پسندی
۱۷۵	القناع کثرت دھن کے باوجود پاک		
	باب ماجاء		باب ماجاء
		۱۶۴	فی مشیة رسول اللہ ^ص
۱۷۶	فی جلسۃ رسول اللہ ^ص		(حضور کی رفتار مبارک کے بیان میں)
	(حضور کی نشست کے بارے میں)	۱۶۴	خوبی رفتار
۱۷۷	القر فضاء کا معنی و تشریح	۱۶۵	حسن کامل
۱۷۸	بیٹھنے میں خشوع و مسکنت کا اظہار	۱۶۶	جمال رخ انور
۱۷۹	رعب کی وجہ کیا تھی	۱۶۷	حسن رفتار
۱۷۹	تکمیل مضمون حدیث	۱۶۸	تقلع کا معنی
		۱۷۰	مشیة کے اقسام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۵	شہادت زور کا معنی، قباحت اور شرعی حکم	۱۸۰	استلقاء کا معنی اور دو صورتیں۔۔۔۔۔
۱۹۶	واعظ مدرس اور خطیب کے لئے ہدایت	۱۸۱	حدیث کی باب سے مناسبت۔۔۔۔۔
۱۹۶	باب سے عدم مناسبت کا اعتراض۔	۱۸۲	مسجد میں لیٹنے کا حکم۔۔۔۔۔
۱۹۷	لفظ اما کا معنی و تشریح۔۔۔۔۔	۱۸۳	الاحتباء کا معنی و تشریح اور حکم۔۔۔۔۔
۱۹۷	تکیہ لگا کر کھانا تکبر کی علامت ہے۔	۱۸۳	بیٹھنے کی مختلف صورتیں۔۔۔۔۔
۱۹۸	تکیہ لگا کر کھانے کی چار صورتیں۔۔	۱۸۴	حضور کی نشستگاہ۔۔۔۔۔
۱۹۹	کھانے میں سنت طریقہ۔۔۔۔۔		
۲۰۱	غرض اتیان حدیث۔۔۔۔۔		
۲۰۲	امام ترمذی کا اعتراض۔۔۔۔۔	۱۸۵	باب ماجاء فی تکاة رسول اللہ ^ص (حضور کے تکیہ مبارک کے بیان میں)
	باب ماجاء فی		
۲۰۳	اتکاء رسول اللہ ^ص (حضور کے سہارا لیکر چلنے کے بیان میں)	۱۸۵	تکاة کا معنی و تشریح۔۔۔۔۔
		۱۸۶	تکیہ لگا کر بیٹھنے کا حکم۔۔۔۔۔
		۱۸۸	گناہ کبیرہ و صغیرہ کی بحث۔۔۔۔۔
۲۰۳	باب تکاة اور باب اتکاء غرض انعقاد	۱۸۹	کبار کی تعیین و تعداد اور بخشش کا وسیلہ
۲۰۴	خلاصہ بحث۔۔۔۔۔	۱۹۱	الاشراک باللہ۔۔۔۔۔
۲۰۶	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔	۱۹۲	وعقوق الوالدین۔۔۔۔۔
۲۰۷	مسئلہ حاضر و ناظر۔۔۔۔۔	۱۹۳	والدہ کی ناراضگی کا ایک دلچسپ واقعہ
۲۰۷	حدیث میں سبق آموز طویل قصہ۔۔۔	۱۹۴	انتباہ و اہتمام۔۔۔۔۔

کیا شانِ تکلم ہے

کیا شانِ تکلم ہے کہ ہر جنبشِ لب سے
 تخلیق ہوئی مستی کردار کی دنیا
 جنت ہے کہ تصویر ترے حُسنِ عمل کی
 طوبیٰ ہے ترے سایۂ دیوار کی دنیا
 اس طرح کیا شیر و شکر علم و عمل کو
 گفتار کی دنیا ہوئی کردار کی دنیا
 سب پر ہے کرم اُن کا بُرے ہوں کہ بھلے ہوں
 جو پھول کی دنیا ہے وہی خار کی دنیا
 خورشیدِ قیامت کی تپش آ نہیں سکتی
 جنت ہے تیرے سایۂ دیوار کی دنیا
 ہے رشکِ ارم آپ کے فیضانِ نظر سے
 مجھ سے بھی خطاکار و گنہگار کی دنیا
 فردوس کو بھی رشک ہے جس فرشِ زمیں پر
 وہ ہے مرے آقا مرے سرکار کی دنیا
 توصیف کا حق کیا ہو ادا میری زباں سے
 میں ذرّہ ناچیز وہ انوار کی دنیا
 یہ ربِّ محمد سے دُعا ہے مری کئی
 ہو عشقِ محمد مرے اشعار کی دنیا



مُقَدِّمَةٌ

الحمد لله لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام على خاتم الرسالة
سیرت نبوی اور آپ ﷺ کے شمائل وخصائل، مدرسہ اسلام کا اولین نصاب
تعلیم ہے جس کی تشکیل خود سروردو عالم ﷺ نے فرمائی ہے۔ ہمارا یہ سلسلہ اشاعت بھی
اسی مدرسہ نبوت سے استفادہ اور کسبِ فیض کی دعوت ہے۔

اس بابرکت اور مردم خیز مدرسے کے کتنے فرزند شرق و غرب اور عرب و عجم، قرونِ اولیٰ
و وسطیٰ اور عہدِ حاضر میں پھیلے ہوئے اور ان عظیم فرزندوں کے کتنے کارنامے اور فتوحات اور
فضائل و محاسن، انسانی زندگی کے ہر گوشے میں بکھرے ہوئے ہیں۔

اس مدرسہ کی تربیت کی تاثیر اور اس کے بانی کا فیض کبھی طارق کی شجاعت، محمد بن
قاسم کی بسالت اور موسیٰ بن نصیر کی ہمت کے پردے میں چمکا، کبھی امام ابوحنیفہؒ اور امام
شافعیؒ کی ذکاوت و ذہانت کی شکل میں ظاہر ہوا، کبھی امام مالکؒ و امام احمد بن حنبل کی
صلابت و استقامت کے پیکر میں آشکارا ہوا۔

کبھی نور الدین زنگی کے لطف و کرم میں جلوہ گر ہوا، کبھی صلاح الدین کے عزم محکم
اور سعی پیہم سے ہویدا ہوا، کبھی امام غزالیؒ کا جوہر کمال بن کر سامنے آیا اور کبھی شیخ
عبدالقادر جیلانیؒ کا تقدس و روحانیت بن کر دلوں کا مداوا بنا، کبھی ابن جوزی کی تاثیر بنا،
کبھی محمد فاتح کی شمشیر بنا، کبھی محمود غزنوی کی مہم جوئی اور کبھی حضرت نظام الدین اولیاء کی
رقت و شفقت ثابت ہوا، کبھی فیروز شاہ خلجی کی بلند طبعی میں صورت پذیر ہوا کبھی ابن تیمیہؒ

کے تبحر علمی میں، کبھی شیر شاہ سوری کے حسن تدبیر کی شکل میں سامنے آیا اور کبھی اورنگزیب عالمگیر کے آہنی عزم کی ہیبت میں، کبھی شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے معارف و حکم میں نمایاں ہوا اور کبھی مجدد الف ثانیؒ کے آثارِ قلم و قدم میں، کبھی شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت بن کر ابھرا اور کبھی شاہ ولی اللہؒ کی حکمت بن کر، اور کبھی ان کے بعد آنے والے واعی و مصلحین اور علماء ربانی کی خدمات بن کر۔

0

ان تمام عبقریوں اور ان کی علمی و عملی خدمات کا سلسلہ نسب و نسبت اس مدرسہ اور اس کی تربیت اور اس نئے اور خوش آئند عہد پر منتہی ہوتا ہے جو محمد ﷺ کی بعثت سے شروع ہوا جس میں انسانیت کے افضل ترین امکانات کو ابھرنے اور سرگرم ہونے کا موقع ملا اور جس میں ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے اور کام لینے والے افراد ملنے لگے، یہ مدرسہ زمانے کی چیرہ دستی اور لوگوں کی نا آشنائی کے باوجود تاریخ میں بے مثال افراد پیدا کرتا رہا اور خدا کے حکم سے اپنے مفید اثرات و ثمرات سے انسانیت کی جھولی بھرتا رہا ہے وہ اپنے ان مخلص قائدین اور ربانی علماء کے ذریعہ انسانیت کی خبر گیری اور دادرسی کرتا رہا ہے۔

جن کے بارے میں قرآن میں ہے کہ اِذْلَلْنَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعِزَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (المائدہ ۵۴) (وہ مومنوں کے سامنے نرم اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے) اور زبانِ غیب یہ صدا لگاتی ہے کہ : فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ (الانعام ۹۰) (تو اگر یہ لوگ اس کا انکار اور اس کے نعمت کی ناشکری کریں گے تو ہم نے اس کے لئے ایسی قوم مقرر کر رکھی ہے۔ جو منکر اور کافر نعمت نہیں۔

0

جب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی، تمام انسانی طبقات اور ہر زمانے اور ہر مقام کی انسانی نسلوں کے لئے مثالی نمونہ اور نصب العین ٹھہری تو اللہ کی رحمت و عنایت

ان کے اخبار و آثار، احوال و کوائف، اخلاق و خصائل اور عادات و شمائل کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئی اور مسلمانوں کے قلوب و اذہان آپ کے اقوال و افعال، عادات و عبادات، نشست و برخاست اور جلوت و خلوت کے حرکات و سکنات کے معلوم کرنے اور محفوظ کر دینے کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے۔

اور ان کو اس میں ایسی محویت و انہماک ہوا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مخفی طاقت ہے جو ان کو اس منزل کے لئے سرگرم سفر اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایسا رواں دواں رکھے ہوئے ہے کہ اس کے بغیر ان کو چین نہیں آتا۔ اور ان کی زبان حال کہتی تھی کہ

رشتہء درگردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

----- 0 -----

اس توجہ و اعتناء، باریک بینی و دقیقہ رسی کا اندازہ، حدیث و سیرت و شمائل کی کتابوں اور حلیہ و سراپائے نبویؐ کی ان روایتوں سے ہوتا ہے، جو خاندانِ نبوت کے بعض افراد اور ہر وقت کے حاضر باش اصحابِ کرامؓ سے منقول ہیں۔

ادب و تاریخ، سیرت و انساب کے وسیع ذخیرہ میں اس سے زیادہ باریک بینی و انضباط و احتیاط کسی اور بشری پیکر کی مرقع نگاری اور اخلاق و عادات کی آئینہ داری کے سلسلہ میں دکھائی نہیں دیتی۔

مثال کے طور پر جو شخص امام بخاریؒ (۱۹۴-۲۵۶ھ) کی ”الادب المفرد“ کو غور سے دیکھے گا، جسے اس کے عظیم المرتبت مصنف نے اسلامی آداب، مکارم اخلاق، حسن معاشرت، حقوق صحبت، تہذیب و تربیت نفس، زندگی کے اقدار و اطوار کے موضوع پر تصنیف کیا ہے اور جو تمام تر اقوال و افعال و تعلیمات نبویؐ پر مبنی ہے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ یہ کوشش کوئی حادثہ اور اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ یہ خدائے عزیز و علیم کی عین منشا کے مطابق ہے اور یہ سب اس لئے کیا گیا ہے کہ ہر زمانے اور ہر نسل میں اللہ کے ان ارشادات پر عمل

ہو سکے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران) (تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھا نمونہ عمل ہے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں خدا سے محبت ہے تو میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا)

اور تا کہ کسی بہانہ جو طبیعت کے لئے یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ وہ نقشِ قدم باقی نہیں جن پر ہم چل سکیں، وہ واقعات و حالات محفوظ ہی نہیں جن کو ہم اپنے لئے اسوہ نمونہ بنا سکیں۔ جیسا کہ ان انبیاء کے سلسلہ میں ہوا جن کا صرف نام اور کچھ ادھورے واقعات باقی رہ گئے جو تقلید و پیروی کے لئے کافی نہیں۔

0

حدیث نبوی کو ہم ایک طرح کا ”روزنامہ“ اور اس تیس (۲۳) سالہ زندگی کا بولتا ہوا مرقع کہہ سکتے ہیں جو آپ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اس کرۂ ارضی پر گزاری، یہ محتاط ریکارڈ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ زندگی کس طرح گزارتے تھے اور آپ کے روز و شب کے معمولات کیا تھے اسی طرح ہم اس سے اخلاقِ نبوی کی باریکیاں، عادات و رجحانات، جذبات و خیالات، قول و عمل کی وہ تفصیلات جان سکتے ہیں۔

جو ہم عہدِ ماضی بلکہ حال کی بہت سی معاصر شخصیتوں کے متعلق نہیں جان سکتے۔ اس کے ذریعہ کوئی بھی انسان اپنے نبی کو اس طرح جان پہچان سکتا۔ آپ کی صحبت سے مستفید اور آپ کے انفاسِ قدسیہ سے فیضیاب ہو سکتا ہے کہ گویا وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہے۔ اور آپ کی باتیں سن رہا ہے اور آپ کے ساتھ رہ رہا ہے۔

0

یہ طریقہ حفاظت و تعارف ان تمام خطرات اور مفاسد سے پاک ہے، جو تصویر کشی اور مجسمہ سازی میں پائے جاتے ہیں اور جن کی وہ پچھلی امتیں بری طرح شکار ہوئیں جنہوں نے اپنے پیغمبروں اور روحانی پیشواؤں کی یاد قائم رکھنے کے لئے تصویر کشی اور مجسمہ تراشی کا سہارا لیا اور بالآخر کھلی بت پرستی میں ملوث ہو گئیں۔

ناظرین کو حدیث کی کتابوں میں سے حجۃ الوداع کا قصہ ہی اندازہ کرنے کے لئے کافی ہوگا، راویوں نے اس سفر کی وہ تمام جزئیات اور چھوٹی چھوٹی تفصیلات اور احوال و واقعات بھی نقل کیے ہیں جن کی طرف عام طور پر توجہ بھی نہیں ہوتی اور جن کی کوئی بڑی تاریخی قدر و قیمت نہیں سمجھی جاتی اور جن کا ذکر عام طور پر مشاہیر و اکابر، بادشاہوں اور سربراہوں اور اہل فضل و کمال کے سفر ناموں میں نہیں ہوتا۔

----- 0 -----

حدیث کے اس وافر ذخیرہ کی مدد سے ہر زمانہ اور ہر مقام کے فاضل و وسیع النظر مصنفین نے مسلمانوں کے لئے ایسی کتابیں مرتب کیں، جو ان کی پوری زندگی کے لئے مکمل دستور العمل اور ہدایت نامہ کا کام دے سکیں، اس لئے اگر آج کسی بھی طبقہ اور مشغلہ سے تعلق رکھنے والا کوئی مسلمان یہ ارادہ کرے کہ وہ ہر قدم پر، ہر معاملہ میں اور زندگی کی ہر سرگرمی میں سیرت نبویؐ کی اتباع کرے گا تو یہ چیز اس کے لئے ممکن ہے، جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے یہ کتابیں عالم اسلام کی بیشتر زبانوں میں ہیں اور ان کے حجم اور ان کے موضوع کا دائرہ مختلف ہے۔

کوئی بہت مبسوط ہے کوئی مختصر ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید اور امت کے ایک ممتاز فرد علامہ ابن قیم (۶۹۱-۷۵۱ھ) کی کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" امتیازی شان رکھتی ہے۔

----- 0 -----

امت مسلمہ کے علماء نے حیاتِ نبویؐ کی باریک تفصیلات، آپ کے عہدِ مبارک کے صنعت و حرفت، تجارت و معیشت، عہدوں اور مناصب اور ان گونا گوں علوم و فنون اور امتیازات کو قلمبند کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

جو اسلامی اور نبوی تہذیب کے زمانہ آغاز میں سامنے آئے تھے اور ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے انبیاء کی امتوں کی تاریخ اور کارناموں میں ہمیں یہ کوشش و توجہ کہیں نہیں دکھائی دینی، ناظرین اس کا ایک نمونہ ابوالحسن علی الخزاعی التلمسانی (۷۱-۸۹ھ) کی کتاب

”التخريج“ اور اس کے تاملہ اس صدی کے ایک نامور عالم علامہ عبدالحی الکتانی کے قلم سے ”الترايب الاداريه“ کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو عہد نبوی کی تمام اہم معلومات اور اس زمانہ کے حالات کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

اسی طرح امام ابو عیسیٰ ترمذی (۲۰۹-۲۷۹ھ) کی کتاب ”شمائل“ آپ کے سامنے ہے شرح شمائل ترمذی پر ایک نظر ڈالنے ہی سے یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ خلقی و خلقی اوصاف، عادات و معمولات، مرغوبات و نامرغوبات کی باریک تفصیلات کو قلمبند کرنے کا یہ اعجازی اہتمام اور اس کے ذات گرامی سے اودنی تعلق رکھنے والی چیزوں کے تفصیلی احاطہ کی مثال، انبیاء کی سیرتوں اور مشاہیر عالم کے تذکروں میں تلاش کرنا ایک سعی لا حاصل ہے۔ یہ کوشش محض اتفاقی واقعہ یا کسی شخصی رجحان کا نتیجہ نہیں قرار دی جاسکتی۔

----- 0 -----

پیش نظر کتاب ”ماہتابِ نبوت کی ضوافشائیاں“ کے عنوان سے شرح شمائل ترمذی کا تیسرا جزء ہے جو علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ آپ کے شمائل و خصائل گھر گھر پہنچیں اور ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن جائیں حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت میں اضافہ ہو کہ یہی مدارِ نجات اور ضمانتِ فلاح ہے۔

----- 0 -----

اسی ہدف کے پیش نظر شرح شمائل ترمذی کو ۱۶۰۸ صفحات پر مشتمل تین بڑی جلدوں میں ترتیب و اشاعت کے بعد چھوٹی سائز کے مختلف آٹھ اجزاء میں مرحلہ وار اشاعت، مؤلف، ادارہ اکیڈمی و خدام اور قارئین کے لئے ایک نعمت، وسیلہ عشق و محبت اور زلفِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسیر رہنے کی سعادت ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے

ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح شمائل ترمذی، علیحدہ علیحدہ چھوٹے چھوٹے اجزاء کی صورت میں اس امید و دعا کے ساتھ برصغیر کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے سامنے پیش کی جا رہی ہے کہ وہ اس کو پڑھ

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 پڑھ کر، اپنے پورے فکر اور اپنی کوششوں کا جائزہ لیں گے۔ اپنے پورے فکر و عمل کو اس مزاج
 و منہاج سے اگر مطابق نہیں تو قریب تر کرنے کی کوشش کریں گے۔
 جس کو انبیاء کرام اور ان کے سرکردہ اور خاتم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ نسبت حاصل ہے اور خدا کے یہاں صرف وہی طریقہ مقبول اور حقیقی کامیابی کا
 ضامن ہے۔

عبدالقیوم حقانی

یکم جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ / جولائی ۲۰۰۵ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ
 اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
 آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
 إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

اس باب میں دو احادیث نقل کی گئیں ہیں جن میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے پہننا، موزے پہننے کے بعد ان پر مسح کرنا اور پہننے سے پہلے ان کو جھاڑنے کا بیان ہے ای باب بیان ما ورد فی خف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاخبار (مواہب ع ۷۸) یعنی حضور ﷺ کے موزوں کے بارے میں وارد شدہ حدیثوں کا بیان۔

خف کا معروف معنی (۱) وهو ما يستر الرجل الى الكعبين یعنی جو ٹخنوں سمیت پاؤں کو ڈھانچتے ہیں (۲) اونٹ کے پاؤں کے نیچے والے حصے کو بھی خف کہتے ہیں (۳) اور (۴) کے کو بھی خف کہتے ہیں۔

جمع اس کی خفاف کتاب کے وزن پر ہے اور خف البعير کی جمع اخفاف آتی ہے جیسے نفل کی جمع افعال آتی ہے و ذکر بعض اهل السير انه كان له صلى الله عليه وسلم عدة خفاف منها اربعة ازواج اصابها من خبير (الحالات ص ۱۱۸) (بعض سیرت والوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے مختلف موزے تھے ان ہی میں سے وہ چار جوڑے جو

غزوہ خیبر میں آپؐ کو ملے تھے)

موزوں کا جھاڑنا سنت ہے :

شیخ ابراہیم البجوریؒ نے یہاں دو روایات نقل کی ہیں۔ (۱) طبرانیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ذکر میں اوسط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے جنگل میں دوڑ تک تشریف لے گئے اور وضو کرنے کے بعد ایک موزہ پہنا اسی اثنا میں ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرے موزے کو اٹھا کر بلند کیا اور الٹ دیا فخرج منه اسود صالح تو اس سے ایک سیاہ سانپ نکلا فقال رسول اللہ علیہ وسلم هذه كرامة اكرمنى الله بها اللهم انى اعوذ بك من شر من يمشى على بطنه ومن شر من يمشى على رجله ومن شر من يمشى على اربع آپؐ نے فرمایا یہ کرامت (معجزہ) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے نوازا ہے۔ اے اللہ! میں اس کاٹنے والے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو پیٹ کے بل چلتا ہے اور اس کے شر سے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور اس کے شر سے بھی جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔

(۲) ایک دوسری روایت ہے جس میں ابو امامہؓ فرماتے ہیں قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخفيه فلبس احدهما ثم جاء غراب فاحتمل الآخر فرمى به فخرجت منه حية فقال من كان يوم من بالله واليوم الآخر فلا يلبس خفيه حتى يفضهما آپؐ نے موزے منگوائے ان میں سے ایک پہنا اسی اثنا میں ایک کوآ آیا دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور پھر اسے الٹ دیا تو اس میں سے سانپ نکلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ جب تک دونوں موزوں کو جھاڑ نہ لے نہ پہنے۔ (مواہب ص ۷۸)

(۷۱/۱) حَدَّثَنَا هُنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهِمِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِنَبِيِّ صَلَّى

83970

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَفِينِ اسْوَدَيْنِ سَاذَ جَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا
ترجمہ! ہمیں ہناد بن سری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کعب نے ولہم بن صالح سے
نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت حجیر بن عبداللہ سے اخذ کی۔ انہوں نے ابن بریدہ سے اور
انہوں نے اپنے باپ (بریدہ) سے روایت حاصل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ نجاشی نے حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیہ بھیجے تھے حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی فرمایا۔
راویان حدیث (۲۲۸) ولہم بن صالح اور (۲۲۹) حجیر بن عبداللہ کے حالات ”تذکرہ
راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نجاشی کا قبول اسلام:

أَنَّ النجاشي اهدى للنبي صلى الله عليه وسلم خفين اسودين ساذجين. (بے شک نجاشی
نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو سادہ سیاہ موزے ہدیہ فرمائے تھے)۔

اس زمانے میں حبشہ کے بادشاہ کونجاشی (بفتح النون و کسرہا) کہا جاتا تھا انما قیل له
النجاشي لا نقياد امره والنجاشة بالكسر الانقياد (مواہب ص ۷۸) (نجاشی کی وجہ سے
تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ نجاشہ کے معنی تسلیم و تابعداری کے ہیں اور بادشاہ
وقت کی بھی تابعداری کی جاتی تھی اس لئے ہر شاہ حبشہ کونجاشی کہا جاتا تھا)۔

یہ ملوک حبشہ کا لقب ہے جیسے فارس کے بادشاہ کو کسریٰ، روم کے بادشاہ کو قیصر، مصر کے بادشاہ
کو عزیز، فرعون، ترک کے بادشاہ کو خاقان، یمن کے بادشاہ کو تبع، شام کے بادشاہ کو ہرقل
اور ہندوستان کے بادشاہ کو راجہ کہا جاتا تھا نجاشی کا نام اصمہ تھا بعض نے ان کا نام مکحول بن
صعصعہ بتایا ہے جن بادشاہوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت
دی تھی یہ بھی ان میں سے ایک تھے ان کی طرف عمرو بن امیہ الضمریؓ آپ کا مکتوب
مبارک لیکر گئے تھے جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں فاسلم سنة ست على قول الاكثر ومات

سنہ تسع من الهجرة علی ماصرح به العسقلانی (تحافات ص ۱۱۹) (نجاشی ۶ ھ میں (اکثر حضرات کے قول کے مطابق) مسلمان ہوئے اور پھر ۹ ھ میں وفات پائی جیسے علامہ عسقلانی نے اس کی تصریح کی ہے)۔ اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق نجاشی ہجرت کے چھٹے سال مسلمان ہوا اور حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر ایمان لایا یہ اس دور کا واقعہ ہے جب مسلمانوں کی دو جماعتیں مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں اس وقت اسی بادشاہ نے اسلام کی حقانیت کی تصدیق کی اور ایمان لایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا اسلئے صحابی کا مقام نہ پاسکا تاہم ایماندار اور صالح مسلمان تھا۔ اور ۹ ھ کو انتقال ہوا جیسا کہ علامہ عسقلانی نے تصریح کی ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں ولما مات اخبر ہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بموتہ یوم موتہ وخرج بہم وصلی علیہ وصلوا معہ (مواہب ص ۷۸) (اور جب نجاشی فوت ہوئے نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو ان کی موت کی خبر اسی دن ہی دیدی اور آپؐ صحابہؓ کے ساتھ باہر نکلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی) یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے علماء احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے دوسرے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں مصرح ہے۔ احنافؒ کی طرف سے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ نجاشی کی میت (لاش) آپؐ کے سامنے تھی۔ کما قال علی القاری فی المرقاة عن ابن عباس قال کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم من سریر النجاشی حتی راہ وصلی علیہ انتھی کما ورد فی صلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثہ وجعفر بن ابی طالب انہ کشف لہ عنہما اخرجہ الواقدی فی کتاب المغازی ومما يدل علیہ مارواه الطبرانی ان جبرئیل علیہ السلام نزل بتبوك فقال يا رسول الله ان معاوية بن معاوية مات بالمدينة اتحب ان اطوى لك الارض فتصلى عليه قال نعم فضرب بجناحه على الارض فرفع له سريره

فصلی علیہ (الحديث) (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۶۷)

(ملا علی قاریؒ نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے مرقات میں نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے نجاشی کی چارپائی (میت) ظاہر کی گئی آپؐ نے اس کو دیکھا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ جیسے کہ روایت میں بھی آیا ہے کہ آپؐ کے سامنے حضرت زید بن حارثہؓ اور جعفر بن ابی طالب کی میتیں ظاہر کی گئیں اور آپؐ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی (بطور دلیل کے فرماتے ہیں) کہ امام واقدیؒ نے کتاب المغازی میں ایسے قسم کے واقعات کی دلیل میں لکھا ہے جسے امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام تبوک میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ معاویہ بن معاویہ مدینہ شریف میں فوت ہو گئے کیا آپؐ پسند فرماتے ہیں کہ آپ کے لئے زمین سمیٹ دی جائے تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپؐ نے فرمایا ہاں! (کیوں نہیں) جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین پر مارا تو معاویہ بن معاویہ کی لاش حضور اقدس ﷺ کے سامنے کی گئی آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی)

بارگاہِ رسالت میں نجاشی کے تحفے:

نجاشی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو موزے تحفے کے طور پر بھیجے دونوں سیاہ رنگ کے مگر سادے تھے یعنی ان پر کوئی نقش و نگار نہ بنا تھا و فی الروایات الاخری مع الخفین قمیص و سراویل و عطف ای طیلسان (اتحافات ص ۱۱۹) (دوسری روایات میں موزوں کے ساتھ قمیص شلوار اور عطف (چادر) کا ذکر بھی ہے)

ملا علی قاریؒ نے ہیشم بن عدی عن دلہم کے طریق سے نقل فرمایا کہ ان النجاشی کتب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد زوجتک امرأة من قومک وہی علی دینک ام حبیبہ بنت ابی سفیان و اهدیتک ہدیة جامعة قمیصا و سراویل و عطافا و خفین ساذجین الخ (جمع ص ۱۵۶) (کہ بے شک نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا کہ میں نے تیری ہی قوم کی ایک عورت سے آپ کا نکاح کر دیا اور وہ آپ ہی کے دین اور مذہب پر ہے یعنی ام حبیبہ بنت ابی سفیان اور میں نے مکمل اور جامع ہدیہ قمیص شلوار عطف (چادر) اور دو سادہ موزے الخ آپ کو بطور تحفہ دیئے ہیں)

اسودین کا معنی :

اسودین ساذجین (بفتح الذال و کسرھا) ای خالصین فی السواد کما حقق هذا المعنى ابو زرعة قال الشيخ البيجورى : و كلمة ساذج لم اجلها فى كتب اللغة ولا رأيت المصنفين فى غريب الحديث ذكروها (المواهب ص ۸۰) (اسودین ساذجین (یہ لفظ بفتح ذال اور بکسر ذال دونوں مستعمل ہے) یعنی بالکل سیاہ خالص امام ابو زرعه نے یہی معنی بطور تحقیق فرمایا ہے۔ شیخ بیجوری فرماتے ہیں کہ ساذج کا کلمہ نہ مجھے لغت کی کتابوں میں ملا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ مصنفین نے اس کا تذکرہ غریب الحدیث میں کیا ہے) ساذج معرب سادہ ای غیر منقوشین (جمع ص ۱۵۶) (ساذج یہ معرب سادہ کا ہے یعنی غیر نقش شدہ) وقد حقق ابن العربی نقلها عن الزین العراقی ان هذه الهدية كانت قبل اسلام النجاشی (اتحافات ص ۱۱۹) (اور علامہ ابن العربی نے تحقیق کرتے ہوئے زین العراقی سے نقل کیا ہے کہ (نجاشی کا) یہ ہدیہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے)۔

غیر مسلم کے ہدیہ کا حکم :

فلبسهما ثم توضعاً ومسح عليهما الخ نجاشی کے قبل قبول اسلام یعنی حالت کفر میں اس کے بھیجے ہوئے ہدیہ کو آپ نے قبول فرمایا معلوم ہوا کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے البتہ اس کے احکام مختلف ہیں اگر اسلام کی تقویت کا باعث ہوتا تو آپ کافر کا ہدیہ قبول فرمالتے اور اگر دین کو مضرت پہنچنے کا احتمال ہوتا تو ایسا ہدیہ آپ قبول نہ فرماتے۔ امت کے لئے یہی اسوہ حسنہ ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں ومع ذلك قبلهما النبى صلى الله عليه وسلم ولبسهما، تاليفاً وتلطفاً فى المعاملة قال ابن حجر : وهذا القبول يدل على انما الاصل فى الأشياء الطهارة، وان هدية اهل الكتاب تقبل (اتحافات ص ۱۲۰) (اور اس کے باوجود حضور ﷺ نے ان (موزوں) کو قبول فرمایا اور نرمی اور تالیف قلب کا معاملہ کرتے ہوئے ان کو پہنا بھی۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ آپ کا ان کو قبول کرنا اس بات کی دلیل

ہوئی کہ اصل اور بنیاد ہر چیز میں پاکی ہے اور یہ بھی کہ اہل کتاب کا ہدیہ قبول کیا جاسکتا ہے)

مسح علی الخفین :

احناف کے نزدیک مسح علی الخفین مطلقاً جائز ہے سفر میں بھی اور حضر میں بھی اس تفصیل کے ساتھ جو کثیر احادیث میں آئی ہے یہ مسلک جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ما قلت بالمسح علی الخفین حتیٰ جاءنی مثل ضوء النهار (کہ میں موزوں پر مسح کرنے کا قائل اس وقت سے ہوا جب اس سلسلہ میں مجھے روز روشن کی طرح احادیث (دلائل) پہنچیں) بلکہ مسح علی الخفین تو اہل سنت والجماعت کا شعار ہے یہ بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مقولہ ہے۔ بفضل الشیخین و نحب الختین و نری المسح علی الخفین (کہ ہم سب (سب صحابہؓ) میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی افضلیت اور دامادوں (عثمانؓ و علیؓ) کی محبت اور موزوں پر مسح کرنے کا یقین اور عقیدہ رکھتے ہیں)

اور یہ بھی امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ اخاف الکفر علی من لم یر المسح علی الخفین (توضیح السنن جلد اول ص ۳۳۱) (کہ مجھے تو اس شخص پر جو موزوں پر مسح کرنے کا عقیدہ نہ رکھے کفر کا خطرہ ہے) علامہ مناویؒ فرماتے ہیں وقد روی فی المسح ثمانون صحابیا واحادیثہ متواترہ ومن ثم قال بعض الحنفیة اخشی ان یکون انکارہ ای من اصلہ کفراً (مناوی ص ۱۵۶) (موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں اسی (۸۰) صحابہؓ نے روایت کی ہے اور احادیث کی تعداد اس سلسلہ میں درجہ تواتر کو پہنچی ہیں۔ اس لئے تو بعض احناف فرماتے ہیں کہ مجھے تو اس کے منکر پر کافر ہونے کا خطرہ ہے) بہر حال جو شخص مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے تو وہ اہل بدعت میں سے ہے یہاں تک کہ انس بن مالکؓ سے اہل سنت والجماعت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ان تحب الشیخین ولا تطعن فی الختین و تمسح علی الخفین (شرح عقائد ص ۱۱۸) (کہ اس کی مجسّم شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) سے ہو اور دونوں دامادوں (عثمانؓ و علیؓ) پر طعن نہ ہو اور موزوں پر

مسح کرے (یعنی مسح کرنے کا عقیدہ رکھے) حضرات ائمہ ثلاثہ، سفیان ثوری، امام ابن المبارک، امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک ہے کہ مسح کے لئے وقت مقرر ہے مقیم کے لئے ایک رات اور ایک دن اور مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں، امام ثوری لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام، تابعین، اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے صاحب تحفۃ الاحوذی نے اس کو حق اور صواب قرار دیا ہے وهو الحق والصواب (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۹۸)

البتہ ایک سوال یہ باقی رہا کہ پاؤں کا دھونا افضل ہے یا مسح علی الخفین؟ حافظ ابن مندہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ مسح افضل ہے کہ اس میں اہل بدعت سے اختلاف اور امتیاز کے ساتھ ساتھ احقاقِ حق اور اظہارِ سنت نمایاں ہوتا ہے (احکام الاحکام ج ۱ ص ۲۰) جب کہ نووی نے غسل کو ترجیح دی ہے کہ دھونے میں عزیمت ہے اور مسح میں رخصت ہے (شرح مسلم النووی ج ۱ ص ۱۳۲)

امام طحاوی (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱) اپنی فقہی نظر میں فرماتے ہیں کہ یہ دو حکم جدا جدا ہیں ننگے پاؤں ہوں تو دھونا ہے اور موزے پہننے ہوں تو مسح درست ہیں یعنی دونوں حکم اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور بافضلیت ہیں (توضیح السنن ج ۱ ص ۳۳۲) ابن قیم نے اسی مسئلہ کو انہی الفاظ میں ذکر کیا ہے ولم یکن (علیہ السلام) یتکلف ضد حالة التي علیها قدماء بل ان كانت فی الخف مسح علیہما ولم یبزعهما وان كانتا مکشوفتین غسل القلمین ولم یلبس الخف لیمسح علیہ . وهذا اعدل الاقوال فی مسئلة الافضل من المسح والغسل قالہ شیخنا (زاد المعاد ص ۱ ج ۱ ص ۶۹) (اور حضور اقدس ﷺ کے قدم مبارک جس حالت میں ہوتے ان کی مخالف حالت پر عمل کرنے کا تکلف ہرگز نہ فرماتے تھے بلکہ اگر قدم مبارک موزوں میں ہوتے تو ان پر مسح فرما لیتے اور ان کو پاؤں سے نہیں نکالتے تھے اور اگر پاؤں مبارک کھلے ہوئے ہوتے (موزے پہننے نہ ہوتے) تو پھر اپنے قدم مبارک دھو لیتے اور موزوں کو اس لئے نہیں پہنتے تاکہ ان پر مسح کریں۔ اور یہ سب اقوال (یعنی افضلیت مسح کرنے میں ہے یا دھونے میں) میں سے معتدل قول ہے اور یہی ہمارے شیخ اور استاد نے فرمایا۔

(۷۲/۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ
 لِحْسَنِ بْنِ عِيَّاشٍ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَهْدَى دِحْيَةَ
 لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَيْنِ فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ إِسْرَائِيلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةٌ
 فَلَبِسَهُمَا حَتَّى تَخْرَقًا لَا يَدْرِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِكِّي "هُمَا أَمْ لَا قَالَ
 أَبُو عَيْسَى هَذَا هُوَ أَبُو اسْحَقَ الشَّيْبَانِيُّ وَاسْمُهُ سُلَيْمَانُ ..

ترجمہ! ہمیں بیان کیا قتیبہ بن سعید نے وہ فرماتے ہیں ہمیں یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ
 نے خبر دی۔ انہوں نے حسن بن عیاش سے نقل کیا۔ وہ ابواسحق سے اور وہ شعبی سے روایت
 بیان کرتے ہیں اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی نے
 دو موزے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیے تھے۔ ایک دوسری روایت میں موزوں
 کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا،
 یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمائی وہ مذبوح
 بانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کی۔

راوی حدیث (۲۳۰) الحسن بن عیاش کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ
 فرمائیں۔

حضرت دحیہ کلبیؓ :

اہدی دحیہ کلبی صلی اللہ علیہ وسلم خفین ... کہ حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو موزے بطور تحفہ کے بھیجے اہدیٰ اهداء سے ہے بمعنی
 ارسال الهدیۃ کے۔ دحیہ کلبیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں
 بڑے وجیہ، خو برو اور قبیلہ بنو کلب کے رئیس تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر ان کی
 صورت میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ کان ینزل جبریل علیہ السلام
 بصورتہ فی بعض الاحیان (اتحافات ص ۱۲۰) (جبرئیل امین بعض اوقات حضرت دحیہ
 کلبی کی صورت میں آتے تھے)۔

قال ابن سعد اسلم قديماً ولم يشهد بدرأ وشهد المشاهد وبقى الى خلافة معاوية وكان رسول نبي الله الى قيصر (تهذيب ج ۳ ص ۱۷۹) (ابن سعد فرماتے ہیں کہ وحیہ کلبی ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے البتہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے اور باقی غزوات اور جنگوں میں حاضر رہے اور آپؐ امیر معاویہؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے اور آپ حضور ﷺ کے قیصر روم کی طرف قاصد بھی تھے)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خفین قبول فرما لیتے:

بہر حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہؓ کے عطا کردہ خفین پہن لیے فلسہما اس روایت کے ایک راوی اسرائیل بھی ہیں جو جابر اور عامر کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں وجبۃ یعنی موزوں کے علاوہ ایک جبۃ بھی آپؐ کو دیا گیا تھا فلسہما حتی تخرق ا آپؐ نے دونوں چیزیں یعنی موزے بھی اور جبہ بھی پہنے یہاں تک کہ وہ اپنی عمر پوری کر کے پھٹ گئے بظاہر ضمیر تشنیہ کی خفین اور جبۃ کی طرف راجع ہوتی ہے اور راجح بھی یہی ہے۔

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں کہ لبسہما کی ضمیر خفین کی طرف راجع ہے اور تخرق قرینہ ہے لیکن حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ تخرق قرینہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جبۃ اور خف دونوں میں خرق ہوتا ہے ویراد حینئذ بالجبۃ نوع نفیس من الفرو کما یستعملہ بعض العجم (جمع ص ۱۵۷) (اور اس وقت جبۃ سے پوستین کی ایک خاص نفیس قسم مراد ہوگی جیسے کہ بعض عجمی اس کو استعمال کرتے ہیں)

اشیاء مجہولہ میں اصل طہارت ہے:

لا یدری اذکی ہما ام لا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ موزے کس کھال سے بنے ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں والمعنی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلم ان ہذین الخفین کانتا متخذتین من جلد المذکاة ام من جلد المیتة المدبوغ او غیر المدبوغ (جمع ص ۱۵۸) (اور مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ

موزے کس چمڑے سے بنائے گئے کیا وہ مزبوحہ جانور کا تھا یا مردار کا دباغت شدہ (رزگا ہوا) یا غیر دباغت شدہ تھا) اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ اشیاء مجہولہ میں اصل طہارۃ ہے ذکی ذکوۃ سے ہے کبھی بمعنی ذبح کے اور کبھی بمعنی طہارت کے آتا ہے معنی عام طہارت ہے اور معنی خاص ذبح ہے وکان الخ فان مجہول الحال هل هما من جلد مذکی او من جلد میتة وعلی کل ففیہ طہارۃ مجہول الاصل (اتحافات ص ۱۲۰) (اور ان دونوں موزوں کی حالت معلوم نہ تھی کہ کیا وہ مذبوحہ (پاک) چمڑے سے تھے یا مردار چمڑے سے، ہر صورت میں ان کی اصل مجہول تھی)۔

دباغت کے بعد کھال کا استعمال جائز ہے:

علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ دباغت کے بعد مذبوحہ یا غیر مذبوحہ جانور کی کھال کا استعمال جائز ہو جاتا ہے یہ مسئلہ متعدد احادیث سے ثابت ہے ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے اور انہوں نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہماری ایک آزاد کردہ لونڈی کو کسی نے بکری صدقہ میں دی وہ بکری مرگئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر گذر ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کو کیوں دباغت نہیں کیا انہوں نے عرض کیا وہ تو مردہ جانور کی ہے آپؐ نے فرمایا اس کا تو کھانا حرام کیا گیا ہے کھال کا دباغت کرنا تو حرام نہیں (نور الہدایہ)

=====

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش مبارک کے بیان میں

نعلین مبارک:

نعل جو تے، کفش اور پاپوش کو کہتے ہیں کل ماوقیت بہ القدم عن الارض (مواہب ص ۸۰) (یعنی ہر وہ چیز جس کے ذریعے قدموں کو زمین (مٹی) سے محفوظ کیا جائے) لفظ نعل کبھی مصدر اور کبھی اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے وہی ہنا محتملة الاثنین (اتحافات ص ۱۲۱) (یہاں اس میں دونوں معنوں کا احتمال ہو سکتا ہے) ابن عربی فرماتے ہیں نعل تو لباس الانبیاء ہے ولعله اخذه من قوله تعالى فاخلع نعلک (اتحافات ص ۱۲۱) (اور لفظ نعل غالباً اللہ تعالیٰ کے قول فاخلع نعلک سے ماخوذ ہے) اس باب میں گیارہ احادیث ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا بیان ہے کہ وہ بیچ سے باریک، پتلی، ایڑی دار اور زبان کی شکل کی طرح کی تھیں۔ آپ بالعموم بالوں سے صاف چمڑے کے جوتے استعمال کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جوتا چیل نما ہوتا تھا جس کے اوپر آر پار تسمے لگا دیئے جاتے اور ہر تسمہ دوہرا ہوتا تھا روایات میں مذکورہ تفصیل کے مطابق آپ کا جوتا مبارک ایک بالشت اور دو انگلی کے برابر لمبا ہوتا تھا جوتے کی ایڑی والا حصہ سات انگلی چوڑا اور درمیانی حصہ پانچ انگلی اور اگلا حصہ چھ انگلی چوڑا ہوتا تھا اس پیمائش کے بنے ہوئے چمڑے کے تلے کے اوپر آر پار دو تسمے یا قبالے ہوا کرتے تھے۔

نعل خف سے علیحدہ چیز ہے اسلئے اس کے لئے مستقل باب کا انعقاد کیا ہے کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہنے بغیر بھی چل پڑتے تھے ورمبما مشی حافياً فی بعض

الاحیان (احکامات ص ۱۲۱) (آپؐ بعض اوقات ننگے پاؤں بھی چلے ہیں) تو اضماً
و طلباً لمزید الاجر كما اشار الی ذلك الحافظ العراقي بقوله

یمشی بلا نعل ولا خف الی عیادة المریض حوله الملاء

(مواہب ص ۸۰)

(اور یہ ننگے پاؤں چلنا تو اضح عاجزی اور زیادتی اجر و ثواب کی طلب کے لئے ہوا کرتا۔
جیسے کہ حافظ العراقي نے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے کہ آپؐ بغیر جوتے اور موزے پہنے کسی
مریض کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے بڑی جماعت کی معیت میں)

نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف:

ابن سعد نے طبقات میں روایت کی ہے کہ وقد كانت نعله صلی اللہ علیہ وسلم منحصرۃ
معقبۃ ملسنۃ (مواہب ص ۸۰) یعنی حضور اقدس کے نعلین مبارک کی تین امتیازی صفات
تھیں۔

(۱) منحصرۃ تھے یعنی باریک کمر یا باریک پشت والے تھے ہی الیٰ لها خصر دقیق
(۲) معقبۃ یعنی آپؐ کے جوتوں کا عقب تھا یعنی اخیر میں پیچھے والا حصہ یعنی وہ تسمہ جس کے
ساتھ ایڑی باندھی جاتی ہے۔

(۳) ملسنۃ جوتوں کی وہ قسم جن کا اگلا حصہ زبان کی طرح نکلا ہوا ہو ہی الیٰ فی مقدمہا
طول علیٰ ہیئۃ اللسان آپؐ کے پاؤں کی سبابہ انگلی تمام انگلیوں میں لمبی تھی اسی وجہ سے
نعل مبارک کا اگلا حصہ بھی لمبا بنایا گیا تھا تا کہ جوتے کی لمبائی سبابہ مبارک کے ساتھ لمبائی
میں متناسب اور متوازن ہو (مواہب ص ۸۰)

تکثیر نعال کا حکم:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا استکثروا من النعال فان الرجل لا یزال
راکباً ما انتعل یعنی جوتے پہنا کر آدمی جب تک جوتے پہنے ہوئے ہوتا ہے سوار سمجھا جاتا
ہے۔ وکان ابن مسعود صاحب النعلین والوسادة والسواک والطهور وکان یلبسه

نعلیہ اذا قام و اذا جلس جعلهما فی ذراعیه حتی یقوم (جمع ص ۱۵۸) (اور آپ کے جوتوں، تکیہ مسواک، لوٹے وغیرہ کے منتظم عبداللہ بن مسعودؓ تھے آپ جب قیام فرماتے تو وہ آپ کو جوتے پہناتے اور جب بیٹھ جاتے تو جوتوں کو اپنے پاس بازو میں آپ کے کھڑے ہونے تک محفوظ رکھتے)

حضور اقدسؐ جوتے کس طرح پہنتے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف سے جوتا مبارک پہنتے، دونوں جوتے پہنتے۔ حضرت انسؓ کے پاس آپ کے جوتے مبارک محفوظ تھے جن کی زیارت صحابہ کرامؓ اور دیگر اصحاب کرتے رہتے علامہ یوسف نبہانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک خاص قسم کا جوتا بھی پہنا جسے تاسومہ کہا جاتا تھا۔

نقش نعل کے فضائل و برکات:

آپ کے نعل مبارک کا نقشہ اور اس کے برکات و فضائل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ”زاد السعید“ میں بہ عنوان ”نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ“ تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں جو من و عن درج ذیل ہیں۔

بعد الحمد والصلوة یہ ناچیز اشرف علی عرض کرتا ہے کہ ان دنوں ہم لوگوں کی کثرت معاصی سے جو کچھ ہجوم بلیات صورتیہ و معنویہ ہے ظاہر ہے اس کا علاج بجز اصلاح اعمال و توبہ و استغفار کے کچھ نہیں ہے مگر ہم لوگوں کے قلب و زبان کی جو کیفیت ہے معلوم ہے البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی قریب ہے منجملہ ان وسائل کے تجربہ بزرگان دین نقشہ نعل مقدس حضور سرور عالمؐ فرمادے کہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا ہے اسلئے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خیر النعال صلی اللہ علیہ وسلم صاحبہ فوق عدد الرمال حسب روایت امام زین الدین عراقیؒ ”محدث مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنے حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ میں قبول

کرائیں اس نقشہ شریف کے آثار و خواص و فضائل کو کون شمار میں لاسکتا ہے مگر اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ علماء محدثین و محققین سے چند برکات اور کچھ ابیات مشتمل بر ذوق شوق نقل کیے جاتے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعشق اور محبت پیدا ہو اور بوجہ غلبہ محبت بلا تکلف آپ کا اتباع نصیب ہو جو اصل مقصود اور سرمایہ نجات دنیوی و اخروی ہے۔

طریق تو سل:

بہتر ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے اس کے بعد گیارہ بار درود شریف گیارہ بار کلمہ طیبہ گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الہی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں الہی اس نسبتِ غلامی پر نظر فرما کر برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمائیے مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بحسب بوسہ دے اشعارِ ذوق و شوق بغرض از دیاد عشقِ محمدی پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔

بعض آثار و خواص نقشہ نعل شریف:

علامہ محدث حافظ تلمسانیؒ کتاب فتح المتعال فی مدح خیر النعال میں فرماتے ہیں کہ نقشہ شریف کے منافع ایسے کھلم کھلا ہیں کہ بیان کی حاجت نہیں منجملہ ان کے ابو جعفرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے یہ نقشہ بنوادیا تھا وہ میرے پاس ایک روز آ کر کہنے لگا کہ میں نے شبِ گذشتہ میں اس کی عجیب برکت دیکھی کہ میری بی بی کو اتفاقاً ایسا سخت درد ہوا کہ قریب بہ ہلاکت ہو گئی میں نے یہ نقشہ شریف درد کی جگہ رکھ کر عرض کیا یا الہی مجھ کو صاحبِ نعل شریف کی برکت دکھلائیے اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمائی۔

قاسم بن محمدؒ کا قول ہے کہ اس کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کو تبرکاً اپنے پاس

رکھے ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبے سے، شیطانِ سرکش سے، حاسد کی نظرِ بد سے امن و امان میں رہے اور اگر حاملہ عورت دروزہ کی شدت کے وقت اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو۔

شیخ ابن حبیب النبیؒ روایت فرماتے ہیں کہ ان کو ایک دُمَل نکلا کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا نہایت سخت درد ہوا کسی طبیب کی سمجھ میں اس کی دوا نہ آئی انہوں نے یہ نقش شریف درد کی جگہ رکھ لیا معاً ایسا سکون ہو گیا کہ گویا کبھی درد ہی نہ تھا ایک اثر خود میرا (یعنی صاحبِ فتح المتعال) مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار سفرِ دریا کے شور کا اتفاق ہوا ایک دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہو گئے کسی کو بچنے کی امید نہ تھی میں نے یہ نقشہ ناخدا کے پاس بھیج دیا کہ اس سے توسل کرے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی اور محمد الجزریؒ سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقش شریف کو اپنے پاس رکھے خلاق میں مقبول رہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو اور یہ نقش شریف جس لشکر میں ہو۔ اُس کو شکست نہ ہو اور جس قافلے میں ہو لوٹ مار سے محفوظ رہے جس اسباب میں ہو چوروں کا اس پر قابو نہ چلے جس کشتی میں ہو غرق سے بچے اور جس حاجت میں اس سے توسل کریں وہ پوری ہو۔

یہ تمام مضامین کتاب القبول السدید فی ثبوت استبراک بنعل سید الاحرار والعبید سے نقل کیئے گئے ہیں اور کتاب المرتجی بالقبول فی خدما قدم الرسول میں علماء محققین و صلحائے معتبرین سے بہت آثار و خواص و حکایات نقل کئے ہیں جس کو شوق ہو دیکھ لے اب چند اشعار شوقیہ مع ترجمے کے لکھے جاتے ہیں کہ ان کو پڑھ کر سمجھ کر اپنے شوق و محبت کو بڑھادیں۔

قال الامام ابو الخیر محمد بن محمد الجزری علیہ الرحمة

يَا طَالِبًا تَمَثَّلْ نَعْلَ نَبِيِّهِ هَا قَدْ وَجَدْتَ اِلَى اللِّقَاءِ سَبِيلًا

اے طلب کر نیوالے نقش نعل شریف اپنے نبی کے آگاہ ہو جا تحقیق پالیا تو نے اس کے ملنے کا راستہ

فَاجْعَلُهُ فَوْقَ الرَّأْسِ وَاخْضَعْنِ لَهُ وَ تَغَالِ فِيهِ وَ أَوْلِدِ النَّقْبِيْلَا
پس رکھ اس کو سر پر اور خضوع کر اس کے لئے اور مبالغہ کر خضوع میں اور پیارے اس کو بوسے دے
مَنْ يَدْعِي الْحَبَّ الصَّحِيْحَ فَإِنَّهُ يُثْبِتُ عَلَيَّ مَا يَدُّ عِيَهُ دَلِيْلًا
جو شخص دعویٰ کرے سچی محبت کا پس بے شک وہ قائم کرتا ہے اپنے دعویٰ پر دلیل کو

عن السيد محمد الجمازی الحسينی المالکی

(۱) لَمَّا رَأَيْتُ مِثَالَ نَعْلِ الْمُصْطَفَى
المُسْنَدُ الْوَضْعُ الصَّحِيْحُ مُعْرَفًا
جب دیکھا میں نے نقشہ نعل شریف حضرت مصطفیٰ کا
جس کی وضع سند صحیح سے بتلائی ہوئی ہے

(۲) فَمَسَحْتُ وَجْهِي بِالْمِثَالِ تَبَرُّكًا
فَشَفَيْتُ مِنْ وَقْتِي وَكُنْتُ عَلَى الشِّفَا
تو میں نے مل لیا اپنے چہرہ پر اس نقش کو واسطے برکت کیلئے۔ سو مجھ کو اسی وقت شفا ہو گئی حالانکہ میں
قریب بہ ہلاکت ہو گیا تھا۔

(۳) وَظَفَرْتُ بِالْمَطْلُوبِ مِنْ بَرَكَاتِهِ
اور پہنچ گیا میں مطلب کو اس کی برکتوں سے۔ اور پایا میں نے اس میں جو کچھ میں چاہتا تھا صفا سے

(۱/۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِأَنْسِ
بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانُ ..
ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں ابو داؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو
ہمام نے قتادہ کے حوالے سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے
پوچھا کہ حضور اقدس ﷺ کے نعل شریف کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک جوتہ میں
دو دو تسمہ تھے۔

نعل مبارک سے محبت:

کیف کان نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لهما قبالاتان - شيخ احمد عبد الجواد
الدومي تحریر فرماتے ہیں۔ وكان القياس ان يكون كيف كانت النعل لان النعل مؤنثة
ولما كان التانيث غير حقيقي جازا لتذكير باعتبار الملبوس (اتحافات ص ۱۲۲)

کیف کان نعل ... کے متعلق شیخ احمد عبدالجواد الدومی تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں قانون نحوی کی رو سے عبارت کانت النعل ہونی چاہئے تھی۔ اس لئے کہ لفظ نعل مؤنث ہے (اور فعل کا فاعل جب مؤنث ہو تو فعل میں علامت تانیث ہوگی۔ جواباً لکھتے ہیں) لیکن چونکہ نعل مؤنث غیر حقیقی ہے تو اس میں تذکیر فعل بھی جائز ہے باعتبار ملبوس کے یعنی کیف کان ملبوس رسول اللہ ﷺ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش مبارک کے بارے میں سوال سے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اطاعت اور عشق و والہیت کا کتنا پیارا جذبہ کارفرمانظر آتا ہے وہ اپنی زندگی کے کسی بھی کام میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے وہ اتباع سنت کو حقیقی معراج سمجھتے تھے وہ آپؐ کے اقدام میمنت لزوم کے نیچے اور انہی مقدس جوتوں کی صدقہ ہی میں نجات اور بخشش سمجھتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں مبارک سے محبت آپؐ ہی کی محبت کا ایک حصہ ہے اس مقام پر پہنچ کر بڑے بڑے محدث بھی آپ کی تعظیم و محبت کے انتہائی مقام کو پالیتے ہیں۔

حافظ عراقی نے الفیۃ الحدیث میں لکھا ہے۔ کہ

وَنَعْلُهُ الْكَرِيمَةُ الْمَصُونَةُ
طُوبَى لِمَنْ مَسَّ بِهَا جَبِينَهُ

آپؐ کے نعلین مبارک کس قدر باعزت اور بابرکت ہیں کس قدر مبارکباد کا مستحق ہے وہ شخص جسے ان نعلین کو اپنی پیشانی کے ساتھ لگانے کا شرف حاصل ہو گیا۔

نعلِ بلالؓ کا ٹوٹا سمہ عثمان علی خان کے تاج کا افتخار:

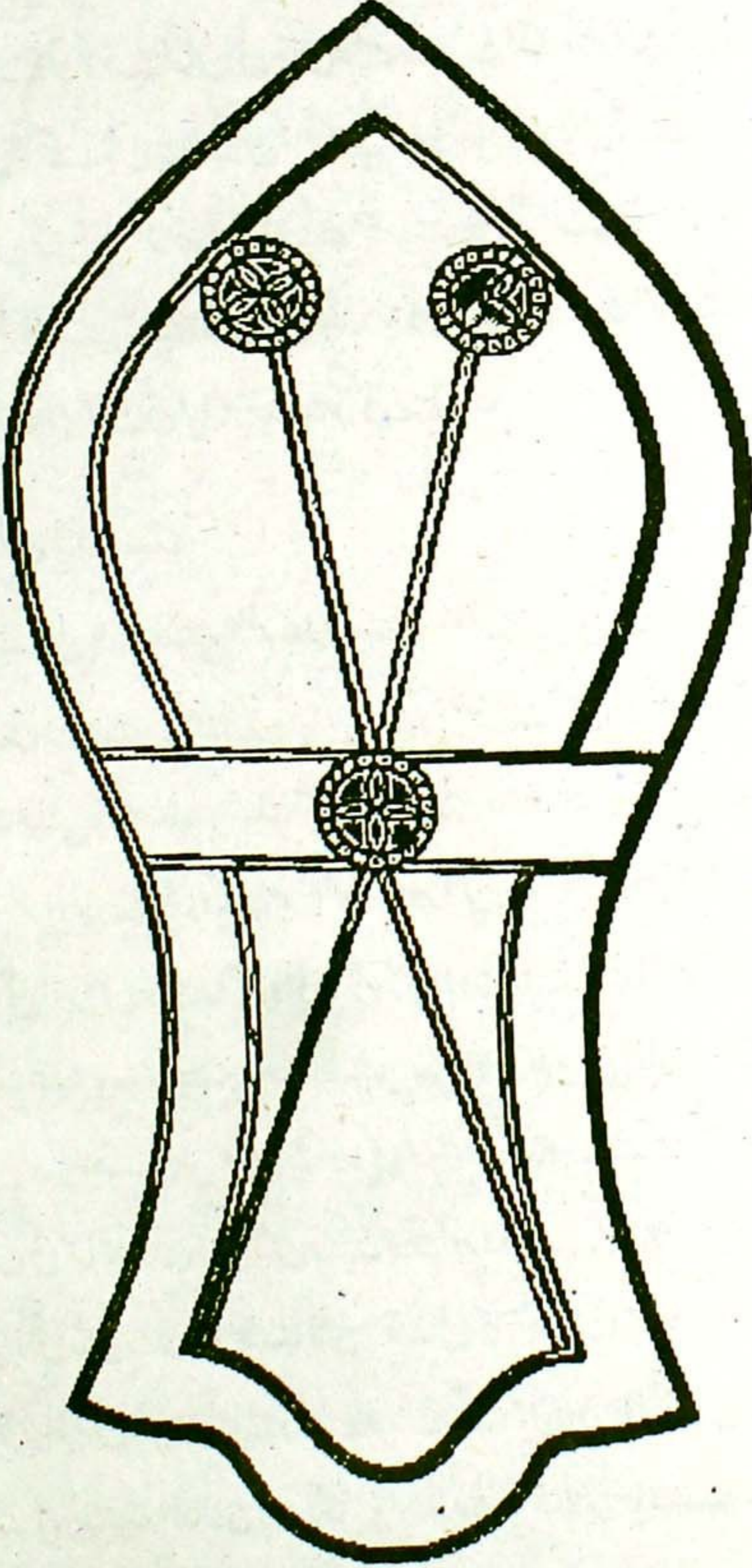
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حیدرآباد دکن گئے نواب عثمان علی خان نے آپؐ کا وعظ سننے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ ریاست کے بڑے بڑے علماء، فضلاء، امراء اور عوام کے عظیم اجتماع کا انعقاد ہوا۔ نواب دکن شیعیت کی طرف مائل تھا مگر علماء اور بزرگوں کا قدر دان تھا علامہ عثمانیؒ نے جامع مدلل، مفصل اور عالمانہ خطاب فرمایا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 خاص طور پر مدح فرمائی۔ دوران بیان جب یہ ارشاد فرمایا کہ بھائی! حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ اور خلفاء راشدین کی بات چھوڑیں ان کے رتبہ و مقام کو کون پہنچ
 سکتا ہے میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر آج آپ کے ایک ادنیٰ صحابی بلال حبشیؓ کے جوتے کا ایک
 ٹوٹا تسمہ بھی مل جائے تو نواب عثمان علی خان جیسے صاحب اقتدار نواب بھی اسے تبرک جان
 کر اپنے تاج میں ٹانک لیں یہ جملہ سن کر نواب حیدر آباد دوجد میں آگئے اور بے اختیار ہو کر
 فرمانے لگے کیوں نہیں؟ اگر خدا تعالیٰ مجھے حضرت بلالؓ کے جوتے کا تسمہ بھی نصیب
 کر دے تو میں ضرور اسے اپنے تاج میں جگہ دیدوں اس تسمے کے مقابلے تاج میں جڑے
 ہوئے ہیروں اور جواہرات کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے

ایک نعل میں دو تسمے:

کان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ”ہر ایک جوتہ مبارک“ کے الفاظ
 سے امام بخاریؒ کی روایت کے مطابق کیا گیا ہے وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں ان
 نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لہا قبلاں بالافراد (جمع ص ۱۵۹) ہر جوتہ
 میں دو تسمہ کی مراد یہ ہے کہ ایک تسمہ انگوٹھ اور اس کی ساتھ والی انگلی میں تھا دوسرا تسمہ
 درمیان والی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں ہوتا تھا۔ شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں
 وکان صلی اللہ علیہ وسلم یضع احد القبالیں بین الابهام والتی تلیہا والآخر بین الوسطی
 والتی تلیہا (مواہب ص ۸۰) (اور نبی کریم ﷺ جوتے کے دو تسموں میں سے ایک کو
 انگوٹھے اور اس کی ساتھ والی انگلی میں رکھتے تھے اور دوسرے تسمہ کو درمیان والی انگلی اور اس
 کے ساتھ والی انگلی میں رکھتے) قبلاں، قبالیں کا تثنیہ ہے مراد وہ تسمہ ہے جو آگے رکھا
 جاتا ہے اور عرضِ رجل میں جو تسمہ ہوا سے شراک کہتے ہیں اور جو انگلیوں کے بیچ میں ہوتا ہے
 اسے قبالیہ کہتے ہیں۔ لہما قبلاں ای لكل واحد منهما قبلاں یا تقسیم الاحاد علی الاحاد
 ہے کہ ہر ایک نعل کے لئے ایک قبالیہ تھا لغوی لحاظ سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں مگر بخاری کی
 مندرجہ بالا روایت اور نقشہ نعل مبارک کے مطابق ہر نعل میں دو قبالیے تھے۔

نقشہ نعل شریف



(۷۴/۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَرِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مَثَى شِرَاكُهُمَا..

ترجمہ! ہمیں ابو کریب محمد بن علاء نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو وکیع نے سفیان کے حوالہ سے نقل کیا۔ انہوں نے خالد حداء سے نقل کیا اور انہوں نے عبد اللہ بن حارث سے۔ وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے تسمے دوہرے تھے۔

راوی حدیث (۲۳۱) خالد الحداء کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوہرے تسمے:

کان لنعل رسول الله صلى الله عليه وسلم قبالاتن مثنى شراكهما یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک کے وہ تسمے جو پشتِ قدم پر پڑتے تھے دوہرے تھے گویا ہر جوتے میں دو دو تسمے اور ہر تسمہ دوہرا تھا یعنی دو دو دھاگوں کو ملا کر بنایا گیا تھا۔

(۷۵/۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَحْمَدُ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى ابْنُ طَهْمَانَ قَالَ أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدًا وَيَنْ لُهُمَا قِبَالَانِ قَالَ فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ بَعْدَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع اور یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابو احمد الزبیری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انسؓ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے مجھ سے اس کے بعد حضرت ثابتؓ نے یہ بتایا کہ وہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔

راویان حدیث (۲۳۲) یعقوب بن ابراہیمؓ (۲۳۳) ابو احمد الزبیریؓ اور (۲۳۴) عیسیٰ

بن طھمان کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نعلین جرداوین لهما قبالین الجرد بغیر نباتات والی جگہ کو کہتے ہیں جرداوین وہ جوتے جن پر بال نہ ہوں اجرداء اجرد کی مؤنث ہے اجرد اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی گردن پر بال نہ ہوں یا کم بال ہوں اور جرداء . وہی التی لا شعر علیہا . جرداء اس چمڑے کو بھی کہتے ہیں جس پر بال نہ ہوں (جمع ص ۱۶۰) استعیر من ارض جرد لا نبات فیہا .

تبرک باثار الصالحین :

انہما کانتا نعلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بنانی نے مجھے بتایا کہ یہ دونوں نعلین مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اس مقام پر شیخ احمد عبدالجواد الدومی نے تبرک باثار الصالحین کی تفصیلی بحث کی ہے۔

فرماتے ہیں ویوخذ من الحدیث ندب حفظ آثار الصالحین (اتحافات ص ۱۲۳) (اس حدیث سے نیکو کار لوگوں کے آثار کو محفوظ رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے) ذیل میں اسی تفصیل کی تلخیص اور دیگر کتب حدیث سے بھی ما حاصل نذر قارئین ہیں۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور دیگر پہناوے کو محفوظ رکھتے ان کی زیارت کرتے کرواتے اور ان سے تیمن و تبرک اور شفاء حاصل کرتے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس آپ کے چند ملبوسات تھے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو بردہ فرماتے ہیں اخرجت الینا عائشہ کساء ملبداً وازاراً غلیظاً فقالت قبض روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذین۔ جناب عائشہ صدیقہ نے ایک کمبلی جس پر بہت زیادہ پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں بتایا اور فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں وصال فرمایا تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک چادر لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے آپ خود بنفس نفیس اسے پہنیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اور پھر اس کا تہبند باندھ کر صحابہ کرام

کے پاس تشریف لے آئے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پہنا دیجیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا۔ آپ کچھ دیر مجلس میں تشریف فرما ہونے کے بعد چلے گئے اور پھر اس چادر کو لپیٹ کر واپس آئے اور اس صحابی کو بھیج دی جس نے وہ مانگی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے اس صحابیؓ سے کہا کہ تو نے یہ چادر مانگ کر کچھ اچھا کام نہیں کیا حالانکہ تجھے علم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک کا بھی سوال رد نہیں فرماتے۔ اس صحابیؓ نے جواب دیا واللہ ما سئلہا الا لتکون کفنی یوم اموت مجھے اللہ جل شانہ کی قسم! کہ یہ سوال تو میں نے صرف اسلئے کیا ہے کہ میرے مرنے پر یہ چادر جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور اطہر اور مقدس کے ساتھ لگ چکی ہے میرا کفن بنے جناب سہلؓ فرماتے ہیں کہ وہی بردہ پاک اس کا کفن بنا۔ حضرت امام مالکؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بال مبارک ملے تھے جب آپؐ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وصیت فرمائی کہ ایک موئے مبارک میری داہنی آنکھ پر دوسرا موئے مبارک میری بائیں آنکھ پر اور تیسرا موئے مبارک میرے منہ پر میرے مرنے کے بعد رکھ دینا۔ جناب ابوہریرہؓ نے حضرت امام حسنؓ کو کہا کہ آپ اپنے بدن مبارک کی وہ جگہ مجھے بتائیں جس جگہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما تھا۔ حضرت امام حسنؓ نے اپنی ناف مبارک ان کو بتائی تو ابوہریرہؓ نے تبرکاً وہاں بوسہ دیا۔ جناب ثابت البنانیؓ حضرت انسؓ کے ہاتھ کو اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک کہ اس کو بوسہ نہ دے لیتے اور فرماتے یدمست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”یہ وہ ہاتھ ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تھا“۔

حضرت ابو عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف تھا جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے میرے والد کو کہلا بھیجا کہ مجھے اس لحاف کی زیارت کروائیں چنانچہ میرے دادا اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس لحاف کو اپنے چہرے پر خوب ملا (تاریخ صغیر امام بخاری)

جنابہ اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک تھا۔ مسلم شریف میں ہے۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبسہا فنحن نغسلہا

للمرضیٰ یستشفى بها فرماتی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ مبارک کو پہنا کرتے تھے ہم اس کو دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو پلاتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہے۔

شفا شریف میں ہے کہ امام ابن مامونؒ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ ہمارے پاس تھا۔ فکنا نجعل فیہا الماء للمرضیٰ فیستشفون بها ہم اس پیالے میں پانی ڈال کر بیماروں کو پلاتے تو اس پانی سے بیمار صحت یاب ہو جاتے

اکابرین دیوبند کا معمول:

استاذ محترم مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ راوی ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے خزانہ میں ایک رومال جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک مکمل ایک سال تک خلافت ترکیہ کے زمانہ میں لپٹی رہی اور خلافت کے خلاف جنگ کے زمانہ میں اکابرین دیوبند کی اپیل پر مسلمانان متحدہ ہندوستان نے ۱۹۱۴ء میں ایک خطیر رقم چندہ کر کے بھیجی جس کے شکر یہ میں اراکین خلافت نے یہ رومال اور قسطلانی شرح بخاری بطور ہدیہ کے دارالعلوم بھیجی جس کی زیارت ہر سال کے اختتام پر بطور تبرک کے کروائی جاتی تھی۔

جس سال میں دارالعلوم میں دورہ حدیث شریف میں شریک تھا اور یہ غالباً ۱۹۳۹ء یا ۴۰ء ہوگا یہ مشہور کر دیا گیا کہ اس سال رومال کی زیارت نہیں کرائی جائیگی کیونکہ ازدھام کی وجہ سے پورا ادب ملحوظ نہیں رکھا جاسکتا چنانچہ طلباء اور تمام شائقین انتہائی افسردہ ہوئے بات حضرت شیخ مدنیؒ تک جا پہنچی چنانچہ آپؒ نے بڑی شفقت فرماتے ہوئے کہا کہ اہتمام میں درخواست دے دیں کہ میرے زیر نگرانی پورے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے زیارت کا موقعہ فراہم کیا جائے چنانچہ خود حضرتؒ کی موجودگی میں طلبہ اور بہت سے دور دراز کے شائقین رومال مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

شیخ احمد عبدالجوادؒ کی تنبیہ:

اس بحث کے اختتام پر شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ولکن التبرک بالآثار لا یصح ان یصل الی درجة المبالغة أو العبادة فان العبادة لله وحده والنافع والضرار هو الله وحده ما

يفتح الله للناس من رحمة فلا ممسك لها وما يمسك فلا مرسل له من بعده وهو العزيز الحكيم .

(لیکن تبرک بہ آثار صالحین میں اتنا مبالغہ بھی نہ کیا جائے کہ وہ درجہ غلو یا عبادت کو پہنچے کیونکہ عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے اور وہی نفع و نقصان دینے کے مالک ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دینا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا اور وہ جو کچھ روکنا چاہیں تو پھر اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں وہی غالب اور حکمت والے ہیں)۔

(۷۶/۴) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْنُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لَا بِنِ عُمَرَ رَأَيْتَكَ تَلْبَسُ النَّعَالَ السَّبْتِيَّةَ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النَّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَإِنَّا أَحَبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا .

ترجمہ! ہمیں اسحق بن موسیٰ انصاری نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو معن نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مالک نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو سعید بن ابوسعید مقبری نے بیان کیا۔ انہوں نے عبید بن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپؐ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتہ پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اسلئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔

راویان حدیث (۲۳۵) سعید بن ابی سعید المقبریؓ اور (۲۳۶) عبید بن جریجؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سبتیہ کا معنی:

قال لابن عمر 'عبید بن جریج نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا میں دیکھتا ہوں کہ آپؐ بالعموم سبتیہ جوتا پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے سبتیہ 'سبت سے ہے یعنی بال مونڈنا سبتیہ وہ جوتا

جس پر بال نہ ہوں یوم سبت کو بھی اسی وجہ سے سبت کہا جاتا تھا کہ یہود کے نزدیک اس میں سب دنیاوی تعلقات سے انقطاع کر لیا جاتا تھا اور سبت (بکسر السین) اس چمڑے کو کہا جاتا ہے جو بالوں سے صاف ہو۔

التی لا شعر علیہا نسبة لسبت (بکسر السین) وهو جلود البقر المدبوغة لان شعرها سبت وسقط عنها بالدباغ (مواہب ص ۸۲) (السبتیة کا معنی یہ کہ اس پر بال نہ ہوں یہ لفظ بکسر سین ہے اور ان کا اطلاق بیل گائے کے (مدبوغة) رنگے ہوئے چمڑوں پر کیا جاتا ہے کیونکہ دباغت کے عمل کی وجہ سے ان سے بال گر جاتے ہیں)

منشأ سوال:

سوال کرنے کا منشأ یہ تھا کہ عربوں میں تمدن اور تنعم کی یہ ترقی نہ تھی غربت، ناداری اور فقر و افلاس تھا غرباء، فقراء و مساکین بلکہ عام لوگ اور متوسط طبقہ میں بالوں سمیت چمڑے کا جوتا پہننا مروج تھا جبکہ بالوں سے صاف چمڑے کا جوتا امراء لوگ پہنتے تھے یا یہود میں مروج تھا بخاری شریف کی مفصل حدیث ہے وفیہ انه قال لابن عمر رایتک تصنع اربعاً عالم ارحداً من اصحابک یصنعها، فذکر منها لبسه للنعال السبتیة (اس میں ہے کہ عبید بن جریج نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ تو چار ایسے کام کرتا ہے کہ تیرے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی میں نے کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور ان چار میں سے بغیر بالوں کے جوتے پہننے کا ذکر بھی کیا) غرض سوال یہی تھی کہ اس قدر قیمتی جوتے کے استعمال کی حکمت کیا ہے اور عام مروج جوتا چھوڑ دینے کا سبب کیا ہے پھر اسی جوتے پر مواظبت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے جبکہ صحابہ نے کبھی بھی کسی ایک قسم کے جوتے پر مداومت نہیں کی۔

حضرت ابن عمرؓ کا جواب تھا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی جوتے پہنتے ہوئے دیکھا ہے حضرت ابن عمرؓ تتبع سنت تھے حتیٰ کہ امور طبیعیہ میں بھی اتباع سنت کا اہتمام کرتے تھے آپ نے صاف کہہ دیا کہ یہود و مشرکین کی مشابہت غرض نہیں اور نہ ہی امراء کی متابعت مقصود ہے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے آپ کو میں

نے یہی جوتے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ فانا احب ان البسھا ای لمتابعة الهدی لا لموافقة الهوی (جمع ص ۱۶۲) (میں بھی یہ پسند کرتا ہوں کہ ایسے جوتے پہنوں یعنی سنت کی تابعداری میں نہ کہ اپنی نفسانی خواہش کی موافقت میں)

جوتے پہنے ہوئے پاؤں دھونا یا گیلے پاؤں جوتوں میں رکھنا:

یتوضأ فیہما مقصد یہ ہے (۱) کہ جب جوتوں میں بے تکلف پاؤں دھل سکتے تھے اور نقصان بھی نہیں ہوتا تھا تو آپؐ جوتوں میں پاؤں دھولیا کرتے تھے بیان جواز کے لئے بھی اور امت کی سہولت کے لئے بھی۔

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ وضو کے بعد پاؤں خشک کیے بغیر فوراً جوتے پہن لیتے تھے تا کہ یہ بھی امت کو معلوم ہو جائے کہ وضو کے بعد فوراً تر پاؤں جوتے میں ڈالنے سے نقض وضو لازم نہیں آتا علامہ نوویؒ فرماتے ہیں معناه انه يتوضأ ويلبسها بعد ورجلان رطبان. فانا احب ان البسھا حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں اسلئے میں ایسے ہی جوتے کو پہننا پسند کرتا ہوں تا کہ آپؐ کی اقتداء و اتباع حاصل رہے وکان ابن عمر حریصاً علی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجلیل من الامور والصغیر قال ابن عبدالبر من صریح الايمان محبة ما كان المصطفى صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ واتباع ما كان یفعلہ حتی الماکول والمشروب والملبوس (تحفات ص ۱۲۵) (اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اکرم ﷺ کے چھوٹے بڑے کاموں کی اقتداء اور تابعداری میں انتہائی حریص تھے علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ صریح اور خالص ایمان کی علامات میں سے یہ ہے کہ جن چیزوں اور کاموں سے آپؐ کو محبت ہو، ان کاموں سے محبت کی جائے اور جو افعال آپؐ کرتے تھے ان کی ان افعال میں اتباع کی جائے حتی کہ ماکولات مشروبات اور ملبوسات میں بھی) حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتا ضرور پہننا چاہئے البتہ احترام مسجد اور احترام مقبرہ میں اتار لینا بہتر ہے وقال احمد یکرہ لبسھا فی المقابر (مواہب ص ۸۲) (امام احمد فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جوتوں کا پہننا مکروہ ہے)

(۷/۷۷) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذَيْبٍ عَنْ صَالِحِ مَوْلَى التَّوَّامَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ ..

ترجمہ! ہمیں اسحق بن منصور نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن ابی ذئب سے اور انہوں نے التوامة کے آزاد کردہ غلام صالح سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔

راویان حدیث (۲۳۷) ابن ابی ذئب اور (۲۳۸) صالح کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث کی شرح و بیان باب ہذا کی پہلی حدیث میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

(۶/۷۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ السُّدِّيِّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْنِ مَخْصُوفَتَيْنِ ..

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابو احمد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے سدّی کے حوالے سے خبر دی۔ سدّی کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن حریش سے یہ روایت سماعت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جن میں دوسرا چمڑا سلا ہوا تھا۔
راویان حدیث (۲۳۹) السدّی (۲۴۰) من سمع اور (۲۴۱) عمر بن حریش کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مخصوفتین کا معنی:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا آپ ایسی جوتیوں میں نماز پڑھ رہے تھے جن کو پیوند لگے ہوئے تھے مخصوصفتین
 خصف سے ہے معنی جوتے پر مزید چمڑا چڑھانا، سینا، ٹانگنا اور جمانا ہے ضرب کے باب
 سے ہے مخصوص ٹوٹے ہوئے اور گھٹے ہوئے جوتے کو بھی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نعلین کے
 چمڑے دوہرے سلعے ہوئے تھے یعنی تلی دوہری تھی یا ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے
 چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں المخصوصفتان کا
 معنی المخر و زتان ہے یعنی ستال (آر) سے سے ہوئے نیز فرماتے ہیں کہ المخصوصفتان
 کے معنی المرفعتان بھی ہیں جن کے معنی، پیوند لگے ہوئے، بھی ہوتے ہیں (اتحافات ص
 ۱۲۶)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیوند لگے جوتے:

اگرچہ حدیث باب کی یہ سند مجہول ہے مگر دیگر روایات سے اس کی تصحیح و تصدیق اور
 تائید ہو جاتی ہے حضرت عروۃؓ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں
 کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخیط ثوبہ ویخصف نعلہ ویرفع دلوہ (جمع
 ص ۱۶۲) آپ اپنے کپڑے خودی لیتے اور اپنے جوتے کو خود پیوند لگالیتے اور کنویں سے
 (دلو کے ذریعے) پانی نکالتے اور خصف سے مراد پیوند لگانا ہے وفی شرح ان المراد بہ
 المرقعة، اخرجہ ابن حبان والحاکم۔

نعلین میں نماز:

یصلی فی النعلین سے مراد یا تو نماز جنازہ ہے اور اگر نماز پنجگانہ مراد لیں تو جوتے ایسے تھے
 جو نجاست سے پاک تھے ویوخذ من الحدیث جواز الصلوة فی النعلین ان کانتا طاهر
 تین (اتحافات ص ۱۲۶) حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جوتے پاک ہوں تو اس میں
 نماز جائز ہے)

نعلین مبارک کا طول، عرض، حجم اور مقدار:

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں کہ میں نے شارحین حدیث میں ایسے نہیں دیکھے ہیں جنہوں نے

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں ----- ۵۰

نعل مبارک کی صفت یعنی طول و عرض، حجم اور مقدار کا بیان کیا ہو۔ البتہ حافظ عراقی نے اس کو منظوم کیا ہے

ونعله الکریمۃ المصونۃ
طوبی لمن مس بها جینہ
(اور آپ کے نعل مبارک کس قدر باعزت اور بابرکت ہیں۔ کس قدر مبارک بادی کا مستحق ہے وہ شخص جسے ان نعلین کو اپنی پیشانی کے ساتھ لگانے کا شرف حاصل ہو گیا)

لہا قبلاں بسیر و ہما
سبتیان سبتوا شعر ہما
(نعل مبارک کے دو تسمے ہیں۔ اور وہ دونوں بالوں سے صاف کیے گئے ہیں۔

وطولہا شبر و اصبعان
وعرضہا مما یلی الکعبان
(اور اس کی لمبائی ایک بالشت اور دو انگل۔ اور اس کے ایڑی والے حصے کی چوڑائی)

سبع اصابع و بطن القدم
خمس و فوق ذافست فاعلم
(سات انگل اور قدم کا درمیانی حصہ۔ پانچ انگلی اور اس سے اوپر پس چھ انگلی جان لے)

ورأسہا محدد و عرض ما
بین القبالین اصبعان اضبطہما
(اور اس کا سر محدود ہے اور چوڑائی۔ دو تسموں کے درمیان دو انگلیاں تھیں ان کو یاد کر لے)

(مناوی ص ۱۶۳)

(۷۹/۷) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ أَخْبَرَنَا مَعْنُ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيَنْعَلَهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُحْفِيَهَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ نَحْوَهُ.

ترجمہ! ہمیں اسحق بن موسیٰ الانصاری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معن نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مالک نے ابو زناد کے حوالے سے خبر دی۔ انہوں نے اعرج سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتہ پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 راوی حدیث (۲۳۲) الاعرج کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ
 فرمائیں۔

تعلیم اخلاق یا شفقت نبوی :

قال لا یمشین احدکم الخ۔۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی
 شخص بھی ایک جوتا پہن کر نہ چلے دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتارے و ہذا نفسی صورۃ
 ونہی معنی وهو ابلغ من النہی الصریح (جمع ص ۱۶۳) (اور یہ (لا یمشین...)
 بصورت نفی ہے اور دراصل حقیقت میں نہیں ہے اور یہ (صورت) زیادہ بلیغ ہوتی ہے نہی
 صریح سے) لیحفہما، حفی سے ہے معنی ننگے پاؤں چلنا

جب ایک پاؤں میں جوتا اور دوسرا ننگا ہو:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خلق عظیم تھے اور امت پر شفیق تھے جوتے پہننے کے
 طریقے بھی امت کو تعلیم فرمائے اور ایک جوتا پاؤں میں اور ایک پاؤں ننگے ہو کر چلنے سے
 منع فرمایا۔

شراحین حدیث نے اس کی متعدد وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

- (۱) وقار کے منافی ہے استہزاء کا باعث ہے ایسے شخص کو لوگ احمق کہیں گے۔
- (۲) ابن العربی فرماتے ہیں العلة فیہ انہا مشیۃ الشیطان (اس کی وجہ اور علت یہ ہے
 کہ یہ شیطانی چال ہے)
- (۳) قیل لانہا خارجة عن الاعتدال (اور بعض نے کہا کہ ایسا چلنا حد اعتدال سے خارج
 ہے)
- (۴) باری تعالیٰ کی نعمت کا کفران لازم آتا ہے کہ استطاعت کے باوجود خود کو نعمت
 رب سے محروم کر رہا ہے۔
- (۵) ایک پاؤں اوپر ہوگا ایک نیچے گرنے، پھسلنے اور پاؤں میں موج پڑنے کا اندیشہ
 ہے۔

(۶) لوگوں کے لئے خندہ استہزاء کا ہدف بنتا ہے اور یہ گناہ ہے وقال البیهقی الکراہة للشہرة فتمتد الابصار لمن یرى ذلك منه وقد ورد النهی عن الشہرة فی اللباس (جمع ص ۱۶۴)

(امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے چلنے (کہ ایک پاؤں میں جوتا ہو اور دوسرے میں نہ ہو) کی کراہت بوجہ شہرت ہونے کے ہے یعنی یہ کہ ایسے چلنے والے کی طرف لوگوں کی آنکھیں اٹھیں گی۔ حالانکہ لباس شہرت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے)

امام اعمشؒ کا سبق آموز لطیفہ:

حضرت امام اعمشؒ عظیم محدث شیخ اور جید عالم گذرے ہیں طبعاً ظریف تھے اور ظرافت میں حقائق بیان فرمادیتے تھے ان کے پاس ان کا ایک شاگرد آیا جو پاؤں سے لنگڑا تھا جبکہ آپ آنکھوں سے اعمش (چندھے) تھے امام اعمشؒ نے ان سے فرمایا تم آ کر ہمارے پاس ٹھہر گئے ہو ہم دونوں کے اجتماع پر لوگ استہزاء کریں گے شاگرد نے عرض کیا ہمیں ثواب ملے گا گناہ جھڑیں گے۔

امام اعمشؒ نے فرمایا ہمیں دین یہ نہیں سکھاتا کہ لوگوں کو گناہ میں مبتلا کر دیں اور خود ثواب کمائیں البتہ واضح رہے کہ یہ نہی کراہت کے لئے ہے جبکہ بغیر کسی وجہ اور ضرورت کے ایسا کرے اگر کسی عذر یا ضرورت کے وقت کرتا ہے تو پھر کراہت نہیں ہے کہ عذر عذر ہوتا ہے۔

حدثنا قتیبة:

حدثنا قتیبة ہناد الخ اسقط ہنا الاعرج فهذا الحدیث مرسل لاسقاط الاعرج وابی ہریرة منه بالنظر لاسقاط الصحابی (مواہب ص ۸۴) (حدثنا قتیبة ہناد ... اس سند میں یہاں اعرج کا ذکر چھوڑ دیا گیا اس لئے یہ حدیث مرسل ہے بوجہ ساقط کرنے اعرج (راوی) کے اور ابو ہریرہ کے بوجہ ساقط کرنے صحابی کے)

اور زیادہ اوضح عبارت مناویؒ کی ہے کہ هذا منقطع ومرسل لاسقاط الاعرج وابی

ہریرہ (کہ یہ منقطع اور مرسل ہے کیونکہ اعرج اور ابوہریرہ کو درمیان سند سے ساقط کر دیا گیا) البتہ ملا علی قاری نے اس سند کو ذکر کر کے نحوہ کے بعد یہ تفصیل لکھ دی کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سند بھی پہلی سند جیسے مرفوع ہو فرماتے ہیں نحوہ ای مثله فی المعنی دون اللفظ المتعلق بالمتن والاظہر انه یرید بنحوہ نحو الاسناد المتقدم فکانہ قال الی آخر الاسناد فلا یرد مقالہ العصام من ان حدیث قتیبہ منقطع ومرسل لاسقاط الاعرج عن الاسناد واسقاط ابی ہریرہ نعم کان یکفی ان یقول عن مالک ویزید بهذا الاسناد (واللہ اعلم) (جمع ص ۱۶۵) (نحوہ . یعنی یہ اس کے مثل ہے معنی میں نہ کہ الفاظ میں جن کا تعلق متن حدیث سے ہوتا ہے۔ لیکن زیادہ واضح یہ بات ہے کہ نحوہ سے مراد پہلی جیسی سند کے مانند گویا کہ یہ کہا کہ یہ اس جیسے ہے آخر سند تک اس لئے اب وہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو عصام کہتے ہیں کہ حدیث قتیبہ منقطع اور مرسل ہے بوجہ ساقط کرنے سند سے اعرج اور ابوہریرہ کو البتہ یہ کافی تھا کہ پھر سند میں یہ کہتے عن مالک ویزید بهذا الاسناد)

(۸۰/۸) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا مَعْنُ أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَأْكُلَ يَعْْنَى الرَّجُلُ بِشِمَالِهِ أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلِ وَاحِدَةٍ..

ترجمہ! ہمیں اسحق بن موسیٰ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو معن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مالک نے خبر دی۔ انہوں نے ابو زبیر سے نقل کیا اور وہ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے۔

بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے نہی:

نہی ان یا کل یعنی الرجل بشمالہ الخ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا صرف ایک جوتہ پہن کر چلے حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک بائیں ہاتھ سے کھانا یہ کراہت تحریمی ہے امام شافعیؒ اسے کراہت تنزیہی

قرار دیتے ہیں مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کل بيمينك یعنی دائیں ہاتھ سے کھا اس نے کہہ دیا کہ میں طاقت نہیں رکھتا لا استطیع آپ نے فرمایا لا استطعت تو طاقت نہ رکھ پھر کیا تھا کہ داہنا ہاتھ شل ہو گیا اور منہ تک نہ پہنچ سکا فما رفعها الرجل الی فیہ بعد ذلک (احصافات ص ۱۲۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ ارشادات استجابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں تاہم بعض اصحاب ظاہر نے اسے ناجائز بتایا ہے (خصائل) یعنی الرجل حدیث میں رجل کا ذکر شرافت و تکریم کے لئے آیا ہے خواتین سے احتراز نہیں ذکر الرجل لانہ الاصل والا شرف لا الاحتراز (مواہب ص ۸۴) (روایت میں رجل کے لفظ کا ذکر بوجہ اس کے اشرف اور اصل ہونے کے ہے نہ کہ (عورت) سے احتراز کرنے کے لئے (یعنی یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے) عورتوں کو بھی یہی حکم ہے او یمشی میں لفظ او تقسیم کے لئے ہے شک کے لئے نہیں ہے واو للتقسیم لالشک (مواہب ص ۸۴)

(۸۱/۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح وَأَخْبَرَنَا اسْحَقُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا مَعْنُ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ فَلْتَكُنِ الْيَمْنَى أَوْ لَهَا تَنْعَلُ وَالْأُخْرَى تَنْزَعُ..

ترجمہ! ہمیں قتیبہ نے مالک کے حوالے سے بیان کیا (تحویل) انہیں اسحق بن موسی نے اور ان کو معن نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مالک نے ابو زناد سے اور انہوں نے اعرج کے حوالے سے نقل کیا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت اخذ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے جوتہ پہنے تو دائیں سے ابتدا کرنی چاہئے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے دایاں پاؤں جوتہ پہننے میں مقدم ہونا چاہئے اور نکالنے میں مؤخر۔

جو تاپہننے اور نکالنے میں مسنون طریقہ:

قال اذا انتعل ... حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جو تاپہننے تو دائیں طرف سے ابتدا کرے اور جب جو تاپہننے تو پہلے بائیں پاؤں نکالے تاکہ جو تاپہننے وقت دائیں طرف اولیت ہونی چاہئے اور جو تاپہننے میں اسے مؤخر کرنا چاہئے اور بائیں پہلے ہونا چاہئے لان النزاع من باب التنقیص والشمال لعدم شرفها تقدم في كل ما كان من باب التنقیص (کیونکہ جوتے کا نکالنا یہ تنقیص (نقصان) کے قبیلہ سے ہے اور بائیں پاؤں بوجہ عدم شرافت کے ہر اس جگہ مقدم اور پہلے کیا جائے گا جو باب تنقیص سے ہو) تکریم و تعظیم اور شرف و خیر اور زینت کے تمام امور میں تیمن مسنون ہے حدیث زیر بحث میں اس کی ترغیب ہے لان التنعل من باب التکریم والیمن لشرفها تقدم في كل ما كان من باب التکریم (موہب ص ۸۴) اور چونکہ جوتے کا پہننا یہ عزت اور تکریم کے قبیلہ سے ہے اور دایاں پاؤں ہر اس جگہ مقدم اور آگے کیا جائے گا جو از قبیلہ تکریم و شرافت کے ہو) بعض لوگوں نے اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ بعض جگہوں پر نزع باب تنقیص سے نہیں بلکہ عین تکریم ہوتی ہے تو جواب میں بعض حضرات نے یہ توجیہ کی ہے۔

- (۱) الیمن اقوی من الیسار مگر یہ توجیہ بمنزلہ توجیہ کے ہے اسے ترجیح حاصل نہیں۔
- (۲) فالاولی قول الحکیم الترمذی الیمن مختار اللہ ومحجوبہ من الاشیاء فاهل الجنة عن یمین العرش يوم القيامة واهل السعادة يعطون كتبهم بايمانهم و كانت الحسنات على الیمن وكفة الحسنات من المیزان عن الیمن فاستحقت ان تقدم الیمن واذا كان الحق للیمن فی التقديم اخر نزعها لیبقی ذلك الحق لها اكثر من الیسری (موہب ص ۸۴)

(پس حکیم ترمذی کا یہ قول بہتر ہے کہ اشیاء میں سے دایاں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب ترین ہے کیونکہ جنتی لوگ قیامت کے دن عرش معلیٰ کے دائیں طرف ہوں گے اسی طرح نیک بخت لوگوں کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھوں میں دیا جائے گا اور نیکیاں بھی دائیں طرف پر ہوں گی اور ترازو اعمال میں نیکیوں کا پلڑا بھی دائیں طرف ہوگا۔ تو اس لئے پہننے

میں دایاں زیادہ مستحق ہے اور جب کہ مقدم کرنے میں دایاں زیادہ مستحق ٹھہرا تو اس لئے اس کے نکالنے کو مؤخر کیا گیا تا کہ اس کا وہ حق بائیں سے زیادہ دیر تک قائم اور باقی رہے۔

(۸۲/۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اشْعَثُ هُوَ ابْنُ أَبِي الشَّعَثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي تَرَجُّلِهِ وَتَنَعْلِهِ وَطُهُورِهِ ..

ترجمہ! ہمیں ابو موسیٰ نے بیان کیا انہوں نے محمد بن ثنیٰ سے نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر اشعث نے دی جو کہ ابن ابی الشعثاء ہیں وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے مسروق سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتیٰ الوسع دائیں سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔

تیمن، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حتی المقدور تیمن کو پسند فرماتے تھے کنگھی فرمانے میں، جوتا پہننے میں اور وضو کرنے میں ایک اور روایت میں حجامت بنوانے اور مسجد میں داخل ہونے کا ذکر بھی آیا ہے۔

اس میں بھی آپ کو تیمن پسند تھا و لیس المراد التخصیص بهذه الثلاثة (مواہب ص ۸۵) اور ان تین مذکورہ چیزوں کے ساتھ تخصیص مقصود نہیں) بلکہ ہر کار خیر و کار شرافت میں تیمن کو تقدم حاصل ہوتا تھا۔

ما استطاع کمال سعی سے کنایہ ہے یا قید احترازی ہے مقصد یہ ہے کہ جہاں استطاعت ہو وہاں ضرور تیمن اپنایا جائے۔ البتہ اگر عذر ہے تو بائیں کے استعمال کی بھی شرعاً اجازت ہے

اذا للضرورات تبيح المحظورات (جمع ص ۱۶۶) (عذر اور ضرورت ممنوعہ چیزیں مباح کر دیتی ہیں) ما استطاع على نحو قوله تعالى فاتقوا الله ما استطعتم وهي تفيد جواز المساعدة بالشمال اذا كانت هناك ضرورة لذلك فقد ورد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل القثاء والرطب باليدين معا لتساعد احدهما الاخرى (تحافات ص ۱۲۹) (حدیث شریف میں ما استطاع کی قید ایسے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول فاتقوا الله ما استطعتم۔ اس لئے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر ضرورت ہو جائے تو بائیں سے کام لیا جاسکتا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ نبی کریم نے لکڑی اور کچھوڑ دونوں ہاتھوں سے اکٹھی کھائیں بوجہ ان دونوں کے موافقت کے)۔

ملا علی قاری ما استطاع کے تحت لکھتے ہیں والذی یتظهر عندی ان مراده والله اعلم انه صلى الله عليه وسلم كان يكتفى باليمين فيما لم يتعسر احتراز عن نحو غسل الوجه اولم يتعذر بان كان يريد مثلا ان ياخذ العصا والكتاب فيتعين ان ياخذ احدهما باليمين والاخر باليسار (جمع ص ۱۶۷) (اور وہ جو اس سے مجھے واضح ہو رہی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ صرف دائیں ہاتھ پر اکتفا اس وقت فرماتے جب کوئی مشکل درپیش نہ ہوتی یہ احتراز ہو مثلاً منہ دھونے سے) کہ اس میں دونوں ہاتھ استعمال ہوں گے) یا کوئی عذر پیش نہ ہو جاتا جیسے مثلاً کتاب اور لاکھی اٹھانے کا ارادہ کرتے تو پھر ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں کے ساتھ اٹھانے کو متعین کر لیتے) تنعل اور ترجل کے بعد طہور کا ذکر تخصیص بعد تعیم ہے۔

(۸۳/۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَيْسٍ أَبُو مُعَاوِيَةَ أَنْبَأَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِنَعْلَيْ سَوْلٍ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن مرزوق ابو عبد اللہ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو عبد الرحمن بن

قیس ابو معاویہ نے سنایا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام نے محمد کے حوالے سے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت ابو ہریرہ سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے ایسے ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے جوتے میں بھی دو ہر تسمہ تھا ایک تسمہ کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔
راویان حدیث (۲۴۳) محمد بن مرزوق ابو عبد اللہ اور (۲۴۴) عبد الرحمن بن قیس ابو معاویہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمانؓ نے ایک تسمے والے جوتے پہنے:

کان لنعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جوتوں کے دو تسمے ہوا کرتے تھے واول من عقد الخ پھر دو کے بجائے ایک تسمے کا آغاز خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے کیا۔
حضرت عثمانؓ نے یہ بات بھی تعلیماً اختیار فرمائی تاکہ لوگ دو تسموں کو فرض و واجب کا درجہ نہ دے دیں بلکہ یہ تو محض مستحبات میں سے ہے ہر شخص کی اپنی مرضی اور اپنی صوابدید پر ہے وہ چاہے تو دو تسمے استعمال کرے اور چاہے تو ایک تسمہ۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ اشارة الی بیان الجواز وان لبسه صلی اللہ علیہ وسلم کان علی وجہ المعتاد لا علی قصد العبادة (جمع ص ۱۶۸) (اس میں جوتے کا ایک تسمہ رکھنے کے جواز کی طرف اشارہ ہے اور بے شک حضور ﷺ کا (دو تسموں والا جوتا) پہننا بطور عادت تھا نہ عبادت کے ارادہ سے)

شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں لعل الخلیفہ الثالث افادنا باتخاذ القبال الواحد جواز ذلک (اتحافات ص ۱۳۰) (خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے اس عمل سے ہمیں ایک تسمہ والے جوتے بنانے کا جواز معلوم ہو گیا)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال چار قسم پر ہیں مباح، مستحب، واجب اور فرض، ہر فعل کی توضیح ضروری ہے تاکہ اسے اپنے اپنے درجہ میں

رکھا جائے وہ علم ان ترک لبس النعلین ولبس غیرہما غیر مکروہ ایضاً (جمع ص ۱۶۸) (اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوتوں کے پہننے کو چھوڑ دینا اور ان کے علاوہ کسی اور چیز کو پہننا مکروہ نہیں)

=====

باب ماجاء فی ذکر خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے بیان میں

اس باب میں آپؐ کا انگوٹھی پہننے کا بیان ہے کس قسم کی انگوٹھی پہنی، اس پر کیا نقش تھا، انگوٹھی بطور مہر نبوت کے استعمال ہوتی تھی، بیت الخلاء میں جاتے وقت اتار لیتے تھے تا کہ بے حرمتی نہ ہو، آپؐ کی یہ منقوش انگوٹھی آپؐ کے بعد خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تھی ان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ آئی ان کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کو پہنچی پھر ان سے کنویں میں گر گئی۔

اس باب میں آٹھ احادیث ہیں ای باب بیان الاخبار الواردة فی ذلک (اس باب میں ان احادیث کا بیان ہوگا جو آپؐ کی انگوٹھی کے بارے میں وارد ہوئی ہیں)۔
(مواہب ص ۸۵)

باب ہذا میں لفظ ”ذکر“ کا اضافہ:

البتہ اس باب میں لفظ ”ذکر“ کا اضافہ ہے جبکہ دیگر تراجم میں یہ لفظ مذکور نہیں ہے شارحینؒ فرماتے ہیں

(۱) لفظ ذکر کو اس باب میں زائد لانے سے اس امر پر تنبیہ مقصود تھی علی تمیز هذه الترجمة من الترجمة المقدمة ای باب خاتم النبوة (اس ترجمہ الباب (عنوان) کو سابقہ عنوان باب ختم النبوة سے ممتاز کرنے کیلئے اس میں لفظ ذکر کا اضافہ کیا ہے) کیونکہ پہلے ترجمہ الباب میں خاتم سے بضعة ناشزة عند الکتف مراد ہے اور اس ترجمہ الباب میں مراد آلہ مہر ہے جس سے خطوط پر مہر لگائی جاتی ہے۔

وفی لفظ الخاتم خمس لغات وقيل عشر والافصح كسر التاء (خصائل)

(اور لفظ خاتم میں پانچ لغتیں ہیں اور بعض نے دس کا قول کیا ہے اس میں زیادہ فصیح لغت تاء کا کسرہ ہے)

انگوٹھی مبارک کی صفت:

علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں کہ زین عراقیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کی جامع صفت کسی نے بھی بیان نہیں کی کہ کیا وہ مربع تھی؟ مثلث تھی؟ مدور تھی البتہ لوگوں کا معاملہ اس سلسلہ میں مختلف رہا ہے (مواہب ص ۸۶) کتاب اخلاق النبوة میں منقول ہے انہ لایدری کیف هو قالبوا والخاتم حلقة ذات فص من غیرها فان لم یکن لها فص فھی فتحة (مواہب ص ۸۶) (کہ انگوٹھی کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ کیسے تھی۔ خاتم کی تعریف میں کہتے ہیں کہ کسی (دھات) کا حلقہ ایسے جو نگیں والا ہو جو کہ حلقہ کے جنس سے نہ ہو اگر اس حلقہ کا نگیں نہ ہو تو پھر اس کو عربی میں فتحہ کہتے ہیں)۔

انگوٹھی کے احکام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں اور کبھی بائیں کی چھنگلی انگلی میں پہنی ہے گویا دونوں ہاتھوں میں پہننا مباح ہے بعض علماء نے اسے مطلق سنت قرار دیا ہے بعض صحابہؓ سے انگوٹھی پہننا ثابت ہے یہ مہر کے لئے بھی استعمال ہوتی تھی اور زینت کے لئے بھی، بعض فقہاء مطلقاً زینت کے لئے استعمال کی اجازت دیتے ہیں جبکہ بعض فقہاء بغیر ضرورت کے اس کے استعمال کو مردوں کے لئے غیر ادلی قرار دیتے ہیں البتہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ انگوٹھی کسی ضرورت مثلاً حاکم، قاضی، مفتی کے مہر لگانے کے لئے تو جائز ہے مگر محض زینت کے لئے بہتر نہیں ہے بلا ضرورت ترک اولیٰ ہے وجہ ظاہر ہے کہ آپؐ نے بھی تب بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

واختلف فی حکم الخاتم کما بسط فی المطولات وفی الدر المختار ترک التختیم لغير السلطان والقاضی وذی حاجة الیه کمتول افضل قال ابن عابدین اشار الی ان التختیم سنة لمن یحتاج الیه کما فی الاختیار (عربی حاشیہ خصائل) انگوٹھی کے حکم میں

فقہاء کرامؒ کا اختلاف ہے جیسے کہ فقہ کی مطول کتب میں اس کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور درمختار میں ہے کہ بادشاہ، قاضی، اور دیگر صاحبِ حاجت حضرات جیسے متولی وغیرہ کے علاوہ لوگوں کے لئے انگٹھی کا نہ پہننا افضل ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے کہا کہ اس میں صاحبِ مختار نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ انگٹھی پہننا صاحبِ حاجت لوگوں (سلطان وغیرہ) کے لئے سنت ہے جیسے کہ کتابِ الاختیار میں ہے (جمہور کے نزدیک انگٹھی چاندی کی ہونی چاہئے پیتل اور لوہے کی انگٹھی حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

انگٹھی کا اجمالی تاریخی پس منظر:

انگٹھی کے لئے عربی لفظ خاتم بھی درست ہے اور خاتم بھی، صابختم بہ کو کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ انگٹھی بنوائی ہے سونے کی بھی اور چاندی کی بھی۔ جب مردوں کے لئے سونا پہننا حرام ہوا تو آپؐ نے سونے کی انگٹھی کا استعمال ترک فرمایا۔ پھر آپؐ نے چاندی کی انگٹھی بنوائی مگر بعد میں اسے بھی اتار دیا البتہ اتارنے کی وجہ معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے اس میں آپؐ کو تکلف محسوس ہوتا ہو۔ تاہم چاندی کی انگٹھی کا استعمال ایک خاص مقدار میں کیا مردوں کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ ہجرت کے چھٹے سال صلح حدیبیہ کے معاہدے کے بعد آپؐ نے مختلف سربراہانِ ممالک کو دعوتی خطوط لکھے تو ضرورتِ مہر کی وجہ سے چاندی کی انگٹھی بنوائی جس سے مکتوبات پر مہر لگانے کا اہتمام ہوتا تھا انگٹھی بنانے کی ضرورت انجام دینے والے یعلیٰ بن امیہ تھے اس میں نگینہ بھی لگایا اور نگینہ میں مہر ختمِ نبوت ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ بھی کندہ کئے۔ جب کسی مکتوب یا دعوتی تحریر یا اہم خط پر مہر لگانی ہوتی تو آپؐ انگٹھی اتار کر اس سے مہر بھی لگا دیا کرتے تھے۔

مشاہیر کی انگٹھیوں کے نقش:

احقر مولف کی طالب علمی کا زمانہ تھا استاذِ محترم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب

مدظلہ اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ کے دامنِ رشد و ہدایت میں اللہ نے پہنچا دیا تھا مدرسہ عربیہ نجف المدارس کلاچی اپنی مادر علمی تھی ان اکابر اساتذہ سے ان کے خاندانی بزرگوں کی مہر وغیرہ کے بارے میں لطائف سنا کرتا تھا۔ مثلاً فرماتے ہمارے ایک خاندانی بزرگ قاضی محمد اکرم کی مہر پر جو الفاظ کندہ تھے وہ یہ تھے ”در ہر دو جہان است محمد اکرم“ قاضی صاحبان کے جدا جدا جو تین سو سال قبل کلاچی تشریف لائے تھے کا نام ”اصل دین“ تھا مہر پر یہ الفاظ کندہ تھے ”زدینہا دین احمد اصل دین است“ ان کے ایک اور خاندانی بزرگ کا نام احمد تھا ان کی مہر پر یہ مصرع نقش تھا ”دارد امید شفاعت ز محمد احمد“ ان ہی ایام میں انہی اساتذہ کرام سے یہ بھی سنا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی مہر کے الفاظ ”از گروہ اولیاء اشرف علی“ تھے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کی مہر کا نقش ”الہی عاقبت محمود گرداں“ تھا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں احقر بھی اپنے اساتذہ کے ساتھ پابند سلاسل تھا سنٹرل جیل ڈی آئی خان ہمارا مسکن تھی ایک روز صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ کا بیان تھا فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی پر جس مفہوم کا نقش کندہ تھا اس کا مضمون کسی نے فارسی میں منظوم کیا ہے اور بہت خوب ہے۔

دیدی کہ در نگین سلیمان چہ نقش بود

خطے بہ زر نوشتہ کہ این نیز بگذرد

بچپن کا لاشعوری دور تھا طالب علمی کے بالکل ابتدائی سال تھے مہر کیا ہوتی ہے؟ مصرع کسے کہتے ہیں؟ ان فارسی مصرعوں کا معنی کیا ہوتا ہے؟ ان امور سے کیا غرض تھی؟ بس بات اتنی تھی کہ اساتذہ کرام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جس انداز سے مزے لے لے کر انہوں نے بیان فرمائے زمانہ طالب علمی کی لاشعوری عمر میں دل و دماغ نے وہ لے لے لئے اساتذہ کا وہ انداز ہی اتنا پیارا تھا کہ تب سے اب تک یاد ہے۔

بعض اوقات اکابر اساتذہ اور بزرگوں کی نقل میں بھی برکت ہوتی ہے اور آج اس کی یہ برکت ظاہر ہو رہی ہے کہ مشاہیر اہل اسلام کی مہر اور انگوٹھیوں سے متعلق جستجو ہوئی

اور علوم و معارف کے نئے نئے خزانے سامنے آئے اور سب سے بڑی برکت یہ ظاہر ہو رہی ہے کہ اس کاتب الحروف کو اللہ کریم نے مہر نبوت اور شامل نبوی پر قلم اٹھانے کی توفیق ارزانی فرمائی۔

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
 قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھوائے جاتے ہیں
 بہر حال مشاہیر کی انگوٹھیوں کے جو نقوش مل سکے نذر قارئین ہیں۔

بعض شارحین حدیث نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی انگوٹھی پر یہ الفاظ درج تھے ”کفی بالموت واعظاً“ حضرت علیؓ کی انگوٹھی پر ”لله الملك“ حضرت حذیفہؓ کی انگوٹھی پر ”الحمد لله“ امام باقرؓ کی انگوٹھی پر ”العزة لله“ امام نوحیؓ کی انگوٹھی پر ”الثقة بالله“ حضرت مسروقؓ کی انگوٹھی پر ”بسم الله“ حضرت آدمؓ کی انگوٹھی پر ”لا اله الا الله محمد رسول الله“ حضرت موسیٰؓ کی انگوٹھی پر ”لکل اجل کتاب“ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر ”انا الله لا اله الا انا محمد عبدی ورسولی“ کے الفاظ کندہ تھے۔ (ملخصاً از مواہب ۸۸) مگر یہ ملحوظ رہے کہ ان روایات کی حیثیت تفسیری اور تاریخی روایات کی ہے ان میں کوئی بھی چیز مرفوع روایت سے ثابت نہیں ہے۔

(۸۴/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتِمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرَقٍ وَكَانَ فَصَّهُ حَبَشِيًّا.

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید اور دوسرے بہت سے اساتذہ نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عبد اللہ بن وہب سے بیان کی، انہوں نے یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

راوی حدیث (۲۴۵) عبد اللہ بن وہب کے حالات ”تذکرہ راویان شامل ترمذی“ میں

ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی اور اس کا نگینہ:

کان خاتم النبى صلى الله عليه وسلم من ورق حضور اقدس صلى الله عليه وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی جب ورق (بفتح الراء) بولا جائے مراد درخت کا پتہ اور (بکسر الراء) پڑھا جائے تو مراد چاندی ہے ای فضة وفى الاصل النقرة المضروبة وقيل النقرة مطلقاً مضروبة اولاً (خصائل) (ورق بکسر الراء کا معنی چاندی اور اصل میں چاندی مضروبہ (عمل شدہ) کو کہتے ہیں۔ اور بعض نے مطلقاً چاندی کو کہا ہے چاہے مضروبہ ہو یا نہ ہو) و کان فصه حبشياً انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا فص کی فاف پر فتح زیادہ فصیح ہے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر غیر اولیٰ اور غیر فصیح ہے۔ حبشياً میں یائے نسبت ہے والمراد بالفصّ هنا ما ينقش عليه اسم صاحبه (مواہب ص ۸۶) (یہاں فص سے مراد وہ نگینہ ہے جس پر اس کے مالک کا نام کندہ کیا گیا ہو) نگینہ کو حبش کی طرف منسوب کرنے کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں ای حجراً منسوباً الى الحبش وقيل كان فصه عقيقاً (جمع ص ۱۶۹) یا مراد یہ ہے کہ چونکہ وہ حبشہ سے لایا گیا تھا اس لئے اسے حبشی کہا گیا یا حبشیوں کی طرح اس کا رنگ بھی کالا تھا ای احمر يميل الى السواد (مناوی ص ۱۶۹) یا اس کے صناع یعنی بنانے والے حبشی تھے یا اس کا نقش تیار کرنے والا حبشی تھا یا اس کی کانٹ چھانٹ اور بناوٹ حبشی صفت کے مطابق ہوئی تھی۔ ومعنى حبشياً جئى به من الحبشة او كان اسود لون الحبشة او صناعه او صناع نقشه من الحبشة (جمع ص ۱۷۰) (اور نگینہ کے حبشی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ حبشہ سے لایا گیا تھا یا اس لئے کہ حبشیوں کی طرح اس کا رنگ بھی کالا تھا۔ یا اس کے بنانے والا حبشی تھا یا اس کا نقش تیار کرنے والا حبشی تھا) وذهب السيوطى الى ان الحبشى هو نوع من الزبرجد يكون ببلاد الحبشة لونه مائل الى الخضرة قالوا من خواصه انه يجلو العين (اتحافات ص ۱۳۱) (اور علامہ سیوطی کا خیال ہے کہ فص حبشی زبرجد (پتھر) کی ایک قسم ہے جو حبشہ کے ملک میں ہوتی ہے)۔

خلاصہ یہ کہ حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ کی انگوٹھی مبارک چاندی سے بنی

ہوئی تھی اور اس کا نگینہ عمدہ اور اعلیٰ قسم کا پتھر تھا اس کے بعد تیسری حدیث میں فصہ منہ کی بھی تصریح آئی ہے یعنی انگوٹھی کا نگینہ اسی جنس سے بھی ہو سکتا ہے جس سے انگوٹھی بنائی گئی ہے جس کی مزید تفصیل و تشریح اور مکمل توضیح باب ہذا کی تیسری حدیث کے ذیل میں کر دی جائے گی انشاء اللہ۔

واما ما روی فی التختم بالعقیق من انه ینفی الفقر وانه مبارک وان من تختم به لم یزل فی خیر فکلها غیر ثابتة علی ما ذکرہ الحفاظ وفی خبر ضعیف ان التختم بالیاقوت الا صفر یمنع الطاعون (جمع ص ۱۷۰) (اور وہ جو مروی ہے کہ عقیق کے نگینہ والی انگوٹھی پہننا فقر و افلاس کو دور کر دیتی ہے اور یہ بڑی مبارک ہے اور جو کوئی بھی اس کی انگوٹھی پہنے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ خیر و برکت میں رہے گا یہ سب حفاظ حدیث کے نزدیک غیر ثابت شدہ باتیں ہیں اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ پیلے یا قوت کی انگوٹھی پہننا طاعون کو روکتا ہے)

(۸۵/۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشْرِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهِ وَلَا يَلْبَسُهُ قَالَ أَبُو عَيْسَى أَبُو بَشْرٍ اسْمُهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي وَحْشِيَّةٍ.

ترجمہ! ہمیں قتیبہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابو عوانہ نے خبر دی انہوں نے ابو بشر سے روایت نقل کی اور انہوں نے نافع سے۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہر فرماتے تھے پہنتے نہیں تھے۔

راویان حدیث (۲۳۶) ابو عوانہ اور (۲۳۷) ابو بشر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی پہننے میں معمول مبارک:

اتخذ خاتماً.. حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی غرض مہر لگوانی تھی ولا یلبسه اور اکثر اسے پہنا نہیں کرتے تھے ای ولا یلبسه دائماً بل غباً (مناوی ص

(۱۷۱) یعنی حضور اقدس ﷺ اس کو ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھار پہنا کرتے) اس کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں تصریح ہے کہ انہ کان یلبسه فی یمنہ دوسری حدیث میں ہے اذا دخل الخلاء نزع خاتمه . تیسری حدیث میں ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتختم فی یسارہ (رواہ ابو داؤد) اور یہ بھی مدلول و معلوم ہے جیسا کہ شارحین نے تصریح بھی کی ہے کہ آپ کی دو انگوٹھیاں تھیں ایک اسلئے تھی کہ اس سے تحریروں اور دعوتی خطوط پر مھر لگاتے تھے۔ و کان لا یلبسه والثانی کان یلبسه لیقتدی بہ فیہ (مناوی ص ۱۷۱) (اور حضور اقدس ﷺ اس کو) یعنی جو انگوٹھی مہر کے لئے بنوائی گئی تھی) نہیں پہنتے تھے اور دوسری کو اس لئے پہنتے تھے کہ اس کے پہننے میں اس کی اتباع کی جائے) مھر لگوانے کے لئے آپ نے انگوٹھی ہجرت کے ساتویں سال بنوائی اسلئے کہ انہی سنین میں آپ نے بادشاہوں کے نام اپنے مھر شدہ مکتوبات بھیجے۔ علامہ البیجوری فرماتے ہیں قال ابن العربی و کان قبل ذلک اذا کتب کتاباً ختمہ بظفرہ (مواہب ص ۸۷) (ابن العربی فرماتے ہیں اور اس سے پہلے) یعنی جبکہ انگوٹھی نہیں بنوائی تھی) جب کوئی خط لکھتے تو اس کو اپنے ناخن سے مھر کر دیتے تھے)

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں والمراد انہ لا یلبسه علی سبیل الاستمرار والدوام بل فی بعض الاوقات ضرورة الاحتیاج الیہ للختم بہ کما ہو مصرح بہ فی بعض الاحادیث (جمع ص ۱۷۱) (اور مقصد یہ ہے کہ آپ انگوٹھی کو ہمیشہ اور دائمی طور پر استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ حسب ضرورت بعض اوقات مھر لگانے کے لئے اس کو استعمال میں لاتے تھے جیسے کہ اس کی تصریح بعض احادیث میں ہے)

ایک تعارض کا دفعیہ:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ روایات بالا سے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی پہننا دونوں ہاتھوں میں ثابت ہو رہا ہے جو بظاہر متعارض ہیں حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں مرقاۃ سے منقول ہے کہ لا تعارض بینہما لجواز انہ فعل الامرین فکان یتختم فی الیمنی مرة وفی الیسری اخرى حسب ما اتفق ولیس فی شئی منہما ما یدل علی المداومة صریحا

والاصرار علی واحد منهما کذا قال القاضی قلت وقد صرح البيهقی بان التختم فی الیمین منسوخ واخرج ابن عدی وغیره انه صلی اللہ علیہ وسلم یتختم فی یمینہ ثم حوله فی یسارہ فکان من فعل خلافہ لم یصل الیہ النسخ واقله ان یقال التختم فی الیسری افضل کما هو الصحیح من ملہبنا لانه ابعد من الاعجاب والزہو لجعل فصدہ مما یلی کفہ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۷۸) (ان دو باتوں (یعنی دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے) میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ آپ نے دونوں کام کیے ہوں کہ کبھی دائیں ہاتھ اور کبھی بائیں ہاتھ میں حسب اتفاق پہنی ہوں کیونکہ احادیث میں کہیں یہ تصریح موجود نہیں کہ آپ نے کسی ایک ہاتھ میں انگوٹھی پہننے پر مداومت یا اصرار کیا ہو۔ اسی طرح قاضی نے فرمایا (ملا علی قاری فرماتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے تصریح کی ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا منسوخ ہے اور امام بن عدی وغیرہ نے تخریج کی ہے کہ نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے پھر اس سے تبدیل کر کے بائیں ہاتھ میں استعمال شروع کر دیا گویا جو شخص آپ کے اس فعل کے خلاف عمل کرتا ہے (یعنی دائیں ہاتھ میں استعمال کرتا ہے) اس تک اس کا منسوخ ہونا نہیں پہنچا ہوگا۔ اس سے کم از کم یہ کہا جاسکتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے جیسے کہ ہمارے مذہب میں صحیح یہی ہے اس لئے کہ یہ صورت فخر و تکبر اور بڑائی کے اظہار سے زیادہ بعید ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے گا۔

انگوٹھی کے نہ پہننے میں حکمت:

باقی رہا یہ سوال کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھی نہ پہننے میں راز اور حکمت کیا تھی۔ علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں (۱) شاید اس میں راز اظہار تواضع و ترک الاراءۃ والکبر ہے کیونکہ انگوٹھی پہننا اور مہر لگانا تکبر و خیلاء کے لئے ناشی ہے (جمع ص ۱۷۱)

مردوں کے لئے سونا چاندی کے استعمال کا حکم:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری امت کے لئے نمونہ اور رحمت ہے مردوں

کے لئے سونے، چاندی، لوہے اور تانبے کی انگوٹھیاں پہننا، تکبر، غرور، زریا اور رعونت کا باعث ہیں لہذا ان افعال ذمیمہ سے بچنے کے لئے آپ نے امت کو ان کے استعمال سے منع فرمایا۔ شرح وقایہ کتاب الکراہیۃ میں ہے کہ ”مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آپ نے دائیں ہاتھ میں سونا اور بائیں ہاتھ میں حریر (ریشم) لیا اور فرمایا کہ میری امت کے مردوں پر یہ دونوں چیزیں حرام ہیں (ابوداؤد)

انگوٹھی کس دھات سے ہونی چاہئے :

علامہ یوسف نبھانیؒ نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے پتھر کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب پتھروں سے بت بنائے جاتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ارشاد فرمایا ”مالی اجد منک ریح الا صنم (مجھے تو آپ سے بتوں کی بدبو آ رہی ہے) اس شخص نے وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی کچھ روز بعد پھر آیا اس وقت اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مالی اری علیک حلیۃ اهل النار (میں تو تجھ پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں) یہ تو اہل دوزخ کا زیور ہے اس نے اس انگوٹھی کو بھی اتار کر پھینک دیا اور عرض کی یا رسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاندی کی مگر ایک مثقال سے زیادہ وزنی نہ ہو (وسائل الوصول الی شمائل الرسول)۔

(۸۶/۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ هُوَ الطَّنَافِيسِيُّ أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتِمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ فَضَّةٌ مِنْهُ.

ترجمہ! ہمیں محمود بن غیلان نے بیان کیا ان کے پاس حفص بن عمر بن عبید نے یہ روایت بیان کی جو دریاں بنانے والے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ابوخیثمہ زہیر نے حمید کے حوالے سے بیان کی انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے اخذ

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں ----- ۷۰

کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اس ہی کا تھا۔

راوی حدیث (۲۴۸) حفص بن عمر بن عبید الطنافسیؒ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فصہ منہ کی تشریح:

قال کان خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فضة فصہ منہ، منہ میں من تبعیض کے لئے ہے اور ضمیر خاتم کی طرف راجع ہے ای فصہ بعض الخاتم بخلاف ما اذا کان حجراً فانہ منفصل عنہ مجاور لہ (جمع ص ۱۷۲) (یعنی اس کا نگینہ اسی انگوٹھی کے جنس ہی کا حصہ تھا) (یعنی چاندی کا تھا) بخلاف اس کے کہ اگر کسی پتھر کا ہوتا تو اس صورت میں اس سے جدا ہوتا اور بطور مجاورت کے اس میں رکھا گیا ہوتا) فصہ منہ یعنی اس کا نگینہ بھی اسی کا تھا شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں ای فصہ من بعضہ لانہ حجر منفصل عنہ مجاور لہ (مناوی ص ۱۷۲) (یعنی اس کا نگینہ انگوٹھی کا ایک حصہ تھا نہ کہ وہ کوئی پتھر سے تھا کہ پہلے علیحدہ تھا اور اب اس میں رکھا گیا) ابوداؤد کی روایت ہے من فضة کله یعنی پوری کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی، دونوں روایات میں تطبیق اس سے قبل بھی عرض کر دی گئی ہے کہ آپؐ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں ایک حبشی نگینہ والی، اس سے مھر کا کام لیا جاتا تھا یہ معقیبؒ کے پاس ہوتی تھی۔ دوسری انگوٹھی صرف چاندی کی تھی جسے آپؐ کبھی کبھار استعمال فرماتے ہمیشہ نہ پہنتے اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

(۲) نگینہ کا موضع چاندی کا تھا نہ خود نگینہ وقیل معنی کونہ فصہ منہ ان موضع فصہ منہ فلا ینافی کون فصہ حجراً (مرقاة بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۷۸) (بعض حضرات اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ نگینہ کے رکھنے کی جگہ اس سے (چاندی) سے تھی (نہ کہ نگینہ) تو اس صورت میں یہ اس کے منافی نہ ہوگا کہ نگینہ کسی پتھر کا ہو)

شیخ عبدالرؤفؒ نے اپنی شرح میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم جعل خاتمہ فی یمینہ ثم انہ نظر الیہ وهو یصلی ویدہ علی فخذہ فنزعہ ولم یلبسہ (مناوی ص ۱۷۰) (کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے اپنی انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنی پھر اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک ران پر تھا تو اس کو نکال دیا اور نہیں پہنا)

مختلف روایات میں تطبیق:

انگوٹھی کے بارے میں متعدد اور مختلف روایات منقول ہیں۔ (۱) حلقہ اور نگینہ دونوں چاندی کے نہ تھے (۲) دونوں چاندی کے تھے (۳) ابوداؤد کی روایت خاتم من حدید اور اس پر فضہ کا خول چڑھا ہوا تھا (۴) سونے کی انگوٹھی بھی بنوائی تھی پھر اسے پھینک دیا اور چاندی کی بنوائی۔

صفات استعمال میں بھی اختلاف ہے (۱) دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے (۲) بعض روایات میں ہے کہ بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے (۳) خلاء کے وقت نکالتے تھے (۴) لا یلبسہ یعنی نہیں پہنتے تھے۔

(۵) ابوداؤد میں ہے خود نہیں بنوائی بلکہ حضرت عمرؓ سے مستعار لی (۶) حضرت خالدؓ سے لی شارحین تطبیق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ اوائل میں جب ضرورت پیش آئی تو حضرات صحابہؓ سے مستعار لی اور جب ضرورت شدید ہوئی تو پیتل اور پھر لوہے سے بنوائی پھر جب اسے اہل ناز کا زیور قرار دیا گیا تو آپؐ نے اسے ترک فرمایا اور سونے کی انگوٹھی بنوائی جب مردوں کے لئے سونے کے استعمال کی ممانعت آئی تو آپؐ نے اسے بھی چھوڑ دیا اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔

ایک روایت میں انگوٹھی کی اجمالی تاریخ:

قال دخل عمرو بن سعید بن العاص حين قدم من الحبشة على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما هذا الخاتم في يدك يا عمرو قال هذه حلقة يا رسول الله قال فما نقشها قال محمد رسول الله قال فاخذه رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان في يده حتى

قبض ثم فی ید ابی بکر حتی قبض ثم فی ید عمر حتی قبض ثم لبسه عثمان فبینما هو یحفر بئر ا لاهل المدینة یقال لها بئر اریس فبینما هو جالس علی شفتها یأمر بحفرها سقط الخاتم فی البئر وکان عثمان یكثر اخراج خاتمه من یده وادخاله فالتمسوه فلم یقدروا علیه فیحتمل ان هذا الخاتم هو الذی کان فصه حبشياً حیث اتی به من الحبشة .

(جمع ص ۱۷۲) (حضرت عمرو بن سعیدؓ جب حبشہ سے آئے تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا اے عمرو! تیرے ہاتھ میں یہ کیسے انگوٹھی ہے اس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ ایک حلقہ (گول چیز) ہے آپؐ نے فرمایا کہ اس کا نقش کیا ہے عمروؓ نے عرض کیا کہ ”محمد رسول اللہ“ حضور ﷺ نے ان سے وہ انگوٹھی لے لی اور آپؐ کے پاس ان کی وفات مبارک تک رہی پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس اس کی وفات تک پھر حضرت عمرؓ کے پاس اس کی وفات تک پھر اس کو حضرت عثمانؓ نے پہنا پس اس دوران جبکہ آپؐ مدینہ والوں کے لئے کنواں کھدوا رہے تھے جسے بئر اریس کہا جاتا تھا تو آپؐ کنویں کے کنارے بیٹھے اس کی کھدوائی کا حکم کر رہے تھے کہ اچانک وہی انگوٹھی کنویں میں گر گئی ادھر حضرت عثمانؓ کی عادت تھی کہ انگوٹھی پہنتے اور نکالتے تھے پس اس کو بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ ملی۔ تو اس انگوٹھی کے متعلق یہ احتمال ہے کہ یہ وہی انگوٹھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا کیونکہ یہ عمرو بن سعید نے حبشہ سے لائی تھی)

بئر اریس مدینہ منورہ اور قبا کے درمیان ایک کنواں ہے بعض روایات میں ہے کہ وہ کنواں خراب ہو گیا تھا حضرت عثمانؓ اس کی مرمت کر رہے تھے من پر بیٹھے تھے کہ وہ انگوٹھی ان سے کنویں میں گر گئی اور بعض روایات میں ہے کہ ان کے غلام معقیبؓ سے گر پڑی یہ انگوٹھی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے دور سے چلی آرہی تھی وہ اس کی حفاظت کرتے تھے اور مھر لگاتے وقت ان سے طلب کر لی جاتی تھی بظاہر صورت یہ پیش آئی ہوگی کہ انگوٹھی معقیبؓ محافظ کے ہاتھ میں تھی اور وہ بھی کنویں کے کنارے (من) پر بیٹھے تھے ایک ادھر ایک ادھر ایک دوسرے کو لیتے دیتے گر گئی ہوگی۔

(۸۷/۴) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ قِيلَ لَهُ إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا فَكَانَتْ تُنْظَرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِّهِ.

ترجمہ! ہمیں اسحق بن منصور نے بیان کیا۔ ان کو معاذ بن ہشام نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے قتادہ کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے اس حدیث کی سماعت حضرت انس بن مالک (خادم رسول) سے کی۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بغیر مہر والے خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی اب گویا میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔

امراء عجم کو دعوتی خطوط:

قال لما اراد رسول الله صلى الله عليه وسلم... والمراد بالعجم ما عدا العرب فيشمل الروم وغيرهم (مواهب ص ۸۷) (یعنی عجم سے مراد عرب کے علاوہ سب ملک مراد ہیں اس لئے روم وغیرہ سب کو شامل ہو گئے) عجمی بادشاہوں کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعوتی) خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا یہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد ہجرت کے چھٹے یا ساتویں سال کا قصہ ہے تو آپ نے مختلف سربراہان ممالک کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے ملک فارس کے حکمران (کسری) کو عبداللہ بن حذافہ سہمی خط لے کر گئے روم کے حکمران ہرقل یعنی قیصر کے نام حضرت دجیہ کلبی خط لے کر گئے اور حبشہ کے حکمران اصحمتہ یعنی نجاشی کے نام عمرو ابن امیہ الضمری خط لے کر گئے۔

واول من ارسل الكتب وختمها سيدنا سليمان حين ارسل كتابه الى بلقيس (تحفاته ص ۱۳۴) (پہلا وہ شخص جس نے خطوط مہر شدہ بھیجے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جبکہ اس

نے اپنا خط ملکہ بلقیس کو بھیجا)

مھر بنوانے کا مشورہ:

قیل له ان العجم لا يقبلون ... یعنی وہ لوگ بغیر مھر کے خطوط دستاویزات کو توجہ و اعتماد کی حیثیت نہیں دیتے اور جس خط پر مھر ہو وہ اسے قابل احترام اور لائق توجہ سمجھتے ہیں۔

فاصطنع خاتما فالترکیب علی حد قولہم بنی الامیر المدینة والصانع کان یعلی بن امیة (مواہب ص ۸۷) (پس آپ نے انگوٹھی بنوائی تو یہاں فاصطنع خاتماً کی ترکیب اور عبارت عرب کے محاورہ بنی الامیر المدینة جیسے ہوئی (یعنی نسبت الی الامر کے قبیل سے ہوئی) اور حضور ﷺ کے انگوٹھی بنانے والے یعلی بن امیہ تھے) تو حضور اقدس نے ان کا مشورہ

قبول فرمایا ویدل علی حسن استماع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لمشورة اصحابہ وتنفيذها فوراً فیما یعود علی الاسلام من نفع کبیر او صغیر (اتحافات ص ۱۳۴)

حدیث مذکور اس پر دلالت کر رہی ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ کے مشورہ کو اچھی طرح سنتے اور اس میں دین اسلام کا تھوڑا بہت نفع بھی ہوتا تو فوراً اس پر عمل کرتے ہوئے نافذ فرمادیتے) اور اپنے نام مبارک کی انگوٹھی بنوائی جس کی سعادت حضرت یعلی بن امیہ کے حصہ میں آئی۔ دارقطنی میں ہے کہ یعلی بن امیہ نے فرمایا انا صنعت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتماً لم یشر کئی فیہ احد نقشت فیہ محمد رسول اللہ (کہ میں نے حضور ﷺ کے لئے انگوٹھی بنائی اس کے بنانے میں میرے ساتھ کوئی شریک نہ تھا اس میں ”محمد رسول اللہ“ کا نقش میں نے بنایا۔

شیخ عبدالرؤف لکھتے ہیں وفیہ ندب معاشرۃ الناس بما یحبون وترک ما یکرہون واستیلاف العدو بما لا یضر ولا محذور فیہ شرعاً (مناوی ص ۱۷۴) (اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ان چیزوں میں جو کہ وہ پسند کرتے ہیں اور چھوڑنا ان کی ناپسندیدہ چیزوں کو اور دشمن کے ساتھ نرمی اور محبت کا ایسا برتاؤ جس میں نہ دین کا نقصان اور نہ کوئی خلاف شرع بات ہو مستحب ہے)

حضرت انسؓ کا اتقان اور کمال استحضار:

فکانی انظر الی بیاضہ فی کفہ حضرت انسؓ کے دل و دماغ اور ایقان و استحضار اور خلوص و محبت کا کیا کہیے گویا اس وقت بھی وہ سفیدی ان کی نگاہوں میں جلوہ آراء ہے۔

علامہ البیجوریؒ فرماتے ہیں وفی هذا اشارة الی کمال اتقانه واستحضاره لهذا الخبر حال الحکایة کانه یخبر عن مشاہدہ (مواہب ص ۸۷) اور اس میں اشارہ ہے کہ حکایت کرتے وقت بھی وہ خبر اور حدیث اس کو مستحضر اور یاد ہے گویا وہ بالکل مشاہدہ کر کے خبر دے رہا ہے)

اس روایت سے یہ بھی واضح ہے کہ وہ انگوٹھی تمام کی تمام چاندی سے تھی۔

تنبیہ:

هذا الحدیث رواہ جمع منهم ابن عدی عن ابن عباس باتم من هذا ولفظه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یکتب کتاباً الی الاعاجم یدعوہم الی اللہ تعالیٰ فقال رجل یا رسول اللہ! انہم لا یقبلون الا کتاباً مختوماً فامر ان یعمل لہ خاتم من حدید فجعلہ فی اصبعہ فاتاہ جبریل فقال انبذہ من اصبعک فنبذہ من اصبعہ وامر بخاتم آخر یصاغ لہ فعمل لہ خاتم من نحاس فجعلہ فی اصبعہ فقال لہ جبریل انبذہ فنبذہ وامر بخاتم آخر یصاغ لہ من ورق فجعلہ فی اصبعہ فافقرہ جبریل (مناوی ص ۱۷۴) (یہ حدیث ایک بڑی جماعت سے مروی ہے جن میں سے ابن عدیؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے اسے ذرا مفصل بیان کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے عجمی بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ کیا جس میں ان کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا مقصود تھا تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! کہ وہ لوگ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے آپؐ نے لوہے کے انگوٹھی بنانے کا حکم فرمایا پھر اس کو اپنی انگلی مبارک میں پہنا پس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اپنی انگلی سے نکال کر پھینک دے آپؐ نے تعمیلاً وہ پھینک دی اور فرمایا کہ دوسری انگوٹھی تیار کی جائے پھر آپؐ کے لئے تانبے کی انگوٹھی بنائی گئی آپؐ نے انہی میں پہنی پھر

جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اس کو بھی پھینک دے آپ نے اس کو بھی پھینک دیا اور ایک اور انگوٹھی چاندی کی بنانے کا حکم فرمایا پھر اس کو اپنی انگلی مبارک میں پہنا حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے برقرار رکھا)

(۸۸/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَىٰ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُولٌ سَطْرٌ وَاللَّهُ سَطْرٌ.

ترجمہ! ہمیں محمد بن یحییٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو محمد بن عبداللہ انصاری نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے ثمامہ کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے یہ حدیث حضرت انس بن مالک سے سماعت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا اس طرح پر کہ محمد ایک سطر میں تھا رسول دوسری سطر میں لفظ اللہ تیسری سطر میں۔

راویان حدیث (۲۳۹) محمد بن عبداللہ الانصاری (۲۵۰) ابی یعنی عبداللہ بن المثنیٰ اور (۲۵۱) ثمامہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقش مہر ختم نبوت:

قال كان نقش خاتم النبي صلى الله عليه وسلم

شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں ظاہر روایۃ البخاری ان محمد فی السطر الاول ورسول فی السطر الثانی ولفظ الجلالة فی السطر الثالث (اتحافات ص ۱۳۵) (بخاری شریف کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ”محمد“ پہلی سطر میں اور لفظ ”رسول“ دوسری سطر میں اور لفظ ”اللہ“ تیسری سطر میں) محدث شہیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ مہر نبوی کی صورت

اللہ
رسول
محمد

کی تھی کہ

اللہ کا نام سب سے اوپر تھا مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ طاہر الفاظ سے

محمد
رسول
اللہ

معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۸۹/۶) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَبُو عَمْرٍ وَ ابْنَانَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيَّ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتِمٍ فَصَاغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمًا حَلَقْتُهُ فِضَّةً وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ..

ترجمہ! ہمیں نصر بن علی جہضمی ابو عمرو نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس روایت کی خبر نوح بن قیس نے خالد بن قیس کے حوالے سے دی انہوں نے یہ حدیث قتادہ سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت انس سے سنی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ لوگ بدون مہر کے خطوط کو قبول نہیں کرتے اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں محمد رسول اللہ منقوش تھا۔

راویان حدیث (۲۵۲) نصر بن علی الجہضمی (۲۵۳) نوح بن قیس اور (۲۵۴) خالد بن قیس کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کسریٰ، قیصر اور نجاشی کو دعوتی خطوط:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی کسریٰ و قیصر و النجاشی ...

کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا۔ کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ عبد اللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا کسریٰ نے آپ کے والا نامہ مہارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر بددعا فرمائی کہ حق تعالیٰ جل شانہ اس کے ملک کو

ٹکڑے ٹکڑے فرمادے چنانچہ ایسا ہی ہوا شاہِ روم کے پاس دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا۔ وہ باوجود یقینِ نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمیریؓ کے ہاتھ خط لکھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جن پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوة الجنازہ پڑھی یہ اور نجاشی ہیں ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ جات تو متعدد ہیں جو کتب سیر و حدیث میں مفصل مذکور ہیں۔ گرامی نامہ جات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے حدیثِ بالا میں تین والا نامہ جات کا ذکر ہے جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مکتوب مبارک کسریٰ پرویز کے نام:

ایک والا نامہ کسریٰ کے نام ہے فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا اس کسریٰ کا نام پرویز تھا جو نوشیرواں کا پوتا تھا والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الهدی و آمن باللہ ورسولہ وشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد اعبده ورسولہ ادعوک بدعاية اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس كافة لیندر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلیم فان تولیت فان علیک اثم المجوس (زرقانی)

ترجمہ! بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کی پکار (یعنی کلمہ شریف) کی دعوت دیتا ہوں اسلئے کہ میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اسلئے بھیجا گیا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل ہے کہ بے عقل آدمی بمنزلہ مردہ کے ہے) اور تاکہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے (اور کل قیامت میں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم کو علم نہ ہو سکا) تو اسلام لے

آ۔ تاکہ سلامتی سے رہے ورنہ تیرے اتباع مجوس کا بھی وبال تجھ پر ہوگا کہ وہ تیری اقتدار میں گمراہ ہو رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو یہ خط دیکر روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسریٰ کا گورنر جو بحرین میں رہتا ہے اس کے ذریعہ سے کسریٰ تک پہنچادیں چنانچہ اسی ذریعہ سے وہاں تک خط لیکر پہنچے کسریٰ نے یہ والا نامہ پڑھوا کر سنا اور اس کو چاک کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو حضورؐ نے اس کے لئے بددعا فرمائی اور اس کے بیٹے شیرویہ نے بری طرح سے اس کو قتل کیا جس کا قصہ کتب توارخ میں مذکور ہے۔

مکتوب مبارک شاہِ روم قیصر کے نام:

دوسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا اس کا نام مؤرخین کے نزدیک ہرقل تھا یہ والا نامہ حضرت دجیہ کلبیؓ کے ہاتھ بھیجا گیا مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضور اقدسؐ کے والا نامہ کو نہایت اعزاز و اکرام سے رکھا حضورؐ کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کر لئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی اس والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الهدیٰ اما بعد فانی ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثما الیریسین ویا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا ربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون . (بخاری اعلام السائلین (یا اہل الکتاب سے اخیر تک قرآن پاک کا مضمون ہے جو سورہ آل عمران کے چھٹے رکوع میں ہے)

ترجمہ! بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار) ہے سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے حمد و صلوة کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آتا کہ سلامتی سے رہو اور حق

تعالیٰ جل شانہ دوہرا اجر تجھ کو عطا فرمائے

(کہ اہل کتاب کے لئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ قرآن پاک میں سورہ حدید کے ختم پر اس کا ذکر ہے) اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیسا کہ احبار اور رحبان کو بنایا جاتا تھا اور اگر اس کے بعد بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم ان سے کہدو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں) ہم تو اپنے مسلک دین اسلام کا صاف اعلان کرتے ہیں اب تم جانو اور تمہارا کام)

حضرت دجیہؓ جب اس والا نامہ کو لیکر گئے اور قیصر کے سامنے پڑھا گیا تو اس کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا وہ نہایت غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ اس خط کو مجھے دو۔ چچا یعنی قیصر نے کہا تو کیا کریگا۔ اس نے کہا یہ خط پڑھنے کے قابل نہیں ہے اس میں آپ کے نام سے ابتداء نہیں کی اپنے نام سے کی ہے پھر آپ کو بادشاہ کے بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قیصر نے کہا تو بے وقوف ہے یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے شخص کے خط کو پھینک دوں جس کے پاس ناموس اکبر (حضرت جبرائیلؑ) آتے ہوں اگر وہ نبی ہیں تو ان کو ایسے ہی لکھنا چاہئے اس کے بعد حضرت دجیہؓ کو بڑے اعزاز و اکرام سے ٹھہرایا قیصر اس وقت سفر میں تھا واپسی پر اس نے اپنے ارکان و امراء سلطنت کو جمع کیا اور جمع کر کے ان سے کہا کہ میں تم کو ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو سراسر خیر و فلاح ہے اور ہمیشہ کے لئے تمہارے ملک کے بقا کا ذریعہ ہے بے شک یہ نبی ہیں ان کا اتباع کر لو اور ان کی بیعت اختیار کر لو اس نے ایک بند مکان میں جہاں سب طرف کے کواڑ بند کرائے گئے تھے اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی وہ لوگ اس قدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور و شغب ہو گیا ادھر ادھر بھاگنے لگے مگر کواڑ سب بند تھے دیر تک ہنگامہ برپا رہا۔ اس کے بعد اس نے سب کو

چپ کرایا اور تقریر کی کہ درحقیقت ایک مدعی نبوت پیدا ہوا ہے میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو اب مجھے اس کا اندازہ ہو گیا وہ لوگ اس کے سامنے اپنی عادت کے موافق سجدے میں گر گئے اس کے بعد ان کو شاباشی وغیرہ دیکر رخصت کیا بعض روایات میں ہے کہ اس نے خط کو پڑھ کر چوماسر پر رکھا اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیا اور پوپ کو طلب کیا اس سے مشورہ کیا اس نے کہا بے شک یہ نبی آخر الزمان ہیں جن کی بشارتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں قیصر نے کہا مجھے بھی اس کا یقین ہے مگر اشکال یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور میری سلطنت جاتی رہے گی۔ (اعلام السائلین)

قیصر روم (ہرقل) کا تجارتی قافلہ سے مکالمہ:

جس وقت یہ والا نامہ سفر کی حالت میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اس وقت اپنی مذہبی ضرورت کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا اس نے تحقیق حالات کے لئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے۔

یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب عمرہ حدیبیہ کے بعد حضور اقدس ﷺ کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہد نامہ اور صلح نامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کی جائے ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح کے زمانے میں ملک شام میں گیا ہوا تھا کہ اس اثنا میں ہرقل کے نام حضور کا والا نامہ بھی پہنچا جس کو دچیہ کلبی لیکر گئے ہرقل کے پاس جب گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے ان لوگوں نے کہا کہ ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں اس پر ہماری طلبی ہوئی چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کی ہمراہ اس کے پاس گیا ابن نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعویٰ ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے میں نے کہا کہ میں سب

میں زیادہ قریب ہوں اس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے یہ کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم سب غور سے سنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اس کو ظاہر کر دینا ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوف بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعے سے مجھ سے حسب ذیل سوالات کیے۔

ابوسفیان سے سوالات اور ان کے جوابات:

س: یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟ ج: ہم میں بڑا عالی نسب ہے س: ان کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ کوئی نہیں ہوا۔ س: نبوت کے دعوے سے قبل تم کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے؟ ج: کبھی نہیں۔ س: ان کے متبعین قوم کے شرفاء ہیں یا معمولی درجے کے آدمی؟ ج: معمولی درجے کے لوگ۔ س: ان کے متبعین کا گروہ بڑھتا جا رہا ہے یا کم ہوتا جاتا ہے؟ ج: بڑھتا جاتا ہے۔ س: ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے بدل ہو کر کوئی دین سے پھر بھی جاتے ہیں یا نہیں؟ ج: نہیں۔ س: تمہاری ان کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی ہے یا نہیں؟ ج: ہوئی ہے۔ س: جنگ کا پانسہ کیسا رہا؟ ج: کبھی وہ غالب ہو جاتے کبھی ہم غالب ہو جاتے س: کبھی انہوں نے بد عہدی کی ہے؟ ج: نہیں۔ لیکن آج کل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہے نہ معلوم وہ اس کو پورا کریں گے یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس ایک کلمہ کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملا دوں۔ س: ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ ج: نہیں۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے پوچھا کہ بد عہدی کا کیوں خوف ہے تو ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے خلیفوں کی اس کے خلیفوں کے خلاف مدد کی ہے اس پر ہرقل نے کہا کہ جب تم ابتداء کر چکے ہو تو تم زیادہ بد عہد ہوئے۔

ابوسفیان کے جوابات پر ہرقل کا تبصرہ:

اس کے بعد ہرقل نے از سر نو سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارہ میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا انبیاء اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانے سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفاء ہیں یا کمزور لوگ۔

تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں ہمیشہ سے انبیاء کا اتباع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں (کہ شرفاء کو اپنی نخوت دوسروں کی اطاعت سے روکتی ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعویٰ سے قبل تم دروغ گوئی کا الزام ان پر لگاتے تھے یا نہیں تم نے انکار کر دیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر ہی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو (مگر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ کے متعلق کیا جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے تم نے اس سے انکار کر دیا۔ ایمان کی یہی خاصیت ہے جس کی بشاشت دلوں میں گھس جاھے میں نے پوچھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تم نے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں۔

ایمان کا خاصہ یہی ہے کہ دین کی تکمیل ہو جائے۔ میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب۔ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انہی کے لئے ہوتا ہے میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا یہی انبیاء کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تم نے اس سے انکار کیا میں نے خیال کیا تھا کہ اگر کسی نے ان سے قبل یہ دعویٰ کیا ہو گا تو میں سمجھوں گا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے۔

بے شک وہ نبی ہیں:

اسکے بعد ہر قتل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا، صدقہ کرنے کا، صلہ رحمی کا، عفت و پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں ہر قتل نے کہا اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تم نے بیان کیے تو وہ بے شک نبی ہیں مجھے تو یہ یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہوں گے اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان سے ملنے کی خواہش کرتا (مگر اپنے قتل و سلطنت کے زوال کے خوف سے جا نہیں سکتا) اور میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ ان کی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے جہاں میں ہوں۔ ہر قتل کے اور بھی بہت سے قصے حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ یہ اپنی کتاب کا بھی ماہر تھا اور نجوم میں بھی مہارت رکھتا تھا اسلئے اس کو پہلے سے اس قسم کے خیالات ہو رہے تھے اور تحقیقات کر رہا تھا بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے اس والا نامہ کو نہایت احتیاط سے صندوق میں سونے کی ایک نلکی میں محفوظ رکھا جو نسلاً بعد نسل اسی طرح اس کی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

مکتوب بنام نجاشی :

تیسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے نجاشی کے نام تھا یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہوتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بادشاہ حبشہ میں گزرے ہیں پہلے کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام نے ان کی سلطنت حبشہ میں اس وقت ہجرت کی تھی جب کہ یہ مسلمان بھی نہ ہوئے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمیر کے ہاتھ ان کے پاس بھی بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملک الحبشة سلم انت فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا هو الملک القلوس السلام المؤمن المہیمن و اشہدان عیسیٰ بن مریم روح اللہ و کلمة القاہا الی مریم البتول الطیبة الحصیة

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 فحملت به فخلقہ من روحہ ونفخہ کما خلق ادم بیدہ وانی ادعوک الی اللہ وحدہ
 لا شریک لہ والموالاة علی طاعته وان تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی
 ادعوک وجنودک الی اللہ عزوجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام
 علی من اتبع الهدی .

ترجمہ! بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حبشہ کے
 بادشاہ نجاشی کے نام۔ تم صلح پسند ہو میں اس اللہ کی تعریف تمہارے پاس پہنچاتا ہوں جس
 کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے
 (یا بندے اس کے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا ہے، نگہبان ہے (کہ بندوں کی
 آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ
 کی ایک روح اور اس کے وہ کلمہ تھے جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے پاک و صاف کنواری مریم
 کی طرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو
 اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈال دی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو
 (بغیر باپ) کے اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا میں تمہیں اسی وحدہ لا شریک لہ کی بندگی
 کی دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف
 بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لیکر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ۔ بلاشبہ میں اللہ
 کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تم کو اور تمہارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں میں حق بات تم
 تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا۔ تم میری نصیحت قبول کر لو اور سلام (یا سلامتی) اس شخص
 پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اس والا نامہ
 پر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے
 بہر حال انہوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے ایمان کا
 اقرار کیا اور اس کا اقرار کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف
 بہ حرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ نماٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت

اقدس میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں غرق ہو گئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمتِ اقدس میں نہ پہنچ سکا خود ان نجاشی کا وصال بھی حضورؐ کی حیات ہی میں ہو گیا تھا اور حضورؐ نے غائبانہ ان کی جنازہ کی نماز پڑھی (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی مسئلہ کی بحث ہے جس کی یہ جگہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک ان کی خصوصیت تھی)

دوسرے نجاشی کے نام مکتوب مبارک:

ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی بادشاہ ہوا اس کے پاس بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ ارسال فرمایا جو حسب ذیل ہے۔

هذا كتاب من النبي صلى الله عليه وسلم الى النجاشي عظيم الحبشة سلام على من اتبع الهدى وامن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له لم يتخذ صاحبة ولا ولدا وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعاية الله فاني انا رسوله فاسلم تسلم يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون فان ابیت فعلیک اثم النصارى .

ترجمہ! یہ خط اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی کے نام ہے جو حبشہ کا بڑا سردار ہے سلام اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ذات ہے نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ بیوی ہے اس کے لئے نہ اولاد اور اس کا اقرار کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں اللہ کی پکار یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تجھ کو دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا سلامتی سے رہے گا اے اہل کتاب! آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا اگر اس کے بعد بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم کہدو کہ تم لوگ گواہ رہو اس کے کہ ہم مسلمان ہیں (بے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں) اے نجاشی! اگر تو میری دعوت کے قبول کرنے

سے انکاری ہو تو نصاریٰ کا گناہ بھی (بوجہ اس کے کہ وہ تیرے متبع ہیں) تجھ پر ہوگا۔ فقط
اس خط میں غالباً حسب معمول بسم اللہ بھی ہوگی مگر میں نے جہاں سے نقل کیا ہے
اس میں نہیں ہے ان نجاشی کے متعلق یہ محقق نہ ہو سکا کہ یہ اسلام لائے یا نہیں ان کا کیا نام تھا
اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث بالا میں تیسرا خط جو نجاشی کے نام ہے وہ یہی نجاشی
ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے
جن کے جنازہ کی نماز حضور نے پڑھی اور یہی صحیح ہے اگرچہ بعض محدثین نے صرف پہلے ہی
نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔ (خصائل)

(۹۰/۷) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ اَنْبَاَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ
هَمَّامٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ.

ترجمہ! ہمیں اسحق بن منصور نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو سعید بن عامر اور حجاج بن
منہال نے خبر دی انہوں نے یہ روایت ہمام سے اور انہوں نے ابن جریج سے نقل کی۔ وہ یہ
روایت زہری سے اور وہ صحابی رسول حضرت انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں۔ وہ
فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی
نکال کر تشریف لے جاتے۔

راویان حدیث (۲۵۵) سعید بن عامر (۲۵۶) حجاج بن منہال اور (۲۵۷) ابن جریج
کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی پہنے ہوئے بیت الخلاء جانے کا حکم:

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل الخلاء ... الخلاء قضاء حاجت کی جگہ کو کہتے
ہیں الخلاء فی الاصل المحل الخالی ثم استعمل فی المحل المعد لقضاء الحاجة
(مناوی ص ۱۷۷) (خلاء اصل میں خالی جگہ کو کہتے ہیں پھر عرف میں قضاء حاجت) (بول

وہ (براز) کی جگہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے) آپ کی انگوٹھی کی مہر مبارک میں کندہ الفاظ متبرک تھے وہ اسمِ معظم بلکہ جملہ من القرآن پر مشتمل تھے اسلئے ان کا بیت الخلاء میں ساتھ لے جانا ناپسندیدہ تھا نامِ معظم کی حرمت، احترام، ادب اور عظمت کی وجہ سے انگوٹھی کو جانے سے پہلے اتار لیتے تھے اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ ایسی انگوٹھی جس میں متبرک نام ہو بیت الخلاء لے جانا مکروہ ہے۔

بعض نے مکروہ تنزیہی اور بعض نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

(۹۱/۸) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ فَكَانَ فِي يَدِهِ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ حَتَّى وَقَعَ فِي بئرِ اَرِيْسِ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ..

ترجمہ! ہمیں یہ روایت اسحق بن منصور نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبد اللہ بن نمیر نے خبر دی۔ ان کو عبید اللہ بن عمر نے حدیث کی خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت نافع سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضور کے دست مبارک میں رہی، پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عمرؓ کے، پھر حضرت عثمانؓ کے۔ پھر ان ہی کے زمانے میں بئر اریس میں گر گئی تھی اس انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

راوی حدیث (۲۵۸) عبد اللہ بن نمیر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاتم نبوی، خلفاء کے پاس:

اتخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم خاتما من ورق فكان في يده ... یہ انگوٹھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی اس کے دو معنی محتمل ہیں۔ (۱) آپ ہاتھ میں

پہنتے تھے کما ذکرہ المناوی ای فی خنصر یدہ الیمنی فہو من باب اطلاق الكل و ارادة الجزء (مناوی ص ۱۷۸) و کما یدل علیہ الحدیث السابق کان اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ (جیسے مناوی نے ذکر کیا ہے یعنی دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں تو اس صورت میں یہ از باب اطلاق الكل و ارادة الجزء کے قبیل سے ہوگا یعنی ذکر کل کا اور اس سے مراد جز ہے یعنی یہاں ذکر ہاتھ کا ہے اور مراد انگلی ہے اور جیسے کہ اس پر پہلی حدیث بھی دال ہے کہ جب آپ بیت الخلاء جاتے تو اپنی انگوٹھی نکال لیتے تھے)

(۲) یا وہ آپ کے قبضہ تصرف میں تھی حسب ضرورت اس سے مہر لگایا کرتے تھے اگلے باب کی روایت کے مطابق وہ آپ کے بدری صحابی حضرت معقیب کی تحویل میں رہتی تھی اور آپ نے ان کو اس کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ خلافت (تقریباً دو سال تین ماہ) میں ان کے تصرف میں رہی۔ اس کے بعد حضرت عمر کے زمانہ خلافت (دس سال چھ ماہ) میں ان کے زیر استعمال رہی۔ پھر امیر المومنین حضرت عثمان کے زمانہ خلافت (بارہ سال) میں چھ سال تک ان کے قبضہ و تصرف میں رہی و ثم هنا للتراخی فی الرتبة (مواہب ص ۹۰) (ثم یہاں تراخی رتبہ کے لئے ہے) ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تینوں خلفاء کرام اس خاتم مبارک سے مہر کا کام لیتے تھے اور تبرک کا بھی ای للختم بہ وللتبرک (مہر اور تبرک کے لئے) امام نووی اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں وفی الحدیث التبرک باثار الصالحین و لبس ملا بسہم و التیمن بہا (مناوی ص ۱۷۸) (اور حدیث شریف سے تبرک بہ آثار صالحین حاصل کرنا اور ان کے ملا بس (انگوٹھی کیڑے وغیرہ) پہننا اور ان سے برکت حاصل کرنا معلوم ہو رہا ہے)

انگوٹھی کا بئر اریس میں گرنے کا واقعہ:

حتی وقع فی بئر اریس یہاں تک کہ وہ اریس کے کنویں میں گر گئی مسجد قباء کے قریب اریس کا کنواں ہے۔ ہو بستان معروف و البئر قریۃ من مسجد قباء و کان سیدنا عثمان

جالساً علیہا (اتحافات ص ۱۳۷) (یہ ایک مشہور کنواں مسجد قباء کے قریب ہے حضرت عثمانؓ اس کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے) ونسب الی رجل من الیہود اسمہ اریس (مواہب ص ۹۰) (اور یہ کنواں یہودیوں میں سے ایک شخص جس کا نام اریس تھا کو منسوب ہے) حضرت عثمانؓ نے مسلسل تین روز تک اس سے پانی نکلوایا اور بالکل تہہ تک صاف کروایا مگر انگوٹھی نہ ملی

شیخ ابراہیم لیجوریؒ فرماتے ہیں - وفی وقوعہ اشارۃ الی ان امر الخلافة کان منوطاً بہ فقد توصلت الفتن وتفرقت الكلمة وحصل الهرج ولذلك قال بعضهم کان فی خاتمہ صلی اللہ علیہ وسلم مافی خاتم سلیمان من الاسرار لان خاتم سلیمان لما فقد ذهب ملکہ وخاتمہ صلی اللہ علیہ وسلم لما فقد من عثمان انتقض علیہ الامر وحصلت الفتن التي افضت الی قتله واتصلت الی اخر الزمان (مواہب ص ۹۰) (حضرت عثمانؓ سے انگوٹھی گر جانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت (محفوظہ) اس کے سہارے معلق تھی پس اس کے بعد پے درپے فتنے اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی شروع ہوئی اور خرابی وفسادات پیدا ہوتے گئے اس لئے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی اس انگوٹھی میں وہی اسرار ورموز تھے جو حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی میں تھے اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی جب گم ہوئی تو اس کی بادشاہی ختم ہو گئی اور جب حضور ﷺ کی انگوٹھی حضرت عثمانؓ سے گم ہوئی تو اس کی خلافت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے لگی اور ایسے فتنے وفساد شروع ہوئے جن کی نوبت آپؐ کی شہادت تک پہنچی اور پھر آخر تک یہ سلسلہ رہا)

قال جلال الدین السیوطیؒ و لعل سقوط الخاتم من ید عثمان ہو سبب مالا قاہ عثمان من فتنہ وبلاء واللہ اعلم (اتحافات ص ۱۳۷) (امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاید حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے انگوٹھی کا گرنا یہی سبب بنا ان فتنوں اور مصیبتوں کا جو آپؐ کو پہنچیں)

دنیا میں اشیاء کی تاثیر خواص کے اعتبار سے ہے اہل السنۃ والجماعت کا یہی

عقیدہ ہے کہ عادت یوں ہی جاری ہے لازم و ملزوم کوئی چیز نہیں ورنہ آگ حضرت ابراہیمؑ کو جلادیتی، چھری اسماعیلؑ کو ذبح کر دیتی ایسے اسی خاتم نبوی کا خاصہ غلبہء امن و سلامتی تھا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا خاصہ ”سلطنت“ تھا انگوٹھی کے گرنے پر یہی مقدر بعلم اللہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے دور سے شرور و فتن شروع ہوں گے اسلئے انگوٹھی کو ضائع کروادیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

=====

باب ما جاء في ان النبي صلى الله عليه وسلم

كان يتختم في يمينه

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے

گذشتہ باب میں مہر نبوی کی حقیقت اور نقش مہر نبوت کا بیان تھا اس باب میں مہر نبوت کے استعمال کا بیان ہے ومن هذا الباب بیان کیفیت لبسہ (مواہب ص ۹۰) (اور اس باب میں حضور ﷺ کے (انگوٹھی) پہننے کی کیفیت کا بیان ہے)

تختم فی الیمین افضل ہے:

تختم: لبس الخاتم کو کہتے ہیں اس ترجمۃ الباب کے انعقاد سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک تختم فی یمینہ کی روایات تختم فی اليسار سے راجح ہیں بل قال فی جامعہ روی عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم تختم في يساره وهو لا يصح .
 (مواہب ص ۹۰) (بلکہ مصنف نے اپنی تصنیف جامع ترمذی میں حضرت انس کی اس روایت کے متعلق کہ حضور ﷺ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے کہا کہ یہ غیر صحیح ہے) تاہم جمہور محدثین کے نزدیک تختم فی اليسار کی روایات بھی ساقط الاعتبار نہیں ہیں کہ وہ ناقابل احتجاج ہوں۔

لہذا ما بہتھی فرماتے ہیں کہ آپؐ ابتداء میں تختم بالیمین کرتے تھے اور آخر میں تختم باليسار ہو گیا اس کا شاہد انہوں نے ایک حدیث پیش کی۔ کان النبي صلى الله عليه وسلم يتختم في يمينه ثم حول الى يساره آخر الامرین (کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے پھر آخر میں ہاتھ کو تبدیل کر دیا) گویا تختم باليسار ہوا۔

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 امام نوویؒ فرماتے ہیں فقہاء کرامؒ کا دونوں صورتوں کے جواز پر اجماع ہے اختلاف صرف اولویت اور افضلیت میں ہے باقی رہا یہ سوال کہ جب آپؐ ہمیشہ تیا من کو پسند فرماتے تھے تو انگوٹھی پہننے میں یسار کو کیوں اختیار کیا گیا تو وجہ اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ تزیین مقصود نہیں ہونا چاہئے یمین میں تو تزیین کے لئے پہنا جاتا ہے اسلئے آپؐ نے تختہ بالیمین کو ترک فرمایا اور تختہ بالیسار کرنے لگے تزیین سے احتراز کی خاطر نگینہ کو بھی تو اندر کی طرف رکھتے تھے۔

شعارِ روافض ہونے کی توجیہ کی تردید:

در مختار میں قہستانیؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا روافض کا شعار ہو گیا تھا اسلئے علماء نے کہا کہ اس سے احتراز واجب ہے اور فساق کی تشبیہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں یہ توجیہ قابل اعتناء نہیں و کونہ صار شعار الروافض لا اصل له (مواہب ص ۹۱) (اور یہ کہہ دینا کہ (دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا) روافض کا شعار ہو گیا تھا اس قول کی کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہے)

باب میں نو احادیث ہیں ای باب بیان اخبار الواردة فی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس الخاتم فی یمینہ (مواہب ص ۹۰) (یعنی یہ باب ان احادیث کے متعلق ہے جن میں حضور ﷺ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا بیان ہے) خلاصہ یہ کہ اس باب میں توسع ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دائیں ہاتھ میں اور کبھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے۔ و کان التختہ فی الخنصر فی الحالین (اتحافات ص ۱۳۸) (اور حضور ﷺ کا انگوٹھی پہننا دونوں حالتوں (چاہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں میں) چھنگلی میں ہوتا)

(۹۲/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُهَيْلٍ بْنُ عَسْكَرِ الْبَغْدَادِيِّ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 قَالَا أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ

أَبِي نَمْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِينِهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي نَمْرٍ نَحْوَهُ.

ترجمہ! ہمیں محمد بن سہیل بن عسکر بغدادی اور عبداللہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو یحییٰ بن حسان نے اس روایت کی خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن بلال نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے حوالے سے اس حدیث کی خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت ابراہیم بن عبداللہ بن حنین سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اخذ کی۔ وہ یہ روایت حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

راویان حدیث (۲۵۹) محمد بن سہل البغدادی (۲۶۰) یحییٰ بن حسان (۲۶۱) سلیمان بن بلال (۲۶۲) شریک بن عبداللہ (۲۶۳) ابراہیم بن عبداللہ (۲۶۴) عن ابیہ اور (۲۶۵) احمد بن صالح کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک:

کان یلبس خاتمہ فی یمینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے کیونکہ انگوٹھی پہننا نوع تکریم سے ہے لہذا دایاں ہاتھ اس کے لئے بہتر اور زیادہ مستحق ہے لان التختم فیہ نوع تشریف وزینة والیمن بہما اولی (مناوی ص ۱۸۶) اس لئے کہ انگوٹھی پہننے میں ایک قسم کی شرافت اور زینت ہے اور دایاں ہاتھ ان دونوں باتوں کے ساتھ زیادہ مناسب ہے (مصنف نے امام بخاری سے نقل کیا ہے ان التختم فی الیمن اصح شئی فی هذا الباب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب ص ۹۱) (کہ بے شک نبی کریم ﷺ سے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا اس باب میں زیادہ اصح صورت ہے) اور ظاہر ہے کہ تختم فی الیمن اصح ہے فلا وجہ للعدول عن ترجیح

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 افضلیتہ (مواہب ص ۹۱) (اس کو) دائیں ہاتھ میں پہننے کی افضلیت کے راجح ہونے
 میں کوئی وجہ عدول کی نہیں۔

باقی رہا روایات کا اختلاف تو ان میں تطبیق اس سے قبل بھی عرض کر دی گئی ہے کہ (۱) دونوں
 قسم کے روایات (روایات یمن و روایات یسار) کا تعلق مختلف احوال و حالات سے ہے
 (۲) یا آپ کی دو انگوٹھیاں تھیں جیسا کہ مافصہ حبشی (جس کا نگینہ حبشی تھا) اور وما
 فصہ منہ (جس کا نگینہ اسی (حلقہ) کے جنس سے تھا) کے درمیان تطبیق کی گئی ہے۔

مذہب مختار اور حافظ عراقی کے اشعار:

ملا علی قاری دائیں ہاتھ میں پہننے کی افضلیت کے قائل ہیں لکھتے ہیں وہو مذہبنا المختار
 لما تقدم من الآثار فعليه الجمهور من العلماء ابرار (جمع ص ۱۸۶) (اور یہی ہمارا
 پسندیدہ مذہب ہے بوجہ ان احادیث کے جو گذر چکی ہیں اس پر ہی جمہور علماء ابرار ہیں)

وقد احسن الحافظ العراقي حيث نظم ذلك فقال

يلبسه كما روى البخارى	في خنصر اليمين اويسار
كلاهما في مسلم ويجمع	بان ذا في حالتين يقع
او خاتمين كل ذلك بيد	كما بفص حبشي قد ورد

(مناوی ص ۱۸۶)

(علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ حافظ عراقی نے بہت اچھا کیا کہ اس کو منظوم کر کے پیش کیا
 فرماتے ہیں، حضور ﷺ انگوٹھی پہنتے تھے جیسے کہ بخاری نے روایت کی ہے دائیں بائیں ہاتھ
 کی چھنگلی میں، دونوں روایتیں مسلم شریف میں ہیں اور ان کی تطبیق یہ ہے کہ (دائیں اور
 بائیں چھنگلی میں پہننا) دو حالتوں میں واقع ہوئی ہیں یا پھر انگوٹھیوں کو ہر ایک ہاتھ میں پہننا
 ہے جیسے کہ روایت فص حبشی وارد ہوئی ہے۔ علماء نے بھی تصریح کی ہے کہ مردوں کے لئے
 درمیانی انگلی اور سبابہ میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے اور خنصر میں پہننا سنت ہے جبکہ خواتین کے
 لئے تمام انگلیوں میں بلا کراہت پہننا جائز ہے۔

دوسری سند سے روایت:

حدیثنا محمد بن یحییٰ ... اس حدیث کو امام ترمذی نے دو اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے پہلی سند محمد بن سہل سے شروع ہو کر حضرت علیؑ پر ختم ہوئی ہے دوسری سند محمد بن یحییٰ سے شروع ہو کر عبداللہ بن ابی نمر تک پہنچتی ہے چونکہ دونوں روایات کا مضمون یکساں ہے اسلئے مصنف علام نے دوسری سند کے ساتھ مضمون حدیث نقل نہیں کیا۔

(۹۳/۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي رَافِعٍ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یزید بن ہارون نے حماد بن سلمہ کے حوالے سے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی رافع کو دیکھا کہ وہ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے پس میں نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفرؑ کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا اور وہ یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

راوی حدیث (۲۶۶) ابورافع کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی دائیں ہاتھ کی خنصر انگلی میں پہننا سنت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتختم في يمينه ... اس حدیث کے لانے سے امام ترمذی کی یہی غرض ہے کہ آپؐ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے تاہم ان احادیث سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپؐ دائیں ہاتھ کی کونسی انگلی میں پہنا کرتے ہیں۔

شیخ البجوریؒ فرماتے ہیں لم یسین فی هذه الاحادیث فی ای الاصابع وضعه فیها لكن الذی فی الصحیحین تعین الخنصر فالسنة جعله فی الخنصر فقط و حکمتہ انه ابعد عن

الامتحان فيما يتعاطاه الانسان باليد وانه لا يشغل اليد عما تراوله من الاعمال بخلاف
مالو كان في غير الخنصر

(مواہب ص ۹۱ .. و مناوی ص ۱۸۷) (کہ ان احادیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ آپ نے انگوٹھی کو انگلیوں میں سے کونسی انگلی میں پہنا لیکن جو صحیحین میں مذکور ہے اس سے خنصر (چھنگلی) ہی کی تعیین ہوتی ہے۔ پس سنت یہی ہے کہ اس کو صرف چھنگلی میں پہنا جائے اور اس کی حکمت و غرض یہی کہ یہ انگلی ان معاملات میں جو انسان ہاتھوں کے ساتھ کرتا ہے دور رہے گی اور ایسی صورت میں وہ ہاتھ کے کام کرنے میں رکاوٹ بھی نہ ہوگی بخلاف اس وقت کہ جب انگوٹھی خنصر کے علاوہ دوسرے انگلیوں میں ہو۔

(۹۴/۳) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَحْيَىٰ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ! ہمیں موسیٰ بن یحییٰ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبد اللہ بن نمیر نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن فضل نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل کے واسطے سے اس روایت کی خبر دی اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن جعفر سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

راوی حدیث (۲۶۷) ابراہیم بن الفضل کے حالات ”تذکرہ راویان شمال ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يتختم في يمينه، زاد في رواية ويقول اليمين احق بالزينة من الشمال (مواہب ص ۹۲) (کہ بے شک نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور ایک روایت میں یہ زیادتی ہے کہ آپ فرماتے کہ دایاں زینت کے ساتھ زیادہ حقدار (مناسب) ہے بہ نسبت بائیں کے) ونقل المصنف في الجامع عن البخاري انه قال اصح شي ورد في هذا الباب اي التختم باليمين (جمع ص ۱۸۷) (اور

مصنف نے جامع ترمذی میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس باب میں وارد شدہ احادیث میں سب سے زیادہ اصح وہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ہے (

اسلئے حافظ ابن حجرؒ جو فن حدیث کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے احادیث کے دیکھنے سے جو محقق ہوا وہ یہ کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ موزون ہے اور اگر مہر لگانے کے ارادہ سے پہنے تو بایاں ہاتھ موزون ہے کہ بائیں ہاتھ سے اس کو نکال کر مہر لگانے میں سہولت ہے اور احادیث میں دونوں ہاتھوں میں پہننا وارد ہے۔

(۹۵/۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ .

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن میمون نے خبر دی انہوں نے یہ روایت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی وہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

راویان حدیث (۲۶۸) ابو الخطاب (۲۶۹) عبد اللہ بن میمون (۲۷۰) جعفر بن محمد اور (۲۷۱) عن ابیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ ... مضمون حدیث تو وہی ہے جو اس سے قبل روایات میں آ گیا ہے سید اصیل الدین فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن حجر عسقلانی نے کہ اس روایت کی اسناد میں لین ہے میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ راوی عبد اللہ بن میمون متکلم فیہ ہے امام بخاری نے انہیں ذاہب الحدیث ابو زرعه نے واہی الحدیث خود مصنف نے منکر الحدیث ابو حاتم نے متروک قرار دیا ہے ابن حبان نے کہا لا یجوز الاحتجاج بہ (جمع ص ۱۸۷) مگر اس حدیث کے کثرت سے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ قوی ہو جاتی ہے لہذا وخرجت عن نکارته . (یہ روایت بوجہ شواہد کثیرہ کے منکر ہونے

(۹۶/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ وَلَا إِخَالَه إِلَّا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ .

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن حمید رازی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ روایت جریر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کی۔ انہوں نے یہ روایت صلت بن عبد اللہ سے اخذ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

راوی حدیث (۲۷۲) اصلت بن عبد اللہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمال ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال كان ابن عباسؓ ... صلت بن عبد اللہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے ظاہر ہے کہ صلت کی ملاقات حضرت ابن عباسؓ سے ہوئی ہوگی تب دیکھا ہوگا لہذا صلت تابعین کے مقام پر فائز ہیں۔

ابن عباسؓ کا معمول:

ولا إخاله ... إخال ہمزہ کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے مگر کسرہ سے زیادہ استعمال ہوا ہے اور اصح ہے ظاہر السیاق ان قائل ذلك هو الصلت ويحتمل ان يكون لو احد ممن قبله ولم توجد هذه الجملة في بعض الاصول (جمع ص ۱۸۸) (کس سیاق کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا یعنی (لا إخاله قال) کا قائل صلت بن عبد اللہ ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ جو اس سے قبل راوی مذکور ہیں ان میں سے کسی کا قول ہو اور یہ جملہ بعض اصول میں نہیں پایا گیا) ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا عمل حضرت محمدؐ کے عمل کے مطابق تھا چونکہ آپؐ کا معمول دائیں ہاتھ کا تھا اسلئے حضرت ابن عباسؓ بھی

اتباع سنت میں دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے ملا علی قاری فرماتے ہیں وَاخْرَجَهُ ابُو دَاوُدَ مِنْ الْوَجْهِ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اسْحَقَ قَالَ رَأَيْتَ عَلِيَّ الصَّلْتِ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتِمًا فِي خَنْصَرِهِ الْيَمْنِيِّ فَقَالَ رَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ ذَكَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (جمع ص ۱۸۸)
(اور ابوداؤد نے دوسری سند کے طریق سے محمد بن اسحق سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے صلت بن عبد اللہ کی دائیں چھنگلی میں انگوٹھی دیکھی تو اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ اس حالت کو (یعنی دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہننا) حضور ﷺ سے نقل کرتے تھے)

(۹۷/۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتِمًا مِّنْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ الَّذِي سَقَطَ مِنْ مَعْقِبٍ فِي بئرِ أَرِيَسَ .

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ روایت ہم کو سفیان نے ایوب بن موسیٰ اور انہوں نے نافع کے واسطے سے بیان کی انہوں نے یہ روایت عبد اللہ بن عمرؓ سے سنی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب میں رہتا تھا اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا اور لوگوں کو منع فرمایا دیا تھا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ کندہ نہ کرائے یہ وہی انگوٹھی تھی جو معیقیب سے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بئر اریس میں گر گئی تھی۔

راویان حدیث (۲۷۳) ابن ابی عمر اور (۲۷۴) ایوب بن موسیٰ کے حالات ”تذکرہ شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک تعارض میں تطبیق:

اتخذ خاتما من فضة الخ وفي رواية اتخذ خاتما من فضة رواية باب کے الفاظ ہیں وجعل فصه مما يلي كفه، وفي رواية لمسلم مما يلي باطن كفه یعنی ہتھیلی کی پیٹ کی طرف رکھا ہوا

تھا وہی تفسیر للاولیٰ (مواہب ص ۹۲) (کہ حضور ﷺ نے اس کے نگینے کو ہتھیلی کی جانب رکھا اور مسلم کی روایت میں ممایلی باطن کفہ۔۔۔ اور یہی پہلے معنی کی وضاحت ہے) ابوداؤد کی ایک روایت ہے ہاتھ کی پشت کی طرف نگینہ کا ہونا ظاہر ہوتا ہے من روایۃ الصلت بن عبداللہ قال رایت ابن عباس یلبس خاتمہ ہکذا وجعل فصہ علی ظہرہا (مواہب ص ۹۲) (اور صلت بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ اپنی انگوٹھی اس طرح پہنتے تھے اور اس نے اس کے نگینہ کو ہاتھ کی پشت پر کیا ہوا تھا) دونوں روایات میں محدثین کرامؒ نے توفیق و تطبیق کی ہے علامہ بیجوریؒ تحریر فرماتے ہیں کبھی تو ہتھیلی کی طرف اور کبھی ہاتھ کی پشت کی طرف انگوٹھی کا نگینہ ہوتا وقد یجمع بما قالہ الزین العراقی من انہ وقع مرۃ ہکذا ومرۃ ہکذا (مواہب ص ۹۳) (اور ان کی تطبیق کی صورت وہ ہو سکتی ہے جو علامہ زین العراقیؒ نے کہا کہ کبھی ایسے واقع ہوا (یعنی ہتھیلی کی جانب نگینہ تھا) اور کبھی ویسے ہوا کرتا کہ (پشت کی جانب نگینہ ہوتا)

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں ہتھیلی کی طرف اس کے ہونے کی روایت اصح ہے اور افضل ہے امام نوویؒ اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں بانہ ابعث عن الزہو والعجب (مواہب ص ۹۲) (کہ یہ حالت اور صورت فخر و ریاء اور عجب سے زیادہ بعید ہوتی ہے)

مرد و خواتین کے لئے انگوٹھی استعمال کرنے کا سنت طریقہ:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی (چھنگلی) میں پہننا سنت ہے اور اس کے سنت ہونے پر سب کا اجماع ہے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ انگوٹھی سب سے چھوٹی انگلی میں ہونی چاہئے اور نگینہ مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہئے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ اس کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔

مہر نبوت کا استعمال دوسروں کے لئے ممنوع قرار دیا:

ونہی ان ینقش احد علیہ ... ذوق اتباع اور شوق اطاعت اور کمال عشق و محبت میں ایسا نہ ہو کہ سب انگوٹھیاں بنا کر مہر نبوت اس میں کندہ کر کے مہر لگاتے پھریں کہ اصل مہر خلط

ملط اور مشکوک ہو جائے۔ والحکمة فی النهی عن ذلک انه لو نقش غیرہ مثلہ لادی الی الالباس والفساد (مواہب ص ۹۳) (اور اس سے) انگوٹھی کی مہر میں محمد رسول اللہ کندہ کرانے) منع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اگر آپ کے علاوہ باقی لوگ بھی انگوٹھی میں محمد رسول اللہ کندہ کروانا شروع کر دیں تو پھر التباس (خلط ملط) اور فساد پر منتج ہوتا)

بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من فضة ونقش فیہ محمد رسول اللہ وقال انی اتخذت خاتما من ورق ونقشت فیہ محمد رسول اللہ فلا ینقش احد علی نقشہ (مواہب ص ۹۳) (کہ نبی علیہ السلام نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں ”محمد رسول اللہ“ کندہ فرمایا کہ میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ بھی کندہ کروائے ہیں اس لئے کوئی شخص بھی (اس جیسے الفاظ) انگوٹھی پر کندہ نہ کروائے) اور بعض روایات میں جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت معاذؓ کو مہر نبوت کے الفاظ اپنی انگوٹھی میں کندہ کرنے کی اجازت دیدی تھی وهو غیر ثابت وبفرض ثبوته فهو قبل النهی وان النهی خاص بحیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب ص ۹۳) (یہ بات ثابت نہیں اور بالفرض اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تو وہ (حضرت معاذ کو اجازت) آپ کے منع کرنے سے پہلے کی بات ہے اور یہ نہیں حضور ﷺ کی زندگی کے ساتھ مخصوص تھی)

وهو الذی سقط... اس کی بحث تفصیل سے گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے تاہم اتنی بات یاد رہے کہ انگوٹھی کس سے گری اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں بعض میں ہے کہ حضرت عثمانؓ سے گری اور بعض میں ہے کہ حضرت معقیبؓ سے گری محدثین تطبیق فرماتے ہیں کہ بڑا ریس کے من پر بیٹھے وہ حضرت عثمانؓ کو انگوٹھی دے رہے تھے یا ان سے لے رہے تھے کہ انگوٹھی پھسل گئی اور کنویں میں گر گئی۔

(۹۸/۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَتَخْتَمَانِ فِي يَسَارِهِمَا .

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے حاتم بن اسمعیل نے خبر دی انہوں نے جعفر بن محمد سے یہ روایت نقل کی جنہوں نے یہ حدیث اپنے باپ سے امام باقرؑ سے سنی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

حدیث باب اور ترجمہ الباب:

كان الحسن والحسين رضي الله عنهما يتختمان في يسارهما یعنی حضرات حسینؑ انگوٹھیاں بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے بظاہر یہ حدیث ترجمہ الباب کے خلاف ہے شارحین حدیث نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) ترجمہ الباب کے خلاف روایت کے اندراج سے اس روایت کے ضعف اور اس سے استدلال کرنے والوں کے مسلک ضعیف کو اشارہ ہے۔

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں بندہ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کے لئے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں (خصائل)

(۳) ترجمہ الباب میں حضرات محدثین کے طریقہ کے مطابق کلمہ ام فی یسارہ محذوف ہے اگر اسی توجیہ کو تسلیم کر لیا جائے تو کوئی روایت بھی ترجمہ الباب کے خلاف نہ ہوگی۔

(۹۹/۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَيْسَى وَهُوَ ابْنُ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ .

قال أبو عيسى هذا حديث غريب لا نعرفه من حديث سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم نحو هذا إلا من هذا الوجه وروى بعض أصحاب قتادة عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم تَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ

وَهُوَ حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ أَيضًا ..

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر محمد بن عیسیٰ طباع نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت عباد بن عوام نے سعید بن ابی عروبہ کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت قتادہ سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالک سے نقل کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حضرت انس ہی سے یہ بھی بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

راویان حدیث (۲۷۵) محمد بن عیسیٰ (۲۷۶) عباد بن عوام اور (۲۷۷) سعید بن عروبہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام ترمذی کی تحقیق:

قال ابو عیسیٰ! امام ترمذی اپنی تحقیق سے محدثین اور فقہاء اور طلباء حدیث کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں۔

مضمون حدیث تو ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے یہاں پر امام ترمذی اپنی تحقیق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں حضرات محدثین اسناد حدیث کے ساتھ ساتھ متن حدیث کے بھی ہر لفظ پر نظر رکھتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے اور کونسا مضمون مطلوبہ معیار سے کمزور ہے اگرچہ بائیں ہاتھ کی احادیث بھی مسلم و ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ امام نووی دونوں قسم کی روایات (بیمین و یسار) کو صحیح بتاتے ہیں مگر باوجودیکہ متن حدیث صحیح ہے مگر خاص اصول اور قواعد تحقیق کے وہ معیار پر پورا نہیں ہوتیں تو پھر اسی خاص اصول اور طریقہ حدیث پر محدثین کلام کرتے ہیں چنانچہ قال ابو عیسیٰ سے امام ترمذی نے بھی کلام کیا ہے۔

(۱۰۰/۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمًا مِّنْ ذَهَبٍ فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِينِهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِّنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَا الْبَسَةَ أَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ..

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ہمارے استاذ محمد بن عبید اللہ المحاربی نے بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کی انہوں نے یہ روایت موسیٰ بن عقبہ سے اور انہوں نے نافع سے اخذ کی۔

وہ یہ حدیث صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی جس کو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے صحابہؓ نے بھی اتباعاً سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منسوخ ہونے کے بعد وہ انگوٹھی پھینک دی اور یہ فرمایا کہ میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔

راویان حدیث (۲۷۸) محمد بن عبید اللہ المحاربی اور (۲۷۹) عبدالعزیز بن ابی حازم کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مردوں کے لئے سونے کے استعمال کی حرمت پر اجماع:

مضمون حدیث ترجمہ میں واضح ہے اور اس سے قبل بھی مضمون حدیث ذکر ہوتا رہا حضورؐ بھی اور آپؐ کی اتباع میں صحابہ کرامؓ بھی سونے کی انگوٹھیاں پہننے لگے ایک روز آپؐ منبر پر تشریف فرما تھے کہ مردوں کے لئے وحی کے ذریعہ سونے کی حرمت کا اعلان آ گیا تو آپؐ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور اعلان فرمایا لا البسه ابدا (میں اس کو کبھی بھی نہیں پہنوں گا) تو دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی بنی ہوئی انگوٹھیاں اتار پھینکیں اور کمال اتباع کا ثبوت دیا ایک دوسری صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایک ہاتھ میں سونا لیا اور ایک ہاتھ میں ریشم لیا اور ارشاد فرمایا ہذان حرامان علی ذکور امتی ای حل لانا تھا یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور میری امت کی عورتوں پر حلال ہیں۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں حکمی النوویؒ الاجماع علی تحریمہ (اتحافات)
 (امام نوویؒ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے) سونے کے (مردوں کے لئے حرام
 ہونے پر) اجماع ہے فتحریم التختیم بالذهب مجمع علیہ الآن فی حق الرجال کما قالہ
 النوویؒ الا ما حکى عن ابن حزم انه اباحه واما حکى عن بعضهم انه مکروه لا حرام قال
 وهذان باطلان وقائلهما محجوج بالا حادیث التی ذکرها مسلم مع اجماع من قبلہ علی
 تحریمہ (مواہب ص ۹۴) (اب اس وقت مردوں کے حق میں سونے کی انگوٹھی بنانے کی
 حرمت متفق علیہ ہے جیسے کہ امام نوویؒ نے فرمایا مگر صرف امام ابن حزمؒ کہ اس نے اس کو
 مباح کہا ہے اور وہ جو بعض لوگوں سے یہ منقول ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں (اس پر کہتے
 ہیں) کہ یہ دونوں مذہب باطل ہیں اور ان قائلین کے خلاف ان احادیث سے استدلال کیا
 گیا جن کو امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور بوجہ اجماع ہو جانے اس کی حرمت پر) ابن دقیق
 العید فرماتے ہیں کہ سونے کی حرمت جمیع الاحوال میں قائم ہے اگر کسی پر اچانک جنگ
 آجائے اس کے لئے بھی پہننا اسی طرح حرام ہے جس طرح عام حالات میں حرام ہے اذا
 لا تعلق له بالحرب بخلاف الحریر (مواہب ص ۹۴) (اس لئے کہ اس کا (سونے کا) تعلق
 جنگ سے نہیں بخلاف ریشم کے)۔

=====

باب ماجاء فی صفة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے بیان میں

صفة کا معنی بیان کرنا، تعریف کرنا، وَصَفَ، يَصِفُ و صَفًا و صِفَةً (یہ ضرب۔ یضرب کے باب کا مصدر ہے اس کی ماضی، مضارع، مصدر بروزن و وصف یصف و صفاً و صفة آتا ہے) صفت! وصف، کشف اور تبیین کو کہتے ہیں والمراد بصفة السيف حالته التي كان عليها (تحفاته ص ۱۳۳) (اور تلوار کی صفت اور بیان سے اس کی وہ حالت اور کیفیت مراد ہے جس پر وہ تھی) مصنف نے آلات حرب میں اولاً سيف سے آغاز فرمایا لانہ انفعها وایسرھا و اغلبھا استعمالاً (جمع ص ۱۹۲) (اس لئے کہ جنگی ساز و سامان میں سے یہ زیادہ نافع آسان اور استعمال کے لحاظ سے غالب ترین چیز ہے)

باب الخاتم کے بعد باب السيف کا انعقاد بھی اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ پاک نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص اسوہ حسنہ، نظام العمل، اجتماعی قیادت و سیادت اور نظم ریاست کے قیام و استحکام کے لئے ایک خاص دستور السلطنت دیا تھا کہ اولاً سلاطین اور سربراہان ممالک کو دعوتی، اصلاحی اور تبلیغی خطوط ارسال کیے جائیں ان خطوط کی عظمت و اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ان پر مہر لگا دی جائے اگر وہ اسلام قبول کریں، آپ کی نبوت کو تسلیم کر لیں تو انہیں اپنی حالت حکومت پر برقرار رکھا جائے بصورت دیگر جب وہ انکار کر دیں تو طاقت، قوت، جہاد اور تلوار سے غلبہ اسلام کی جدوجہد کی جائے اشارة الى انه دعاهم الى الاسلام اولاً فلما امتنعوا حاربهم (جمع ص ۱۹۲) (یہ اس طرف اشارہ ہے کہ پہلے تو آپ نے ان کو اسلام لانے کی دعوت دی اور جب انہوں نے اس سے انکار کیا تو پھر

ان سے جہاد اور جنگ کی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دس تلواریں تھیں (۱) المائور و ہواول سیف، ملکہ عن ابیہ (۲) القضیب (۳) القلعی، نسبة الی قلع، موضع بالبادیة (۴) البتار (۵) الحنف (۶) المخنم بکسر المیم (۷) الرسوب (۸) الصمصامة (۹) اللحیف (۱۰) ذوالفقار بفتح الفاء و کسرہا لان فی ظہرہ فقرات (ای حفر صغار) کفقرات الظہر (احفافات ص ۱۳۳) جن کے نام یہ ہیں (۱) مائور یہ پہلی وہ تلوار جس کے آپ آباء و اجداد سے وارث ہوئے (۲) قضیب (۳) قلعی وہ منسوب قلع جو جنگل میں ایک جگہ کا نام ہے (۴) البتار (۵) حنف (۶) مخنم (میم اول کے کسرہ کے ساتھ) (۷) رسوب (۸) صمصامہ (۹) لحیف (۱۰) ذوالفقار (فاء کا کسرہ اور فتح دونوں پڑھے جاسکتے ہیں) اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ اس میں پشت (پیٹھ) کی طرح جوڑتھے اس لئے اس کو ذوالفقار کہا جاتا تھا)

اس تلوار میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت گڑھے تھے یا پشت کی ہڈیوں کی طرح جوڑتھے حضور اقدس ﷺ نے یہ تلوار حضرت علیؓ کو مرحمت فرمائی تھی اور جس وقت مکہ المکرمہ فتح ہوا تو آپ کے ہاتھ میں یہی تلوار تھی۔ یہ ذوالفقار وہی تلوار تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نفل جنگ بدر میں لی تھی اور یہی وہ تلوار تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے وقت ایک خواب اس سلسلہ میں دیکھا تھا ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں و اخرج ابن سعد عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنفل سیفا لنفسہ یوم بدر یقال له ذوالفقار وهو الذی رای فیہ الرؤیا یوم احد (جمع ص ۱۹۳) (اور مؤرخ ابن سعد ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بدر کے (فتح) کے دن اپنے لئے بطور نفل کے ایک تلوار لی تھی جسے ذوالفقار کہا جاتا تھا اور یہ وہی تلوار تھی جس کے متعلق آپ نے جنگ احد کے وقت ایک خواب دیکھا تھا) (کہ اس کی دھار میں ٹوٹ پھوٹ ہے)

دو معجزاتی تلواریں ”العون“ اور ”العرجون“:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید دو تلواریں معجزانہ شان کی مظہر تھیں (۱) العون (۲) العرجون غزوہ بدر میں حضرت عکاشہؓ حاضر خدمت ہوئے عرض کیا تلوار ٹوٹ گئی۔ تو آپ نے جنرل حطب یعنی ایک خشک شاخ ان کو عطا فرمائی اور حکم فرمایا اضرب بہ کہ جاؤ اور جہاد کرو فعاد فی یدہ سیفاً صارماً طویلاً ابیضاً شدید المتن فقاتل بہ ثم لم یزل عنده یشہد بہ المشاہد الی ان استشهد (مواہب ص ۹۵) پس جب وہ خشک لکڑی (چھڑی) ان کے ہاتھ میں گئی وہ ایک نہایت شاندار لمبی چمکدار مضبوط اور تیز تلوار بن گئی تو انہوں نے اس کے ساتھ قتال کیا پھر وہ ان کے پاس رہی اور ہمیشہ اس کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قتال اہل ردة میں شہید ہو گئے۔

وکان ہذا السیف یسمی العون اس تلوار کا نام العون تھا اسی طرح جنگ احد میں لڑتے لڑتے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار ٹوٹ گئی فاعطاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم عسیاً من نخل فرجع فی یدہ سیفاً (مواہب ص ۹۵) آپ نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی جب وہ ان کے ہاتھ میں گئی تو نہایت عمدہ تلوار بن گئی اس کا نام عرجون تھا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ زندگی بھر اسی سے جہاد کرتے رہے۔

(۱۰۱/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ ابْنُ أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ.

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ہمارے استاذ محمد بن بشار نے بیان کی انہوں نے یہ حدیث وہب بن جریر سے اخذ کی وہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ روایت اپنے باپ سے سنی انہوں نے حضرت قتادہ سے اور قتادہ نے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے سماعت کی وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

لفظ قبیعة کی تشریح:

قال كان قبیعة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم من فضة

قبیعة 'لفظ طبیعة کے وزن پر ہے تلوار کے قبضہ پر چاندی یا لوہے کی گرہ کو قبیعة کہتے ہیں جسے عموماً بند شمشیر بھی کہا جاتا ہے اس کا مادہ قبیع ہے بمعنی ٹوپی کے، تلوار کو جہاں سے پکڑا جاتا ہے مقبض کہلاتا ہے نیچے کے حلقے کو شارب کہتے ہیں مقبض اور شارب کے نیچے پستان نما زائد قطعہ کو قبیعة کہتے ہیں۔

علامہ طیبی نے فرمایا قبیعة وہ ہے جو قبضہ کے اس جانب کی طرف ہو جو دھار کی طرف ہوتا

ہے چاندی کا ہو یا لوہے کا۔ القبیعة ما علی رأس مقبض السیف من فضة او حديد او

غيرهما کذا قاله الجوهري (الحافات ص ۱۲۵) (قبیعة وہ ہے جو تلوار کے پکڑنے کی

جگہ کے شروع میں ہو چاہے چاندی کا یا لوہے کا یا کسی دوسری (دھات) کا ہو۔ اسی طرح

امام جوہری نے کہا ہے) سیف سے مراد وہ تلوار ہے جس کا نام ذوالفقار ہے وکان لا

یکاد یفارقہ (مواہب ص ۹۵) (اور حضور ﷺ اس کو ہمیشہ ساتھ ہی رکھتے تھے)

اس خبر میں تو صرف قبیعة کے ذکر پر اقتصار کیا گیا ہے ابن سعد عن عامر کی روایت میں ہے

قال اخرج الینا علی بن الحسین سیف رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا قبیعتہ من

فضة و حلقتہ من فضة اور جعفر بن محمد عن ابیہ کی روایت ہے کان نعل سیف رسول

الله ای اسفلہ و حلقتہ و قبیعتہ من فضة. (مناوی ص ۱۹۳) (کہ حضرت علی بن حسینؓ

ہمارے پاس حضور ﷺ کی ایک تلوار لائے کہ اس کا قبیعة چاندی کا اور حلقہ چاندی کا۔۔۔

کہ نبی کریم ﷺ کی تلوار کا نعل یعنی اس کا نچلا حصہ اور حلقہ اور قبیعة چاندی سے تھے)

(۱۰۲/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ لَتَّادَةَ عَنْ

سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

فِضَّةٍ.

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو

یہ روایت معاذ بن ہشام نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کی انہوں نے یہ حدیث قتادہ سے اور انہوں نے سعید بن ابی الحسن (بصری) سے سماعت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی مٹھ چاندی کی تھی۔

راوی حدیث (۲۸۰) سعید بن ابی الحسن کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مردوں کے لئے آلاتِ حرب میں چاندی کا استعمال:

مضمون حدیث تو پہلی حدیث والا ہے دونوں احادیث کا مدلول یہ ہے تحلیۃ آلة الحرب بفضۃ (کہ جنگی ساز و سامان کو چاندی کے ساتھ مزین کرنا) مردوں کے لئے جائز ہے سونے کے ساتھ جائز نہیں والتحلیۃ بذلك من خصائص الامۃ المحمدیۃ العظیمۃ (اتحافات ص ۱۴۵) (اور چاندی کے ساتھ مزین کرنا بھی امت محمدیہ کی بڑی خصوصیات میں سے ہے)

(۱۰۳/۳) حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ الْبَصْرِيُّ أَخْبَرَنَا طَالِبُ بْنُ حُجَيْرٍ عَنْ هُوْدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى سَيْفِهِ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ قَالَ طَالِبٌ فَسَأَلْتُ عَنِ الْفِضَّةِ فَقَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةَ السَّيْفِ فِضَّةً.

ترجمہ! ہمیں ابو جعفر محمد بن صدران بصری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی طالب بن حجر نے بواسطہ ہود کے جو عبد اللہ بن سعید ہیں وہ اپنے نانا سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور کی تلوار پر سونا اور چاندی تھا طالب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سے پوچھا کہ چاندی کس جگہ تھی تو انہوں نے فرمایا کہ قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

راویان حدیث (۲۸۱) ابو جعفر محمد بن صدران البصری (۲۸۲) طالب بن حجر (۲۸۲)

(۲۸۳) ہود بن عبد اللہ اور (۲۸۴) جدہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تلوار میں سونے کے استعمال کا حکم:

جمہور علماء کے نزدیک تلوار میں سونا لگانا ممنوع ہے بظاہر اس روایت باب سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے جمہور محدثین و فقہاء کہتے ہیں کہ یہ حدیث استعمال ذہب کے جواز کے لئے مستدل نہیں بن سکتی جس کے متعدد وجوہات ہیں۔

(۱) محدثین نے اس روایت کو ضعیف بتایا ہے هذا الحدیث ضعیف کما قاله القطان بل منکر فلا تقوم به الحجة علی حل التحلیة بالذهب (مواہب ص ۹۶) (یہ حدیث ضعیف ہے جیسے کہ امام قطان کہتے ہیں بلکہ منکر ہے اس لئے اس حدیث سے سونے کے ساتھ کسی چیز کو مزین اور خوبصورت بنانے پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی)

(۲) علامہ توربشتی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں ہے وقال التوربشتی هذا الحدیث لا يقوم به حجة اذلیس له سند يعتمد به (جمع ص ۱۹۴) (توربشتی کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل اور حجت نہیں بن سکتی اس لئے کہ اس کی کوئی ایسی سند نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے)

(۳) یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکة يوم الفتح الخ مكة المكرمة کو فتح کر کے بحیثیت فاتح داخل ہوئے یہ واقعہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کا ہے اس وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت نصب تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں چھڑی تھی اور ہر ایک بت پر آیت کریمہ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً (حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل ہمیشہ مٹے گا) پڑھ کر چھڑی سے اشارہ فرماتے تو وہ گر جاتا چونکہ یہ فتح کا موقع تھا تو کہا جاسکتا ہے کہ فضة ملمع بالذهب تھی خالص سونا نہیں تھا۔ بہر حال جمہور فقہاء اور علماء کے نزدیک تلوار میں

سونے کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(۴) چونکہ سونا ممنوع تھا اس لئے راوی نے بھی صرف چاندی کی تحقیق کی کہ وہ کس جگہ تھی سونے کے متعلق پوچھا تک نہیں کہ وہ کہاں تھا ولعل السؤال حين كان عن الفضة دون الذهب فيه اشارة لذلك (اتحافات ص ۱۲۷) (اور جب کہ سوال صرف چاندی سے تھا نہ کہ سونے سے تو یہ بھی خود اس طرف اشارہ ہے) (کہ سونا ممنوع تھا)

(۵) بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ قبیعتہ تو چاندی کا تھا موضع ذہب مقبض سے اوپر تھا جس میں احتمال ہے کہ مسمار (میخیں) سونے کے ہوں جس کی فقہاء اجازت دیتے ہیں واللہ اعلم۔

(۱۰۴/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعِ الْبَغْدَادِيِّ أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُمَانَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ صَنَعْتُ سَيْفِي عَلَى سِمْرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَزَعَمَ سَمْرَةُ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلَى سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنْفِيًّا. حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمِ الْبَصْرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ عُمَانَ بْنِ سَعْدٍ بِهَذَا إِلَّا سَنَادِنَحْوَهُ

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن شجاع بغدادی نے یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابو عبیدہ حداد نے عثمان بن سعد کے حوالے سے خبر دی اور انہوں نے یہ روایت ابن سیرین سے نقل کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سمرۃؓ کی تلوار کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے اور وہ قبیلہ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طریق پر تھی۔

راویان حدیث (۲۸۵) محمد بن شجاع البغدادی (۲۸۶) ابو عبیدہ الحداد اور (۲۸۷) عثمان بن سعد کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ حنفیاً کی تشریح:

وكان حنفياً الخ حنفياً قبيلة بنو حنیفہ کی طرف نسبت ہے مسیلمہ کذاب اس قبیلہ سے تھا یہ

لوگ تلواروں کے عمدہ بنانے میں مشہور تھے اس سے قبل بھی کان حبشیاً گذرا ہے جس کا ایک معنی ہم نے ”حبشی الصفة“ کیا تھا یہاں بھی مراد یہ ہے کہ بنو حنیفہ کی صنعت والی ان کی بنائی ہوئی۔

شیخ ابراہیم البیجوری فرماتے ہیں فیحتمل ان صانعه کان منهم ویحتمل انه اتی به من عندهم وهذه الجملة من کلام سمرۃ فیما یظهر ویحتمل انها من کلام ابن سیرین علی الارسال (مواہب ص ۹۶) (پس یہ احتمال بھی ہے کہ اس کا کاریگر بنو حنیفہ میں سے تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تلوار ان کے ہاں سے لائی گئی ہو، بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ سمرۃ کے کلام سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ابن سیرین کا کلام بصورت حدیث مرسل ہو) ملا علی قاری فرماتے ہیں قال المؤلف فی جامعہ هذا حدیث غریب لانعرفه الا من هذا الوجه (جمع ص ۱۹۵) (اور مصنف نے اپنی جامع میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو بغیر اس سند کے نہیں جانتے ہیں)

روایت مذکورہ کو مصنف نے دوسری سند سے بھی نقل فرمایا ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس عقبہ بن مکرم بصری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمارے پاس محمد بن بکر نے عثمان بن سعد کے حوالہ سے اس جیسی خبر دی۔ محمد بن بکر کے بعد روایت سابقہ ہی کے راوی ہیں۔

=====

باب ماجاء فی صفة درع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ! باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کے بیان میں

لفظ درع کی تشریح:

لفظ درع (دال کے کسرہ کے ساتھ) مذکر بھی آتا ہے اور مونث بھی، اس کی جمع دروع آتی ہے یہاں پر مضاف مقدر ہے ای فی صفة لبس درعه (یعنی زرہ کے پہننے کی صفت کے بیان میں تو گویا (لبس) مضاف محذوف ہے) تاکہ ترجمہ الباب دونوں حدیثوں کے مطابق ہو جن میں نفس درع کی صفت کا بیان نہیں ہے بلکہ صفت لبس درع کا بیان ہے ہی جبہ من حديد تصنع حلقةً حلقةً وتلبس للحرب (مواہب ص ۹۷) (درع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ زرہ لوہے کی ایک قمیص ہے جسے حلقہ حلقہ یعنی کنگنیوں کی شکل میں بنایا جاتا ہے اور جنگ میں (حفاظت) کے لئے پہنا جاتا ہے) جسے ہم اردو میں زرہ کہتے ہیں یہ لوہے کی قمیص ہے جسے جنگجو لڑائی میں حفاظت کے لئے پہنتے ہیں تاکہ دشمن کے وار کے وقت جسم براہ راست متاثر نہ ہو بلکہ زرہ اس کے لئے مانع ہو اور جسم اسکی زد سے محفوظ رہے یلبس علی الصدر للوقایة من ضربات السلاح (اتحافات ص ۱۳۸) (یہ ہتھیاروں کے وار سے بچنے کے لئے سینے پر پہنا جاتا ہے)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہوں کا بیان:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ میں زرہ پہنی ہے کان درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لها حلقتان من فضة عند موضع الثدی او قال عند موضع الصدر وحلقتان خلف ظهره (اتحافات ص ۱۳۸) (اور نبی کریم ﷺ کے زرہ کے دو حلقے (کنگنیاں) پستان

کی جگہ یا یہ کہا کہ سینے کی جگہ تھیں اور دو حلقے پیٹھ کے پیچھے تھے) بلکہ احادیث میں ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں متعدد زرہیں استعمال کی ہیں جن میں سے سات کے نام گنوائے گئے ہیں۔

(۱) ذات الفضول! اس کا ذکر احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے سمیت بذلک لطولھا وہی التی رهنھا عند ابی الشحم الیھودی (مواہب ص ۹۷) و ذکر و ان سعد بن عبادة اهداھا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر (اتحافات ص ۱۴۸) (۲) ذات الوشاح (۳) ذات الحواشی (۴) فضة (۵) السغدیہ! قیل ہی درع سیدنا داؤد علیہ السلام التی لبسھا لقتال جالوت (۶) البتراء (۷) الخرنق (مواہب ص ۹۷) (۱) ذات الفضول..... اس کو اس نام سے بوجہ اس کے لمبے ہونے کے مسمیٰ کیا جاتا تھا اور یہ وہی زرہ ہے جس کو آپ نے ابو شحم یہودی کے پاس بطور رہن رکھا تھا اور مورخین نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہی زرہ سعد بن عبادہ نے بدر کے دن حضور ﷺ کو بطور ہدیہ دی تھی)

(۲) ذات الوشاح (۳) ذات الحواشی (۴) فضة (۵) سغدیہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی اور جالوت کے ساتھ جنگ کے لئے اس کو پہنا تھا (۶) بتراء (۷) خرنق) اس باب میں دو احادیث ہیں جن میں آپ کے زرہ پہننے کا بیان ہے ای باب بیان الاخبار الواردة فی صفة درع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب ص ۹۷) (یعنی باب حضور ﷺ کے زرہ کے اوصاف کے متعلق وارد شدہ احادیث کے بیان میں)

(۱۰۵/۱) حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشْجِيُّ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ اَوْجَبَ طَلْحَةَ ..

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں ابوسعید عبداللہ بن سعید الانشجی نے یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر سے ان کے والد اور دادا کے واسطے سے اخذ کی۔ تو حضرت زبیر بن العوام کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر احد کی لڑائی میں دوزرہ تھیں (ایک ذات الفضول۔ دوسری فضہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر (وہ اونچی تھی اور دوزرہ ہوں گا وزن نیز غزوہ احد میں وہ تکلیفیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی کہ جن کی وجہ سے چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا تھا غرض ان وجوہ سے) حضور اس چٹان پر نہ چڑھ سکے اسلئے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعہ سے اس چٹان پر چڑھے۔ زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کر لیا۔

راویان حدیث (۲۸۸) ابوسعید عبداللہ بن سعید الانشجی (۲۸۹) یونس بن بکیر (۲۹۰) یحییٰ بن عباد (۲۹۱) ابیہ (۲۹۲) جدہ عبداللہ بن الزبیر اور (۲۹۳) الزبیر بن العوام کے حالات تذکرہ راویان شمائل ترمذی میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگ احد حضرت طلحہؓ اور دو زرہیں:

کان علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد درعان ... حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے روز اوپر نیچے دو زرہیں پہن رکھی تھیں آپ ایک چٹان پر چڑھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہیں پارہے تھے یوم احد احد پہاڑ سے منسوب جنگ ہے عرب حسب عادت اپنی لڑائیوں کو امکنہ اور ازمنا کی طرف منسوب کرتے تھے احد بھی ایک پہاڑ ہے جن کی طرف یہ جنگ منسوب ہے جو ۳ھ میں قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان لڑی گئی۔

جنگ احد میں معاملہ بہت سخت تھا تین ہزار کفار کے لشکر جرار نے بلغار کر دی تھی حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشاورت کے بعد شہر سے باہر جبل احد کے دامن میں کفار کو روک کر یہ جنگ کی یہی وہ موقع تھا کہ منافقین نے بھی دھوکہ دیا اور تیر اندازوں کی غلطی سے فتح شکست میں بدل گئی آپؐ کو اگر چہ زرہ پہننے کی ضرورت نہ تھی مگر تعلیم امت کے لئے ظاہری اسباب اختیار فرمانا بھی ضروری تھا چنانچہ آپؐ نے ذاتی دفاع کے لئے دو زرہیں (ذات الفضول اور فضة) پہنی ہوئی تھیں اسی سے فقہاء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ حسب ضرورت اسلحہ کا استعمال جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں۔ اسی غزوہ میں آپؐ شدید زخمی ہوئے آپ کے سر اور پیشانی مبارک سے کافی خون بہا کہ پتھر لگا تھا، دانت مبارک ٹوٹے، نچلا ہونٹ مبارک زخمی ہوا، چہرہ مبارک زخمی ہوا، گال مبارک میں زرہ کی کڑی دھنس گئی ووقع فی حفرة من الحفر التي عملها ابو عامر ليقع فيها المسلمون (اتحافات ص ۱۴۹) اور آپؐ غاروں میں سے ایک غار میں گرے جن کو ابو عامر نے اس لئے کھودا تھا کہ اس میں مسلمان گریں) یہاں تک کہ ابن قمتہ نے بلند آواز سے اعلان کر دیا کہ (نعوذ باللہ) آپؐ قتل ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ میں یہ جھوٹی افواہ پھیلا دی گئی اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ آپؐ کسی بلند چٹان پر چڑھ جائیں تاکہ صحابہ کرامؓ آپؐ کو دیکھ لیں اور ان کو آپؐ کی حیات طیبہ کا یقین ہو جائے آپؐ نے چٹان پر چڑھنا چاہا۔ فلم يستطع لثقل الدرعين و كثرة جهده (اتحافات ص ۱۴۹) (پھر دونوں زرہوں کے بوجھ اور (اس دن) کی تکلیف اور سخت مشقت کی وجہ سے (چٹان) پر نہ چڑھ سکے) پھر حضرت طلحہؓ کو بٹھایا ان کو سہارا بنا کر چٹان پر چڑھ گئے اور جب اطمینان و استقامت سے آرام فرما ہوئے اور صحابہ کرامؓ نے آپؐ کو زندہ و سلامت دیکھا تو وہ مطمئن ہو گئے تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا او جب طلحة - طلحة نے اپنے اوپر واجب کر لی اس کے تین معانی محتمل ہیں (۱) جنت واجب کر لی (۲) میری شفاعت واجب کر لی (۳) یا بڑا ثواب واجب کر لیا یعنی لنفسه الجنة او الشفاعة او المثوبة العظيمة بفعله هذا او بما فعل ذلك اليوم حيث جعل نفسه فداء رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى شلت يده (جمع ص ۱۹۷) (یعنی حضرت طلحہؓ نے اپنے لئے جنت یا شفاعت یا

اجر عظیم واجب کر لیا اپنے اس فعل کی وجہ سے یا جو اس دن اس نے اہم کارنامہ سرانجام دیا کہ اپنے آپ کو حضور ﷺ پر قربان ہو جانے کے لئے پیش کیا اتنے تک کہ اس کا ہاتھ بھی شل (ناکارہ) ہو گیا)

یہ اللہ کی طرف سے حضرت طلحہؓ کی دلیری، جوانمردی، بہادری، شجاعت اور بے مثال ایثار و قربانی کا انعام تھا وہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرنے کے لئے مردانہ وار لڑتے رہے حضرت طلحہؓ اس روز حضور اقدسؐ سے بار بار عرض کرتے تھے

یا نبی اللہ! بابی انت وامی لا تشرف یصک سہم من سہام القوم فنحری دون

نحرک (اتحافات ص ۱۵۰) (اے اللہ کے پاک نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اپنے سر وغیرہ کو ظاہر اور اونچا نہ کر کہ کسی دشمن کا تیر نہ لگ جائے میری یہ گردن قربانی کے لئے آپ کے لئے پیش خدمت ہے) حضرت طلحہؓ پر اس روز کچھ اوپر اسی زخم آئے تھے کہ وہ ڈھال بن کر آپ پر برسے والے تیروں کو روکتے رہے اور آپ کی مدافعت میں تیر اندازی بھی کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ اس روز حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ بھی شل ہو گیا۔ حضرت طلحہؓ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے خیر شہید یمشی علی الارض (اتحافات ص ۱۵۰) (زمین پر چلنے (رہنے) والوں میں سے بہترین شہید)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت طلحہؓ کی اس دن کی ہمت و استقامت اور آپ پر جان نثاری و فداکاری دیکھ کر ارشاد فرمایا ذلک الیوم کله لطلحة (اتحافات ص ۱۵۰) (یہ دن سب طلحہؓ کا ہوا) (یعنی تمام درجات اس نے سمیٹ لیے) جمل کی لڑائی میں شہید ہوئے اور بصرہ میں مدفون ہوئے حضرت طلحہؓ کا واقعہ تفصیل سے عرض کر دیا تا کہ مسلمانوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ کی محبت و الہیت اور اخلاص و کمال عشق کا اندازہ لگ سکے۔

(۱۰۶/۲) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أَحَدٍ دِرْعَانٌ قَدْ

ظَاهِرَ بَيْنَهُمَا..

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں (احمد) ابن ابی عمر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو سفیان بن عیینہ نے یہ روایت بیان کی انہوں نے یہ حدیث یزید بن خصیفہ سے سائب بن یزید کے حوالے سے نقل کی وہ کہتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دو زرہیں تھیں جن کو اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔

راوی حدیث (۲۹۴) یزید بن خصیفہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ظاہر بینہما کی تشریح:

حدیث کا مضمون تو وہی ہے جو باب کی پہلی روایت میں گذر چکا ہے البتہ اس روایت میں قد ظاہر بینہما کے الفاظ کا اضافہ ہے ظاہر کا معنی اوپر نیچے یا دوہرا ہونا ظاہر بین الثوبین اوپر نیچے پہننا شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں ای لبس در عاثم لبس فوقها ظہارة ثم لبس الدرع الاخری (اتحافات ص ۱۵۰) یعنی ایک زرہ پہنی اور پھر اس کے اوپر ظہارة (کپڑے کی ابرا) پہنی پھر اس کے اوپر دوسری زرہ پہنی) یہ بتانا ہرگز مقصود نہیں کہ آپ کے پاس دو زرہیں تھیں جو آپ بدل بدل کر کبھی ایک اور کبھی دوسری علی سبیل البدلیۃ پہنا کرتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ آپ نے تعلیم امت اور دفاع میں استحکام کی ترغیب اور اہتماماً بامر الحرب (مواہب ص ۹۸) (جنگی امور کی اہمیت کے پیش نظر) دو زرہیں اوپر تلے پہنی تھیں ظاہر کا یہی معنی عربی لغت اور شعراء نے بھی لیا ہے جبکہ سبعة المعلقة الثانية میں ہے۔

مُظَاهِرُ سِمَطِي لَوُوءٍ وَ زَبْرُجَدٍ

میرے محبوب نے موتی اور زبرجد کے دوہار اوپر نیچے پہن رکھے تھے

توکل کی حقیقت:

جیسے کہ پہلی حدیث میں بھی عرض کیا تھا اس میں اس توکل کی حقیقت کی طرف

اشارہ ہے کہ توکل وہی ہے کہ اسباب اختیار کرنے کے بعد ربّ الاسباب پر اعتماد کر لیا جائے۔ - وإشارة الى انه ينبغي ان يكون التوكل مقروناً بالتحصن لا مجرداً عنه فلهذا لم يبرز للقتال منكشفاً متوكلاً ولذلك قال اعقلها وتوكل (مواہب ص ۹۸) (اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ توکل حفاظت کے اسباب کے ساتھ مقرون ہونا چاہئے نہ کہ اسباب کو بالکل چھوڑ کر اس لئے تو آپؐ بھی محض اللہ کے بھروسے خالی ہاتھ (بغیر اسباب کے استعمال) جنگ کے لئے نہیں نکلے اور اسی لئے تو آپؐ نے ایک صحابیؓ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ کا پاؤں باندھ کر پھر توکل کیجئے) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یا ایہا الذین امنوا اخذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جميعاً (نساء) اے ایمان والو! کافروں کے مقابلے میں اپنی احتیاط رکھو پھر ان سے مقابلہ کے وقت متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو) حفاظت کا حسب ضرورت و حسب موقع سامان لینا آیت شریف کا امتثال ہے اور آپؐ سے زیادہ ارشادات۔ خداوندی پر عمل کرنے والا کون ہو سکتا ہے لہذا زرّہ خود تلوار وغیرہ کا استعمال سب احتیاطی سامان کا استعمال ہے۔ (خصائل)

یہ حدیث مراسیل صحابہؓ سے ہے:

یہ حدیث صحابہ کرامؓ کے مراسیل میں سے ہے کہ حضرت سائبؓ جنگ احد میں موجود نہ تھے کیونکہ وہ اپنے والد کے ہمراہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جبکہ اس وقت ان کی عمر صرف سات برس تھی۔ شیخ ابراہیم البجوریؒ نے ابوداؤد کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ عن السائب عن رجل قد سماه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر یوم احد بین درعین (مواہب ص ۹۸) (کہ یہ روایت حضرت سائب سے اور اس نے اس شخص سے روایت کی جس کا نام لیا تھا) (جس کا سابقہ روایت میں ذکر نہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن دوزر ہیں نیچے اوپر پہن رکھی تھیں) اس تصریح کے بعد یہ مراسیل سے نکل جاتی ہے اور غالب یہی ہے کہ عن رجل سے مراد حضرت زبیر بن عوامؓ ہوں کیونکہ اس باب کی پہلی روایت اسی معنی میں ان سے منقول ہے۔۔

باب ماجاء فی صفة مغفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود مبارک کے بیان میں

مغفر کی حقیقت و صفت:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مكة وعليه مغفر ..

مغفر کا معنی خود اس کا مادہ و مصدر غَفَرَ ہے بمعنی ڈھانپنے کے چھپانے اور برتن کے اندر ڈھانپنے کو غفر کہتے ہیں والمغفر کمنبر من الغفر وهو الستر (مواہب ص ۹۸) (مغفر بروزن منبر ہے یہ مادہ غفر سے مشتق ہے بمعنی ستر اور پردے کے ہے) غفران کا بھی یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت انسان کے گناہوں کو مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لیتی ہے۔ چونکہ مغفر (خود) بھی انسان کے سر کو دشمن کے حملے سے اور چوٹ سے بچاتی ہے اسے بھی مغفر کہتے ہیں یہ بھی اسلحہ کی ایک قسم ہے لان السلاح يطلق علی ما یقتل بہ و علی ما یدفع بہ وهو مما یدفع بہ (مواہب ص ۹۸) (یہ اس لئے کہ سلاح کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ساتھ یا تو قتل ہو (یعنی آلہ قتل) یا پھر مدافعت اور حفاظت کا ذریعہ ہو اور مغفر (خود) بھی ان چیزوں میں سے ہے جس کے ساتھ مدافعت کی جاتی ہے۔

اس باب میں دو احادیث وارد ہیں جن میں آپ کی صفت مغفر کا بیان ہے ای

باب بیان الاخبار الواردة فی صفة مغفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب ص ۹۸) (یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے جو حضور ﷺ کے خود کے بارے میں وارد ہوئی ہیں)۔

فتح کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو خود پہنے ہوئے تھے آپ کے خود مبارک کے نام (۱) موشح اور (۲) ذوالسبوغ تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آلاتِ حرب:

امام ترمذی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر آلاتِ حرب کا ذکر نہیں کیا شیخ احمد عبد الجواد الدومی نے آپ کے متعدد آلاتِ حرب ذکر کئے ہیں لکھتے ہیں کہ آپ کے چھ عدد قوس و کمان تھے جن کے اپنے نام تھے الزوراء، الروحاء، الصفراء، شوحط، الکتوم، السداد آپ کی ترکش کا نام الکافور تھا ایک ڈھال مبارک کا نام الذلوق تھا دوسری کا نام الفنیق تھا ایک ڈھال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ کے پیش کی گئی مگر اس پر عقاب، پاکبش (مینڈھے) کی تصویر تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصویر پر ہاتھ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ مبارک کی برکت سے اسے محو کر دیا ابن قیم نے شوحط کی بجائے البیضاء کا ذکر کیا ہے یز الکتوم کے متعلق لکھا ہے کسرت یوم احد فاخذها قتادة بن نعمان (زاد المعاد ج ۱ ص ۴۹) کہ وہ جنگ احد کے دن ٹوٹ گئی تو اسے قتادہ بن نعمان نے اٹھایا آپ کے سات گھوڑے تھے۔

گھوڑوں کے بھی اپنے نام تھے السکب، المرتجز، الظرب، اللحیف، اللزاز، الورد، سبحة۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق الشافعی نے ان سات متفق علیہ گھوڑوں کا ذکر اس شعر میں کیا ہے۔

والخیل سکب لحیف سبحة بظرب

لزاز مرتجز ورد لها اسرار

(زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰)

(اور حضور ﷺ کے گھوڑے سکب لحیف سبحة اور ضرب لزاز۔ مرتجز۔ ورد ان کے اپنے خاصیات تھے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر مبارک کا نام المثوی تھا ایک لمبا سا نیزہ تھا جس کا نام البیضاء تھا ایک خیمہ تھا۔ جس کا نام الکن تھا ایک ٹیڑھے سروالی لکڑی تھی جو تقریباً گز برابر لمبی تھی جس کو محجن کہتے ہیں ایک لاٹھی مبارک تھی یعنی منحصر جس کا نام العرجون تھا (اتحافات ۱۵۳، ۱۵۴)

علامہ یوسف نبھانیؒ نے شمائل الرسول میں لکھا ہے کہ آپؐ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا اس کا رنگ سیاہ تھا ایک جھنڈا زرد رنگ کا بھی تھا اور ایک سفید رنگ کا تھا جس کے اندر سیاہ دھاریاں تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزہ کا نام صادر تھا زین کا نام داج تھا اوٹنی کا نام قصوی اور غضباء تھا خچر کا نام دلدل گدھے کا نام یعفور تھا جس بکری سے دودھ نوش فرماتے اس کا نام عنیہ تھا۔ مذکورہ آلات حرب کے علاوہ بھی ابن قیمؒ نے چند دیگر اشیاء کا بھی ذکر کیا ہے فرمایا۔ و كانت له ثلاث جبات يلبسهما في الحرب فيهما جبة سندس اخضر... و كانت له حربة تسمى النبعاء و كان له محجن يسمى الدون و كان له ترس ابيض يسمى الموجز (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰) (آپؐ کے تین جتے تھے جن کو جنگ و جہاد میں پہنتے تھے ان میں ایک جبہ سبز سندس کا تھا اور آپؐ کا ایک نیزہ تھا جسے نبعاء کہا جاتا تھا اور ایک محجن (ٹیڑھے سروالی لکڑی) جس کا نام الدون تھا اور آپؐ کی ایک سفید ڈھال بھی تھی جسے موجز کہا جاتا تھا)

(۱۰۷/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ فَقِيلَ لَهُ هَذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوهُ .

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ روایت بیان کی ان کو مالک بن انس نے یہ روایت بیان کی انہوں نے یہ حدیث ابن شہاب سے نقل کی اور وہ خادم رسولؐ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے۔

تو آپؐ کے سر مبارک پر خود تھی حضورؐ جب خود اتار چکے اور اطمینان ہو گیا تو کسی نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ ابن خطل کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے ہے حضورؐ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔

مامون ہے اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے مامون ہے جب دخولِ مکہ کے بعد جنگ کا احتمال باقی نہ رہا اور لوگوں نے آپؐ کی ہدایات کے مطابق امن لینا شروع کر دیا تو آپؐ نے خود اتار دی اور سر پر عمامہ تھا۔

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دخولِ مکہ کے وقت آپؐ کے سر پر عمامہ بھی تھا اور اس کے اوپر مغفر یعنی خود بھی تھی اور یہ لوگوں کا معمول بھی تھا جیسا کہ علیؑ رأسہ عصابة کی تصریح بھی ہے اور اس سے مقصد عمامہ کا چھوٹا ہونا بتانا ہے حافظ ابن حجر جمع بین الروایات کی اس صورت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ مغفر تو بھاری ہوتا ہے اور ہوتا بھی تو لوہے کا ہے ظاہر ہے کہ اس نے سر کو تکلیف بھی دینی ہے نیچے پگڑی رہے تو سر کو راحت ملے گی۔

ایک تعارض اور اس کا حل:

وعلیہ مغفر کا اس خبر سے بھی تعارض نہیں ہے جس میں تصریح ہے کہ لا یحل لاحدکم ان یحمل بمکة السلاح جیسا کہ اسے مسلمؑ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کیونکہ شارحین حدیث نے اس کی متعدد توضیحات کی ہیں۔

(۱) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ تحریر فرماتے ہیں کان دخول نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالمغفر والسلاح فی الساعة التي حلت فیها مکة له وهی ساعة تطهیر الکعبة من الاصنام وتطهیر مکة من الشرك والوثنية وبذلك فلا تنافی بین هذا الحدیث و حدیث مسلم عن جابر الخ

(اتحافات ص ۱۵۱) حضور ﷺ کا مکہ کو اسلحہ اور خود سمیت داخل ہونا یہ اس تھوڑے وقت کے لئے تھا جس میں آپؐ کے لئے قتل و قتال مکہ میں جائز قرار دیا گیا تھا اور اس وقت میں کعبہ شریف کو بتوں اور مکہ شریف کو شرک و بت پرستی سے پاک و صاف کرنا مقصود تھا تو اس توجیہ سے اس حدیث میں اور حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جو مسلمؑ میں ہے (کہ نہیں تم میں سے کسی کے لئے جائز کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے) کوئی تعارض اور منافات نہیں۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ مکرمہ میں قتال ایک ساعت کے لئے

حلال کر دیا گیا و لم تحل لاحد بعده (اور آپ کے علاوہ) مکہ اور حرم میں کسی کے لئے اس کے بعد قتال جائز اور حلال نہیں کیا گیا) اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں متہیاً للقتال (جنگ کی تیاری کر کے) داخل ہوئے تھے۔

(۳) نہیں اور ممانعت خاص ہے اس صورت میں جب حمل سلاح کی ضرورت نہ ہو ولذا دخل عام عمرة القضاء ومعہ ومع المسلمین السلاح فی القرباب . (اور اسی لئے تو آپ عمرة القضاء کے سال مکہ شریف گئے اور آپ اور مسلمانوں کے ساتھ اسلحہ نیام وغیرہ میں تھا)

(۴) المراد من النهی حمل السلاح للمحاربة مع المسلمین . (ہتھیار اٹھانے سے منع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں)

(۵) ويجوز ان يكون النهی بعد فعله صلی اللہ علیہ وسلم علی انه يجوز له مالا يجوز لغيره (جمع ص ۱۹۹) (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ کے اس دفعہ ہتھیار اٹھانے کے بعد نہیں ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے لئے کوئی کام جائز ہو اور آپ کے علاوہ لوگوں کے لئے ناجائز ہو، یعنی حضور ﷺ کی خصوصیت ہو)۔

(۶) وجمع آخرون بان النهی عن السلاح فی الامور العادية فاذا دعت ضرورة لحملة ارتفع النهی (اتحافات ص ۱۵۱) (اور بعض دوسرے حضرات نے یہ تطبیق بھی کی ہے کہ ہتھیار اٹھانے کی نہیں امور عادیہ میں ہو اور جب کبھی ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑ جائے تو نہیں ختم ہو جاتی ہے)۔

ابن خطل کے قتل کا حکم:

فقیل له هذا ابن خطل متعلق باستار الكعبة ... یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اتارنے کے بعد بتایا گیا یہ ابن خطل ہے جو استار کعبہ کو پکڑے ہوئے اس کے ساتھ چمٹا ہوا ہے ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

فتح مکہ کے موقع پر عفو عام کے باوصف گیارہ مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں جن کے جرائم ناقابل عفو تھے آپ نے ان کے خون ہدر کر دیئے تھے اور عفو عام سے ان کو مستثنیٰ قرار

دے دیا تھا پھر ان میں سے سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہو گئے تھے ان کو معافی مل گئی تھی چار مرد اور چار عورتیں باقی رہیں جو قتل کر دیے گئے ابنِ نطل بھی ان میں سے ایک تھا ابنِ نطل اولاً بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا عبد اللہ نام رکھا وحی کی کتابت کا کام بھی کیا کرتا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قبیلہ سے زکوٰۃ لینے کے لئے اسے بھیجا اس نے راستے میں اپنے ایک مسلمان غلام کو اس لئے قتل کر دیا کہ اس سے کھانا پکانے میں غلطی ہوئی تھی۔

وکان معہ مولیٰ یخلمہ وکان مسلماً فنزل منزلاً وامر مولاہ ان یدبح تیساً ویصنع لہ طعاماً ونام فاستیقظ ولم یصنع لہ شیئاً فعدا علیہ فقتلہ (جمع ص ۲۲۰) اور اس کے ساتھ ایک غلام تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا اور وہ (ابنِ نطل) مسلمان تھا سفر کرتے جب ایک منزل پر اترے تو اپنے غلام کو کہا کہ بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کر دے اور خود سو گیا جب بیدار ہوا اور غلام نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا تھا تو اس غلام پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا)

پھر خود قصاص کے خوف سے مدینہ منورہ نہ لوٹا کہ قصاص میں قتل کر دیا جاؤں گا مرتد ہو کر مکہ مکرمہ بھاگ نکلا وہاں پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا دو باندیاں خریدیں جو آپ کے حق میں ہجو یہ اشعار کہہ کہہ کر ابنِ نطل کو خوش رکھا کرتی تھیں آپ نے اس کا خون ہدر کر دیا اسلئے باوجود استار کعبہ کے پکڑنے کے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور قتل کر دیا گیا۔ فقال اقتلوه امرہم بقتلہ علی سبیل الکفایۃ فکل من قتلہ منہم حصل بہ المقصود (مواہب ص ۹۹) (آپ نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو آپ نے اس کے قتل کا حکم) کسی خاص شخص کو مخاطب کر کے نہ کیا) بلکہ علی سبیل الکفایۃ فرما دیا یعنی یہ کہ جو کوئی بھی اس کو قتل کر دے گا اصل مقصد حاصل ہو جائے گا)

ابنِ نطل اور استار کعبہ:

بعض حضرات نے یہاں یہ بھی کہا ہے کہ خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور استار کعبہ کے

ساتھ چمٹ گیا متمسکاً بان من دخله کان امناً (اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وہ دلیل پکڑ رہا تھا کہ جو کوئی حرم میں داخل ہو جائے وہ امن پر ہوگا) مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث میں اس کے دخول کعبہ اور من دخله کان امناً سے تمسک کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

در اصل استار کعبہ سے چمٹنے کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں جو کوئی بھی کعبۃ اللہ کے استار سے چمٹ جاتا لوگ اس کی تعظیم کرتے اور جرائم معاف کر دیے جاتے لہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم آپ کے اس ارشاد کے منافی نہیں ہے کہ من

دخل المسجد فهو امن ومن دخل دار ابی سفیان فهو آمن ومن اغلق علیہ بابہ فهو آمن لانه من المستثنین کیونکہ دار قطنی میں روایت ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم اربعة لا اؤمنہم

لا فی حل ولا فی حرم الحویرث بن نقید وھلال بن خطل ومقیس بن صبابہ وعبداللہ بن ابی سرح وفی حدیث سعد بن ابی وقاص قال اربعة نفرو امرأتان وقال اقتلوھم وان

وجدتموھم متعلقین باستار الکعبۃ (جمع ص ۱۹۹) (کہ جو کوئی مسجد میں داخل ہو وہ امن پر ہوگا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے وہ امن سے ہوگا۔ اور جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا

وہ امن میں ہوگا۔ اس لئے کہ (ابن خطل) امن سے مستثنیٰ شدہ لوگوں میں سے تھا)۔۔۔۔۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار آدمیوں کو نہ میں زمین حل میں اور نہ حرم میں امن دیتا ہوں

(۱) حویرث بن نقید (۲) ھلال بن خطل (۳) لقیس بن صبابہ (۴) عبداللہ بن ابی سرح اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی مروی حدیث میں ہے کہ چار مرد اور دو عورتیں اور آپ نے فرمایا کہ ان کو قتل کر دو اگرچہ تم ان کو غلاف کعبہ پکڑتے ہوئے بھی پاؤ)

ابن خطل کو کس نے قتل کیا:

چنانچہ یہ شخص مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان ابو بزرہ سلمیٰ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

البتہ شیخ ابراہیم البجوری فرماتے ہیں فقال اقلوہ واستبق الی قتله عمار بن یاسر وسعید بن حریث فسبق سعید وقتله وقیل قتله ابو بزرہ وجمع بان الذی باشر قتله اولاً ابو بزرہ

وشار کہ سعید وقتلوہ بین زمزم والمقام (مواہب ص ۹۸) (پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو (ابن خطل) کو قتل کر دو تو اس کے قتل کے لئے دوڑ پڑے عمار بن یاسر اور سعید بن

حریث تو حضرت سعید نے اس کے قتل کرنے میں سبقت حاصل کر کے قتل کر دیا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کو ابو برزہ نے قتل کیا ان کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ دراصل شروع اور ابتدائے قتل ابو برزہ نے کیا اور پھر اس کے ساتھ سعید بھی شریک ہو گئے اور انہوں نے زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کو قتل کر دیا۔

احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں کہ ابن حطل کے قاتل کی تعیین میں اختلاف ہے حاکم کی روایت میں ہے کہ وہ سعید بن زید ہے بزار میں سعد بن ابی وقاص دارقطنی میں زبیر بن العوام بتلایا گیا ہے قسطلانی فرماتے ہیں کہ وہ ابو برزہ سلمی ہیں ولعل الجميع تسابقوا الى قتله ولكن الذي باشره بالقتل ابو برزة فضرب عنقه بين الركن والمقام (اتحافات ص ۱۵۲) (اور شاید کہ سب نے اس کے قتل کے لئے مسابقت کی لیکن جس نے قتل کیا وہ ابو برزہ تھے اس نے اس کی گردن رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان توڑ دی یعنی قتل کر دیا)

شاتم رسول کا حکم:

جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گا لیاں بکے اور توہین کرے اور مرتد ہو جائے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ شاتم رسول کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے جس طرح نعوذ باللہ کوئی شخص اللہ رب العزت کو گالیاں دے شرک کرے اور مرتد ہو جائے پھر توبہ کر لے تو اس کی توبہ بالاتفاق قبول ہوتی ہے تو شاتم رسول جو مرتد ہو جائے اس کی توبہ بھی قبول ہونی چاہئے قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے۔

باب کہ یہ روایت ائمہ ثلاثہ کے مسلک کا مستدل اور مؤید ہے امام ابن تیمیہ نے اس موضوع پر ایک مستقل مفصل اور جامع کتاب ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“ کے نام سے لکھی ہے جس میں ہر دو مذاہب کے دلائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے جب دونوں جانب کے مسالک اور دلائل و اہداف کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ محققین

احناف اور محققین شوافع کے درمیان کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے اور نہ کوئی تعارض ہے بلکہ صرف نزاع لفظی ہے مقصد ایک ہے دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (کہ گناہ سے حقیقتہً توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو) کے مطابق شاتم رسول کی توبہ بھی عند اللہ قبول ہوگی تاہم حاکم وقت قاضی اور عامل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ شاتم کو توبہ کی وجہ سے معاف کر دے بلکہ وہ اسے سیاستاً قتل کر سکتا ہے تاکہ آئندہ کسی کو جرات نہ ہو احناف کا مسلک بھی یہی ہے ابن خطل کا قتل اس کا ثبوت ہے کہ وہ سیاستاً قتل کئے گئے۔

باقی رہی یہ بات کہ قتل کر دینا مصلحت ہے یا توبہ قبول کر لینا تو وہ موقع اور محل کے لحاظ سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے جہاں تک ابن خطل کے قتل کا واقعہ ہے تو اس کے متعدد وجوہ محتمل ہیں (۱) حدیث میں ابن خطل کی توبہ کا کوئی ذکر نہیں (۲) یہ عین ممکن ہے کہ ابن خطل نے توبہ نہ کی ہو اور آپ نے بوجہ ارتداد کے اس کے قتل کا حکم دیا ہو (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے توبہ کی ہو مگر صدق دل سے نہ ہو اور آپ کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا گیا ہو۔

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا قتل قصاصاً ہو جیسے کہ علامہ مناوی فرماتے ہیں۔ فقتلہ قصاصاً بالمسلم الذی قتلہ یرشد الی ذلک ان ابن سرح کان کابن خطل فیما ذکر فلما اسلم ترک (مناوی ص ۲۰۰) پس ابن خطل کا قتل (در اصل) اس مسلمان کی قصاص میں تھا جس کو اس نے قتل کیا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ ابن سرح کا حکم بھی ابن خطل جیسا تھا جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے لیکن جب وہ اسلام لائے تو اس کو چھوڑ دیا گیا

(۱۰۸/۲) حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ أَحْمَدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمَغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَبَلَّغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا..

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عیسیٰ بن احمد نے بیان کی۔ ان کو عبد اللہ بن وہب نے یہ روایت بیان کی وہ کہتے ہیں کہ مجھے مالک بن انس نے ابن شہاب کے حوالے سے بیان کیا اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت انس بن مالک سے سنی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضور کے سر مبارک پر خود تھی جب حضور نے اس کو اتار دیا تو ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابن حنظل کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا ہے حضور نے فرمایا کہ وہ امن والوں میں سے نہیں اس کو قتل کر ڈالو۔ امام زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز محرم نہیں تھے۔

وبلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یومئذ محرماً حدیث کا مضمون اور تفصیلی بحث تو گذشتہ حدیث میں گذر چکی ہے البتہ یہ جملہ اضافی ہے جو اسی روایت میں نقل کیا گیا ہے۔

دخول مکہ کے وقت احرام کا مسئلہ:

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن محرم نہیں تھے احرام نہیں باندھا تھا بلکہ خود مبارک اتار کر سیاہ عمامہ زیب راس فرمایا تھا۔ خطب الناس وعلیہ عمامة سوداء (آپ نے لوگوں کو (یوم فتح مکہ) خطبہ دیا اور آپ کے سر پر سیاہ عمامہ (پگڑی) تھی) بلکہ اس سے قبل جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا جو احرام کے منافی ہے

یہ حدیث بھی بظاہر شوافع کا مستدل اور مؤید ہے اور اس کو سند بنا کر بغیر احرام کے دخول مکہ کو جائز قرار دیتے ہیں مگر حنفیہ حضرات بغیر احرام کے دخول مکہ کو جائز قرار نہیں دیتے تفصیلی بحث اور دلائل تو اپنی جگہ آئیں گے مگر حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث شوافع کا مستدل اور حجت اسلئے نہیں بن سکتی کہ اس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح مکہ کی غرض سے حرمت اٹھادی گئی تھی وہ روز آپ کے لئے حلال تھا۔

احنافؒ بھی کہتے ہیں دخول مکہ بغیر احرام کے اس وقت ناجائز ہے جب اطمینان ہو، امن ہو، اندیشہ قتل و قتال اور فکر مزاحمت نہ ہو مگر فتح مکہ کے موقع پر کتنے کتنے اندیشے لاحق تھے مکہ میں داخل ہونے کا یقین نہیں تھا احناف کہتے ہیں کہ لبسِ مخیط اور سترِ رأس ضرورہؑ (کہ بوجہ ضرورت اور مجبوری کے سلتے ہوئے کپڑوں اور سر چھپانے) سے احرام معدوم نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دم لازم آئے گا جس سے عدم احرام کا ثبوت بہت مشکل ہے۔

=====

باب ماجاء فی عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک کے بیان میں

عمامہ کی فضیلت و برکات:

العمامة (بکسر العين) ما یعم بہ فوق الرأس (العمامة عین کے کسرہ کے ساتھ ہر اس چیز کو جو سر کے اوپر بطور پگڑی کے لپیٹی جائے) کو کہتے ہیں عمامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ و مستمرہ ہے والعمامة سنة لا سیماً للصلوة وبقصد التجمّل لا خبار کثیرة فیہا (مواہب ص ۹۹) (عمامہ (پگڑی) سنت ہے خصوصاً نماز کے لئے یا خوبصورتی حاصل کرنے کی غرض سے بوجہ ان احادیث کثیرہ کے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں) آپ نے خود بھی عمامہ پہنا ہے اور اس کی تعریف بھی فرمائی ہے ترغیب بھی دی ہے اس باب میں مصنف نے پانچ احادیث درج کی ہیں ای باب بیان الاخبار الواردة فی صفة عمامة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب ص ۹۹) (یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے جو حضور ﷺ کے عمامہ مبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ،، عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری)

عینی شرح بخاری میں ہے کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں عمامہ باندھنا سنت ہے مزید یہ بھی فرمایا،، عمامہ باندھا کرو کہ اسلام کا نشان ہے مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔

شیخ بیجوریؒ فرماتے ہیں ففی الخبر فرق بیننا و بین المشرکین العمام علی القلائس واملبس القلنسوة و حلہا فہوزی المشرکین (مواہب ص ۹۹) (حدیث شریف میں ہے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپوں کے اوپر پگڑیوں کے باندھنے میں ہے

اور صرف ٹوپی کا اکیلا پہننا تو یہ (ایک قسم) مشرکین کی شکل و ہیئت ہے)

سیاہ عمامے کا حکم:

تاہم یہاں اتنا یاد رہے کہ لباس بذاتہ ممنوع نہیں ہوتے بلکہ کسی دوسری قوم یا فرقہ ضالہ سے مشابہت کی وجہ سے انہیں خاص حالات اور مشابہت کے قطعی احتمالات کی وجہ سے مکروہ قرار دیدیا جاتا ہے مثلاً کالی پگڑی یا سیاہ لباس بنفسہ ممنوع نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے مگر محرم کے ایام میں شیعہ لوگ سیاہ لباس پہنتے ہیں ان دنوں میں سیاہ لباس پہننا گویا ان سے مشابہت بظاہر شیعیت کا فروغ و ترویج ہے لہذا ان ایام میں سیاہ پگڑی اور لباس سے اجتناب بہتر ہے۔ ایک دور میں سیاہ لباس پہننا عباسی خلفاء کا شعار ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ علماء کرام کے چہے اور عمامے بھی سیاہ ہوا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ سوداء حضرت عباسؓ کو عطا فرمایا تھا جو ہر تخت نشین کے سر پر بطور تبرک کے رکھا جاتا تھا حضرت امام ابو یوسفؒ ذاتی طور پر اس رنگ کو پسند فرماتے تھے چنانچہ ایک عید کے موقع پر جبہ عمامہ اور گھوڑا بھی سیاہ رنگ کا تھا۔ پھر وہ اس رنگ کو فضیلت دینے لگے مقابلہ میں کچھ لوگ کھڑے ہوئے انہوں نے اسے روافض کا شعار قرار دیا جو بطور حداد (غم) کے وہ استعمال کرتے تھے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس موضوع پر بھی رسالہ لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ لونِ اسود بھی سنت ہے اور لونِ ابیض بھی مگر بیاض کو فضیلت حاصل ہے۔

عمامہ پر قطعی مواظبت ثابت ہے:

یہاں یہ مسئلہ بھی خصوصیت سے واضح رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ نے عمامہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اس پر انہوں نے مواظبت کی ہے اور یہ مواظبت قطعی ثابت بھی ہے اس وجہ سے بعض لوگوں نے پگڑی کو سنت مؤکدہ قرار دیدیا مگر اس کا پس منظر بھی ہے وہ یہ کہ عرب عمامہ کے عادی تھے وہ بغیر عمامہ کے نکلنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ یہ ان کا معمول تھا جیسا کہ اب بھی سرحد و بلوچستان میں بعض قبائل بالخصوص

وزیرستان وغیرہ میں یہ قطعی مروج ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہ کرامؓ بھی صلوٰۃ اور غیر صلوٰۃ میں عرب دستور کے مطابق عمامہ اور رداء کو لازماً پہنا کرتے تھے لہذا عمامہ و رداء عادت مبارک تھی بہر حال راجح یہی ہے کہ نماز پڑھتے وقت عمامہ زیب راس ہو مگر بغیر عمامہ کے بھی نماز بلا کراہت جائز ہے اگر ننگے سر نہ ہو فقہاء کا یہی فتویٰ ہے کراہت اس چیز سے آتی ہے جہاں کوئی ممانعت ہو یا کراہت منقول ہو عادت کے موافق نہ ہونا یہ کوئی جرم نہیں ہے

مقدار عمامہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ مبارک کی مقدار کیا تھی؟ اسی سلسلہ میں محدثین نے تصریح کی ہے کہ مشہور روایات میں مقدار عمامہ مذکور نہیں ہے طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے وقال ابن حجر لا اصل له (مواہب ص ۹۹) (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں ہے)

علامہ جزریؒ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں میں خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی (خصائل)

لکن نقل عن النووی انه کان له صلی اللہ علیہ وسلم عمامة قصيرة و كانت ستة اذرع و عمامة طويلة كانت اثني عشر ذراعاً (مواہب ص ۹۹) (لیکن امام نوویؒ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کی ایک کوتاہ (چھوٹی) پگڑی جو چھ ذراع (ہاتھ) تھی اور ایک لمبی پگڑی وہ بارہ ہاتھ تھی)

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ علامہ ابن القیمؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں لم تکن عمامته صلی اللہ علیہ وسلم كبيرة يوذى الرأس حملها ولا صغيرة لا تقى الرأس من حر ولا برد. بل كانت وسطاً بين ذلك وخير الامور الوسط (اتحافات ص ۱۵۵) (حضور ﷺ کی پگڑی نہ اتنی لمبی تھی کہ سر کو اٹھانے سے تکلیف ہو اور نہ اتنی چھوٹی کہ سر کو سردی اور گرمی سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ بلکہ درمیانی تھی اور درمیانی امر میں بہتری ہوتی ہے)۔

(۱۰۹/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ
(ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ
جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو
عبدالرحمن بن مہدی نے یہ روایت بیان کی ان کو یہ روایت حماد بن سلمہ کے واسطے سے پہنچی
(تحویل) ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی انہوں نے وکیع سے اور انہوں نے
حماد بن سلمہ سے انہوں نے ابن ابی زبیر کے حوالے سے نقل کی۔ انہوں نے جابر سے۔ وہ
فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

مغفریا عمامہ یا دونوں:

دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء زاد مسلم بغير
احرام وزاد مسلم في رواية و ابوداؤد قد ارخى طرفيها بين كتفيه (مناوی ص ۲۱۲)
(آپ فتح مکہ کے دن مکہ شریف داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر کالی پگڑی تھی۔
مسلم نے یہ زیادتی کی ہے کہ آپ غیر محرم تھے اور مسلم نے ایک دوسری روایت میں اور
ابوداؤد نے یہ زیادتی بھی کی کہ پگڑی کے دو طرف (کنارے) حضور ﷺ نے کندھوں
کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔)

اس سے قبل باب میں گذرا کہ دخل مكة وعليه مغفر (کہ حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے
اور آپ کے سر پر خود تھی) دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ (۱) نیچے خود ہو اوپر عمامہ
فالعمامة قد تكون فوق المغفر (احافات ص ۱۵۵) (پس پگڑی کبھی خود کے اوپر ہوتی
ہے) یا عمامہ چھوٹا ہو اور اس پر خود ہو (۲) یا داخلہ کے وقت خود مبارک سر پر تھی کہ احتمال
مزاحمت کا تھا لیکن دخول کے متصل عمامہ باندھ لیا جو بظاہر دخول کا وقت ہی تھا اسلئے وقت
دخول کی طرف نسبت ہوئی (۳) بعض حضرات یہ توجیہ بھی کرتے ہیں کہ خود تو لوہے کا ہوتا

ہے ظاہر ہے پہننے والے کو اذیت بھی ہوتی ہوگی اذیت سے بچنے کے لئے خود کے نیچے پگڑی پہن لی ہوگی۔ وفي الحديث اشارة الى ان العمامة افضل من غيرها (اتحافات ص ۱۵۵) (اور حدیث شریف میں اشارہ کہ عمامہ (پگڑی) دوسری چیزوں سے افضل ہے) وقال الجزري وفيه اشارة الى ان هذا الدين لا يتغير كالسواد بخلاف سائر الالوان (جمع ص ۲۰۴) (امام جزری فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ اس دین اسلام میں تغیر تبدیل نہیں ہوگا جیسے کالا رنگ) (کہ اس میں تبدیلی نہیں ہوتی) بخلاف دوسرے رنگوں کے) قال الزين العراقي اختلف الفاظ حديث جابر في المكان والزمان الذي لبس فيه العمامة السوداء فالمشهور انه يوم الفتح وفي رواية البيهقي في الشعب يوم ثنية الحنظل وذلك يوم الحديبية قال ويجاب بيان ان هذا ليس اضطراباً وانه لبسها في الحديبية وفي الفتح معاً اذ لا مانع من ذلك الا ان الاسناد واحد فليتامل (مناوی ص ۲۰۵) (حافظ زین الدین العراقي نے کہا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث کے الفاظ اس مکان (جگہ) اور زمان (وقت) کے متعلق مختلف ہیں جن میں حضور ﷺ نے کالی پگڑی پہنی۔ پس مشہور تو یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کا دن تھا اور امام بیہقیؒ کی روایت میں ثنیۃ الحنظل (یوم حدیبیہ) کا دن تھا (تو گویا روایت میں اضطراب ہوا) زین العراقي فرماتے ہیں کہ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ کوئی اضطراب نہیں بلکہ بے شک (یہ ہو سکتا ہے) کہ آپ نے حدیبیہ اور فتح مکہ کے دونوں ایام میں کالی پگڑی پہنی ہو اس لئے کہ اس میں کوئی امر مانع نہیں البتہ یہ بات (کھٹکتی ہے) کہ سند تو ایک ہی ہے فلیتامل)

(۱۱۰/۲) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُسَاوِرِ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِمَامَةً سَوْدَاءَ .

ترجمہ! ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی انہوں نے یہ روایت سفیان سے اور انہوں نے مساور وراق سے اخذ کی وہ یہ روایت جعفر بن حریشؓ سے اور وہ اپنے باپ عمرو بن

حریث سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

راویان حدیث (۲۹۵) مساور الوراق اور (۲۹۶) جعفر بن عمرو کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیاہ عمامہ اور بعض صحابہ کا معمول:

قال رایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمامة سوداء - مضمون حدیث تو پہلی حدیث میں گذر چکا۔ شیخ عبدالرؤف لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے بھی بہت سوں نے سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال کیا ہے حضرت علیؑ نے شہادت عثمانؓ کے روز حضرت حسنؓ سیاہ لباس اور سیاہ عمامہ میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے حضرت ابن زبیرؓ سیاہ عمامہ باندھ کر خطبہ ارشاد فرماتے حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن جریرؓ، حضرت عمارؓ بھی سیاہ عمامہ پہنا کرتے تھے (مناوی ص ۲۰۴)۔

وکان سعید بن المسیب یلبسها فی العیدین (اتحافات ص ۱۵۷) (اور حضرت سعید بن المسیب بھی کالی پگڑی عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) میں پہنا کرتے تھے) مگر بایں ہمہ علماء کرام اور فقہاء عظام نے جمعہ و عیدین یا خطبہ میں سیاہ عمامہ پہننا ضروری قرار نہیں دیا۔

وفی شرح الزیلعی و کیف ماکان الافضل فی لبسها البیاض وصحة لبس المصطفیٰ للساد ونزول الملائكة یوم بدر بعمام صفر لا یعارضه لانه لمقاصد ومصالح اقتضاها خصوص ذلك المقام كما بینہ بعض العلماء الا علام فلا ینا فی عموم الخبر الصحیح الامر بلبس الابيض وانه خیر الالوان فی الحیاة والممات (مناوی ص ۲۰۴) (اور زیلعی کی شرح میں ہے اور صورت جو بھی ہو پس افضل سفید عمامہ اور پگڑی ہے دوسری جانب حضور ﷺ کے کالی پگڑی پہننے کی صحت اور فرشتوں کا جنگ بدر کے دن زرد (پیلی) پگڑیاں پہنے اترنا اس کے معارض اور منافی اس لئے نہیں ہے کہ یہ تو بعض ایسے مقاصد اور مصالح کی وجہ سے تھا جو اس مقام کی خصوصیات کی مقتضی تھیں جیسے کہ اس کو بعض بڑے علماء حضرات نے بیان کیا ہے۔ تو اس لئے یہ اس حدیث صحیح کے عموم کے منافی نہ ہو جس میں

سفید لباس کے پہننے کا حکم ہے اور یہ کہ سفید رنگ زندگی میں بھی اور وقتِ موت بھی دوسرے رنگوں سے بہترین رنگ ہے)

امام اوزاعیؒ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ سیاہ رنگ کو کیوں استعمال نہیں کرتے تو ناپسندی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا لانه لا یجلی فیہ عروس ولا یلی فیہ محرم ولا یکفن فیہ میت والظاهر مرادہ غیر العمامة (مناوی ص ۲۰۴) (کہ اس (کالے رنگ) کے لباس میں دُہن کو جلو گاہ میں نہیں بٹھایا جاتا اور نہ ہی اس میں محرم شخص تلبیہ پڑھتا ہے اور نہ اس میں میت کو کفن دیا جاتا ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ امام اوزاعیؒ کی مراد اس عمامہ (پگڑی) کے علاوہ دیگر لباس ہے)

حدیث کا مدلول یہ بھی ہے کہ صرف دخول مکہ کے وقت نہیں اس کے علاوہ بھی آپؐ نے سیاہ عمامہ استعمال فرمایا ہے تاہم علماء کرام کا قول فیصل اور متفقہ فیصلہ یہی ہے جیسا کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں فی الحدیث جواز لبس الاسود فی الخطبة ولبس البیاض افضل (جمع ص ۲۰۵) (اور حدیث شریف میں خطبہ کے وقت سیاہ پگڑی پہننے کا جواز اور سفید پگڑی کا پہننا افضل معلوم ہوتا ہے) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں کہ والعمائم البیض ہی التي تناسب زی العلماء فی هذا الزمان (اتحافات ص ۱۵۷) (کہ اس زمانہ میں علماء کو بطور شعار کے سفید پگڑیاں باندھنا زیادہ مناسب ہیں)

(۱۱۱/۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ وَيُوسُفُ بْنُ عَيْسَى قَالَا حَدَّثَنَا وَكَيْعُ عَنْ مُسَاوِرِ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو وَبْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے استاد محمود بن غیلان اور یوسف بن عیسیٰ نے یہ حدیث بیان کی وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو وکیع نے یہ روایت بیان کی انہوں نے یہ روایت مساور وراق سے اخذ کی انہوں نے یہ حدیث جعفر بن عمرو بن حرث سے نقل کی جو اپنے باپ عمرو بن حرثؒ کے حوالے سے کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور

حضور کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

دورانِ خطبہ سیاہ عمامہ کا ثبوت:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامة سوداء (کہ بے شک نبی علیہ السلام لوگوں کو خطبہ دیا اور آپؐ کالی پگڑی باندھے ہوئے تھے) مسلم کی روایت میں علی المنبر (منبر پر) کی تصریح ہے۔ (جمع ص ۲۰۵)

نیز مسلم میں ابو اسامة عن مساور کے طریق سے روایت ہے قال حدثنی جعفر بن عمرو بن حریت عن ابیہ قال کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامة سوداء قد ارحی طرفیہا بین کتفیہ قال عیاض والصواب طرفیہا (تحافات ص ۱۵۷) (جعفر بن عمرو بن حریت اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ گویا میں حضور ﷺ کو منبر پر بیٹھے دیکھ رہا ہوں اور آپؐ کے سر پر کالی پگڑی ہے جس کے دونوں طرف اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے ہیں۔ عیاضؒ فرماتے ہیں کہ طرفیہا (تثنیہ) کی بجائے طرفیہا (بصیغہ مفرد) صحیح ہے)

(۱) مشہور قول یہ ہے کہ یہ خطبہ فتح مکہ کا ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا ای وعظہم عند باب الکعبۃ كما ذکرہ الحافظ ابن حجر والمراد بالمنبر فی بعض الروایات عتبة الکعبۃ لانہا منبر بالمعنی اللغوی وهو کل مرتفع (موہب ص ۱۰۰) (یعنی ان کو کعبہ کے دروازے کے پاس وعظ و نصیحت فرمائی جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور منبر سے مراد بعض روایات میں کعبہ (بیت اللہ) کی چوکھٹ ہے اس لئے کہ لغوی معنی کے لحاظ سے چوکھٹ بھی منبر ہے۔ کیونکہ منبر کا لغوی معنی ہر اونچی جگہ ہے)

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا کوئی خطبہ جمعہ تھا کیونکہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کی تصریح بھی منقول ہے جبکہ فتح مکہ کا خطبہ منبر پر نہیں تھا۔ وقد ذکر صاحب المصابیح ہذا الحدیث فی باب خطبة الجمعة (تحافات ص ۱۵۷) (اور صاحب المصابیح نے اس حدیث کو خطبہ جمعہ کے باب میں ذکر کیا ہے)

(۳) ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں میرک شاہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال کا ہے۔

شیخ عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں ومن هذا الحديث نفهم ان لبس العمامة السوداء لم يكن بمكة فقط ولكن كانت في مكة وغيرها (اتحافات ص ۱۵۷) (اور اس حدیث سے ہم یہ سمجھتے اور معلوم کرتے ہیں کہ آپ کا سیاہ پگڑی کا پہننا یہ صرف مکہ میں نہیں تھا بلکہ مکہ اور غیر مکہ دونوں میں ہوا ہے)

(۱۱۲/۴) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبيدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَفْيَيْهِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ قَالَ عُبيدُ اللَّهِ وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ ..

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے استاذ ہارون بن اسحاق ہمدانی نے یہ حدیث بیان کی ان کو یہ روایت یحییٰ بن محمد مدنی نے بیان کی انہوں نے یہ روایت عبدالعزیز بن محمد سے اور انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے اخذ کی وہ روایت نافع کی طرف منسوب کرتے ہیں جنہوں نے اسے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو ایسے ہی کرتے دیکھا عبید اللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے زمانہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے) قاسم بن محمد اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے) سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔

راویان حدیث (۲۹۷) ہارون ابن اسحاق الہمدانی (۲۹۸) یحییٰ بن محمد المدینی (۲۹۹) عبد العزیز بن محمد اور (۳۰۰) عبید اللہ بن عمر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شملہ بھی سنت مؤکدہ ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا اعمت سدل عمامته بين كتفيه ... پہلی تین روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ مبارک کے سیاہ رنگ کی وضاحت تھی اب چوتھی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ باندھنے کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ جب عمامہ باندھتے تو اس کے کنارہ (شملہ) کو دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے سدل کا معنی لٹکانا ہے عمامہ سے مراد (۱) کنارہ عمامہ ہے ای ارخی طرفها الذی یسمی العلاقة (جمع ص ۲۰۶) (یعنی پگڑی کا ایک کنارہ لٹکائے ہوئے تھے جسے علاقہ کہا جاتا ہے) (۲) بعض طرق الحدیث میں ہے آپؐ دونوں کاندھوں کے درمیان طرف اعلیٰ کا ارسال فرماتے تھے۔ وہو یسمی عذبة لغة (اور یہ لغت میں عذبة کہلاتا ہے) (۳) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ طرف اسفل ہو حتی یكون عذبة فی الاصطلاح العرفی الآن (تا کہ اب کی عرفی اصطلاح میں عذبة ہو)

(۴) اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں اطراف مراد ہوں معاً لانہ ورد انه قد ارخی طرفیہا بین کتفیه بلفظ التثیة (مواہب ص ۱۰۱) (اس لئے کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے دونوں طرفین (کنارے) اپنے دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکائے۔ تثنیہ کے لفظ کے ساتھ) (۵) اور یہ بھی منقول ہے کہ اس کا ایک طرف آگے اور دوسرا پیچھے ہو جیسے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں عممّنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسد لها بین یدی ومن خلفی رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۴) (مجھے حضور ﷺ نے پگڑی بندھوائی اور اس کے ایک کنارہ کو میرے سامنے اور دوسرے کو پیچھے لٹکایا)

وقد استفيد من الحديث ان العذبة سنة فقد جاء في العذبة احاديث كثيرة ما بين صحيح وحسن (مواہب ص ۱۰۱) (اور حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ عذبة (طرف اعلیٰ کو کاندھوں کے درمیان لٹکانا) سنت ہے کیونکہ عذبة کے بارے میں بہت سی احادیث صحیح اور حسن درجہ کی وارد ہوئی ہیں) شیخ عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ویظہر ان اتخاذ العذبة

کان اذا اشتد الحر كانت لوقاية الرقبة من شدة الحر (تحفاته ص ۱۵۸) (اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عذبہ کا رکھنا اس وقت ہوتا جب گرمی سخت ہوتی تو یہ سخت گرمی سے گردن کی حفاظت کا ذریعہ بنے)۔

خلاصہ یہ کہ شملہ مبارک کے لٹکانے کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ مختلف رہی ہے آپ اکثر شملہ مبارک لٹکائے رکھتے تھے۔ سینہ کے دائیں طرف، کبھی بائیں طرف اور تقریباً اکثر اوقات دونوں کاندھوں کے درمیان اور کبھی ایک طرف آگے اور دوسرا پیچھے رکھتے تھے اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ پگڑی کے دونوں اطراف کو شملے کی طرح کاندھوں کے درمیان رکھتے تھے ملا علی قاری فرماتے ہیں ان الایمان بکل واحد من تلک الامور سنة (جمع ص ۲۰۷) (ان سب امور (مذکورہ بالا) میں سے ہر ایک پر عمل کرنا سنت ہے)

امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ سے تقریباً سب صورتیں ثابت ہیں مگر افضل صورت دونوں کاندھوں کے درمیان کمر مبارک پر لٹکانا ہے وارسالہا بین کتفین افضل (مواہب ص ۱۰۱) (اور اس کا دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکانا افضل ہے) علامہ ابن قیم نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ سے اس سلسلہ میں ایک عجیب بات نقل کی ہے فرماتے ہیں فدل (الحديث) علی ان النؤابة لم یکن یرخیها دائماً بین کتفیه. وکان شیخنا ابو العباس ابن تیمیہ قدس روحه فی الجنة یدکر فی سبب النؤابة شیئاً بدیعاً وهو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما اتخذها صبیحة المنام رآه فی المدینة لما رأى رب العزة تبارک وتعالی فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الا علی قلت لا ادری فوضع بین کتفی فعلمت ما بین السماء والارض الحدیث وهو فی الترمذی وسئل عنه البخاری فقال صحیح قال فمن تلک الحال ارخی النؤابة بین کتفیه وهذا من العلم الذی منکره السنة الجہال وقلوبهم ولم ار هذه الفائدة فی اثبات النؤابة لغيره (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰) (پس حدیث شریف اس پر دال ہے کہ آپ شملہ دائمی طور پر کاندھوں کے درمیان نہیں لٹکاتے تھے) اور ہمارے شیخ ابو العباس بن تیمیہ ذواہبہ (شملہ) کے متعلق عجیب بات بیان کرتے تھے وہ

فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے شملہ لٹکایا اس خواب دیکھنے کی صبح جو کہ آپ نے مدینہ شریف میں دیکھا جبکہ باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! یہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا پس باری تعالیٰ نے (بلا تشبیہ) اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے آسمان وزمین کی سب چیزیں معلوم کر لیں۔۔۔۔ اور یہ ترمذی میں ہے اور امام بخاری سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے فرمایا صحیح ہے (تو شیخ فرماتے) کہ اسی حال و کیفیت کے سبب آپ شملہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ ایسے امور اور باتوں کے علم سے جاہل اور غافل لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور میں یہ مذکورہ فائدہ شملہ کے ثبوت میں آپ کے علاوہ لوگوں کے لئے نہیں دیکھتا۔

محققین محدثین کی رائے یہ بھی ہے کہ گاہے گاہے شملہ بنائے بغیر بھی پگڑی باندھ لیا کرتے تھے و احیاناً یلبس العمامة من غیر علاقة (جمع ص ۲۰۷) اور کبھی کبھار آپ بغیر شملہ بنائے پگڑی باندھ لیا کرتے تھے۔

علامہ یوسف نبھانی نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عمامہ باندھا اس کا ایک کونہ میرے کاندھے پر ڈالا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدروجنین میں ایسے فرشتوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی تھی جو اس طرح عمامے باندھے ہوئے تھے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کانت له عمامة تسمى السحاب كساها عليا و كان يلبسها ويلبس تحتها القنسوة و كان يلبس القنسوة بغير عمامة ويلبس العمامة بغير قنسوة (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰) (کہ حضور ﷺ کا ایک عمامہ سحاب تھا آپ نے حضرت علی کو پہنایا اور وہ اس کو پہنا کرتے اور اس کے نیچے ٹوپی رکھا کرتے اور آپ ٹوپی بغیر پگڑی کے اور پگڑی بغیر ٹوپی کے بھی پہنا کرتے) آپ کسی شخص کو اس وقت تک شہر کا حاکم مقرر نہ فرماتے تھے جب تک کہ اسے عمامہ نہ بندھواتے تھے عمامہ کا طرز یہ ہوتا کہ اس کا ایک پلہ دائیں کاندھے پر کان کی طرف ڈالا جاتا تھا۔ و كان ابن عمر يفعل ذلك

... (اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا کیا کرتے تھے) یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پگڑی باندھتے تھے قاسم بن محمدؓ بھی اور حضرت سالمؓ بھی یفعلان ذلک (دونوں ایسا کیا کرتے تھے) یعنی عمامہ کو کتفین کے درمیان ڈالا کرتے تھے و اشار بذلک الی انہ سنة مؤکدة محفوظة لم یترکھا الصلحاء (مواہب ص ۱۰۱) اور اس میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ایک سنت مؤکدہ محفوظہ ہے نیکوکار لوگوں نے اس کو نہیں چھوڑا (بلکہ اپنا شعار بنایا) اس کی تائید ابن حبان کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے ابن عمرؓ کے حوالے سے نقل کی ہے عن ابن عمر انہ قیل لہ کیف کان یعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یدیر کور العمامة علی رأسہ ویغرز ہامن ورائہ ویرخی لہا ذؤابة بین کتفیه (مناوی ص ۲۰۶) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ان کو کہا گیا کہ حضور ﷺ کیسے پگڑی باندھا کرتے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ پگڑی کے پلو سر کے ارد گرد لپیٹ اور گھما کر پیچھے باندھ دیتے اور اس کا شملہ کندھوں کے درمیان لٹا دیتے)

شملہ کی مقدار:

باقی رہی مقدار شملہ کی بات تو شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں و اقل ماورد فی طولہا اربع اصابع و اکثر ماورد فیہ ذراع و بینہما شبر و یحرم افحاشہا بقصد الخیلاء (مواہب ص ۱۰۱) (شملہ کی مقدار میں کم از کم لمبائی چار انگل اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ وارد ہوئی ہے اور درمیانی مقدار ایک بالشت اور اس سے انتہائی زیادہ بطور تکبر کے رکھنا حرام ہے)

(۱۱۳/۵) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَيْسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلِيهِ عَصَابَةٌ دَسْمَاءٌ ..

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے یہ روایت بیان کی ان کو وکیع نے

انہیں ابوسلیمان نے یہ حدیث بیان کی جن کا نام عبدالرحمن بن غسیل ہے وہ عکرمہ سے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھایا چکنی پٹی تھی۔

وی حدیث (۳۰۱) ابوسلمان بن عبدالرحمن بن الغسیل کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل مذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نصو ر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ:

نطب الناس وعلیہ عصابة دسماء۔ محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ مرض الوفات کے وقت تھا اور آخری خطبہ مبارک تھا ہذہ الخطبة وقعت فی مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ (اتحافات ص ۱۵۹) (اور یہ خطبہ آپ نے مرض وفات ہی میں دیا تھا) ولم یصعد المنبر بعد ذلک (مواہب ص ۱۰۱) (اور اس کے بعد منبر پر نہیں بیٹھے) (یعنی پھر خطبہ نہیں دیا) اس خطبہ مبارک میں آپ نے انصار کی مراعات کا خاص طور سے ذکر فرمایا ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور ارشاد فرمایا ایہا الناس ان الناس یکترون ویقل الانصار حتی یكونوا کالملح فی الطعام فمن ولی منکم امراً یضر فیہ احداً وینفعہ فلیقبل من محسنہم ولیتجاوز عن مسیئہم.. فصعدا لمنبر ولم یصعد بعد ذلک الیوم (جمع ص ۲۰۹) (اے لوگو! بے شک لوگ (مسلمان) بڑھ رہے ہیں اور قبیلہ انصار (کے لوگ) کم ہوتے جا رہے ہیں اتنے تک کہ وہ کھانے میں مثل نمک ہو جائیں گے۔ پس تم میں سے جو کسی امر (امور نافعہ یا ضارہ) کا حاکم اور والی بنایا جائے تو انصار میں محسنین کی قدر دانی کرے اور ان میں غلطی کرنے والوں سے درگزر فرمائے اس وقت حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس دن کے بعد منبر پر پھر نہیں بیٹھے)

عصابة دسماء:

اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں درد تھا اسلئے پٹی کا باندھنا بھی موجب ہے

بعض روایات میں عمامہ کا لفظ آیا ہے العصابة والعمامة بمعنی (اتحافات ص ۱۵۹) عصابہ اور عمامہ ایک ہی معنی میں ہیں) دسماء کا معنی سوداء ہے کما فی نسخة وقیل معنی الدسماء الملطخة بالدم لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان یكثر من دهن شعره فاصابتها الدسومة من الشعر (مواہب ص ۱۰۱) (دسماء کا معنی سیاہ ہے جیسے کہ ایک نسخہ میں یہ ہے اور بعض نے کہا کہ دسماء کا معنی جو چکنائی کے ساتھ مخلوط ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بالوں مبارک میں تیل زیادہ لگاتے تھے تو پگڑی وغیرہ کو بھی بالوں کی چکنائی پہنچ جاتی تھی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر تیل لگانے کا معمول تھا اور تیل زیادہ استعمال فرمایا کرتے تھے لہذا پٹی کا یا عصابة کا تیل آلود ہونا بھی قرین قیاس ہے۔ اور اگر مراد سیاہ عمامہ لیا جائے تو پھر ظاہر ہے کہ اس میں کسی قسم کا بعد نہیں کہ یہ آپ کی عادت مبارک تھی خلاصہ یہ کہ علماء کی اس میں دو آراء ہیں بعض نے یہاں سیاہ عمامہ مراد لیا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ دونوں محتمل ہیں اور معمول بھی دونوں کے مطابق ہے۔

باب ماجاء فی صفة ازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کے بیان میں

ازار کا معنی و تشریح:

الازار 'ازر' سے ماخوذ ہے ازار کا معنی مضبوطی سے ہانڈھنا، ازار بروزن فعال بمعنی مفعول کے ہے یعنی مایونزرد بہ، پھر اس سے چادر مراد لی گئی پھر اس کی مزید تخصیص کی گئی یعنی ہر وہ چیز جو اسفل بدن پر ہانڈھی جائے اسے ازار کہتے ہیں ازار کا لغوی ترجمہ تہبند ہے جس کا لغتہ اطلاق ازار اور سراویل دونوں پر آتا ہے مگر عرب کی عادت تہبند کے استعمال کی تھی جو سلا ہوا نہ ہوتا تھا اسلئے اب مراد فقط تہبند ہی ہے الازار: الملحطة والمراد ہنا ما یستر اسفل البدن ویقابلہ الرداء وهو ما یستر اعلی البدن (اتحافات ص ۱۶۱) (ازار اور ملحقہ سے یہاں مراد ہر وہ چیز جو بدن کے نچلے حصہ کو ڈھانپنے اور اس کے مقابل رداء ہے یعنی ہر وہ چیز جو بدن کے اوپر حصہ کو چھپائے) ترجمہ الباب میں الرداء کو حذف کر دیا گیا من باب الاکتفاء کقولہ تعالیٰ سراویل تقیم الحر ای والبرد (جمع ص ۲۱۰) (الاکتفاء کے قبیل سے ہوا) (یعنی ایک چیز کو ذکر کیا جائے اور اس کا مقابل بھی ساتھ مراد ہو) جیسے کہ اس ارشاد ہاری تعالیٰ میں کہ "سراویل تقیم الحر" کا ذکر کر کے اس کا مقابل برد بھی ساتھ مراد ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

اس باب میں چار احادیث مذکور ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند باندھنے اور صحابہؓ کا آپؐ کی کامل اتباع کا بیان ہے۔ سراویل اگرچہ استر للبدن (بدن کو زیادہ چھپانے والا) ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدنا بھی ثابت ہے اور

پسند کرنا بھی حتی کہ وصال کے بعد تر کہ میں بھی سراویل موجود تھی۔ مگر محققین حضرات کے رائے یہ ہے کہ قوی احادیث میں پہننا مصرح نہیں ہے علامہ بیجوریؒ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ رانح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے۔

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے سراویل خریدی ہے اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدی ہے اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آپؐ کے سراویل پہننے کا ذکر بھی آیا ہے جبکہ حضرات صحابہ کرامؓ تو آپؐ کی اجازت سے باقاعدہ پہنتے تھے اور صحابہؓ کا پہننا ثابت ہے (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ یہود سراویل پہنتے ہیں اور تہبند نہیں پہنتے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی مخالفت کرو سراویل بھی پہنو اور ازار بھی دونوں چیزیں استعمال کیا کرو تا کہ نہ تو یہودیوں کی بالکل موافقت رہے اور نہ بالکل مخالفت۔ نیل الاوطار میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپؐ کبھی سراویل بھی پہنتے ہیں آپؐ نے فرمایا پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ دوسری چیز میں نہیں ہے تاہم محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ازار و رداء کا طول و عرض:

بہر حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول تہبند باندھنے کا تھا اور چادر اوڑھنے کا اور سراویل بھی پسند تھی لہذا شرعاً تہبند اور سراویل دونوں کا استعمال جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن جوزیؒ نے الوفاء میں عروۃ بن زبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدسؐ کے رداء کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی ڈھائی ہاتھ تھی طول رداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعة اذرع و عرضہ ذراعان و نصف اور واقدیؒ سے ابن القیمؒ نے نقل کیا ہے کہ چھ ہاتھ لمبی تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی عن الواقدی ان طولہ ستة اذرع فی ثلاثة اذرع و شبر جبکہ

تہبند مبارک چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا
 واما ازارہ فطولہ اربعۃ اذرع و شبر فی ذراعین . (مواہب ۱۰۲) اور احادیث
 میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حلة حمراء کے پہننے کا جو تذکرہ آتا ہے اس
 سے مراد بھی ازار اور رداء ہے والحلة ازار و رداء ولا تكون الحلة الا اسم اللثوبین
 معاً (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۱) (اور حله (جوڑا) تہبند اور چادر ہے اور دراصل حله دو
 کپڑوں کے مجموعہ ہی کا نام ہوتا ہے)

(۱۱۴/۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَمِيدِ بْنِ
 هَلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْرَجْتُ إِلَيْنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كِسَاءً مُلْبَدًا وَآزَارًا
 غَلِيظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوحَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَيْنِ .
 ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث احمد بن منیع نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت
 اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کی۔ ابن کو ایوب نے بیان کیا انہوں نے یہ روایت حمید بن
 ہلال سے اخذ کی اور ان تک یہ حدیث ابو بردہ (سے ان کے باپ مشہور صحابی ابو موسیٰ
 اشعریؓ) کے واسطے سے پہنچی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ
 نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھلائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔

راویان حدیث (۳۰۲) حمید بن ہلال (۳۰۳) ابو بردہ اور (۳۰۴) ابیہ کے حالات
 تذکرہ راویان شمائل ترمذی میں ملاحظہ فرمائیں۔

پیوند لگی چادر اور درشت کپڑے کا تہبند:

اخرجت الينا عائشة كساء ملبدا و ازارا غليظا باب کی اس پہلی حدیث میں دو چیزیں
 مذکور ہیں کہ سیدہ عائشہ نے آپ کے وفات کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو دو
 چیزوں کی زیارت کرائی۔ (۱) کساء ملبدا یعنی پیوند شدہ کسبیل یا چادر یہاں کساء بمعنی
 مکسوء کے ہے یعنی پہنی ہوئی چیز تاہم محاورات میں معمولی کپڑے پر اس کا اطلاق ہوتا

ہے کساء بکسر اولہ وهو مایستر اعلیٰ البدن ضد الازار وجمعہ اکسیہ (مناوی ص ۲۱۰) (کساء) (شروع لفظ کے کسرہ کے ساتھ) کا معنی جو بدن کے اوپر حصہ کو ڈھانپنے اور جواز ار کا مقابل ہے اور اس کی جمع اکسیہ آتی ہے (مبدأ تلید سے ہے پیوند لگے ہوئے کپڑے عرب کہتے ہیں لبدت القمیص البده یا لبدتہ میں نے قمیص میں پیوند لگائے جس ٹکڑے سے قمیص کے سامنے کا حصہ پیوند کرتے ہیں اسے لبدہ کہتے ہیں پشت پر جو چھتھرا لگاتے ہیں اسے قبیلہ کہتے ہیں وقیل التلید جعل بعضہ ملتزماً ببعض : مبدأ ای مرقعا (جمع ص ۲۱۰) اور بعض کہتے ہیں کہ تلید کا معنی کپڑے کے بعض ٹکڑوں کو بعض سے لگانا مبدأ کا معنی ٹکڑے لگا ہوا) وقیل هو الذی ثخن وسطہ حتی صار کالبد (مواہب ص ۱۰۲) اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ جس کا درمیان سخت ہو مثل ٹاٹ وغیرہ کے (۲) دوسری چیز ازاراً غلیظاً یعنی موٹی قسم کا تہ بند تھا 'غلیظاً' سے ہے بمعنی سخت ہونے موٹا ہونے اور درشت ہونے کے ہیں ای خشناً (مواہب ص ۱۰۲) (یعنی کھر در) وزاد البخاری تعلیقاً مما یصنع بالیمن (مناوی ص ۱۰۲) (اور امام بخاری نے تعلیقاً یہ زیادتی بیان کی کہ وہ یمن میں تیار کیا جاتا تھا)۔

سیدہ عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں چیزیں جن میں آپؐ نے وصال فرمایا بطور تبرک کے اپنے پاس رکھی تھیں لا جل التبرک بہما (مواہب ص ۱۰۲) نیز آپ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طیاسی جبہ بھی محفوظ تھا جسے آپؐ پہنا کرتے تھے جب حضرت عائشہؓ کا انتقال ہوا تو یہ تبرکات ان کی بہن حضرت اسماءؓ کے پاس منتقل ہوئے۔ فكانت عندها تستشفى بها المرضى كما اخبرت بذلك اسماء في حديثها في مسلم (مواہب ص ۱۰۲) (وہ حضرت اسماءؓ کے پاس تھے ان کے ساتھ بیماروں کے لئے طلب شفا کی جاتی تھی جیسے کہ مسلم کی حدیث میں حضرت اسماءؓ نے اس کی خبر دی ہے) حدیث میں لفظ اخرجت آیا ہے یا تو اہتمام کے لئے خود دکھایا یا پھر ان لوگوں کی درخواست پر کسی کے ذریعہ زیارت کرائی ای اما بنفسها او بامرہا (جمع ص ۱۰) (یعنی یا تو خود حضرت اسماءؓ دکھانے لائی یا کسی نے دکھانے کے متعلق کہا)

پیوندگی چادر اور ازارِ غلیظ کے اختیار فرمانے کی توجیہات:

فقال قبض روح رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذين حضراتِ محدثین نے اس کی بھی مختلف توجیہات بیان کی ہیں (۱) یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکلف نہ فرماتے تھے بعض لوگوں کے ہاں موت کے وقت بھی عمدہ لباس کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ روح نکلنا بھی عمدہ لباس میں ہو۔

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں وفيه انه ينبغي للانسان ان يجعل آخر عمره محلاً لترك الزينة وان يركن للعيش الخشن (مناوی ص ۲۱۱) (اور حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کے لئے یہ مناسب ہے کہ اپنی آخر عمر میں ترک زینت کرتا رہے اور اس کا رجحان (سادگی اور ذرا تنگ عیش زندگی کی طرف ہو)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ قدس میں یہ دعا کی تھی اللهم احيني مسكينا وامتنى مسكينا اور آپ کا ان دو پیوندگی اور درشت چادروں میں قبض روح اس دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا اجابة لدعائه مراراً اللهم احيني مسكينا... (جمع ص ۲۱۱) (یہ حضور ﷺ کی اس دعا کی قبولیت ہے جو آپ بارہا کیا کرتے کہ اے اللہ مجھے زندگی میں مسکین رکھ اور میری موت بھی مسکینیت میں ہو اور مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھائیں)۔

(۳) وصال کے وقت ایسے کپڑوں کا استعمال غایتِ درجہ کی تواضع و عبدیت پر حمل کیا جا سکتا ہے جیسے کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں ای تواضعاً وانكساراً وعبودية وافتقاراً (یعنی تواضع انکساری، عاجزی، عبودیت اور احتیاج کے لئے) حالانکہ فتوحات کے دروازے کھل چکے تھے وسعت بھی آگئی تھی اسلامی ریاست بھی قائم ہو چکی تھی خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کے مالی حالات بھی مستحکم ہو گئے تھے پھر فتح مکہ کے بعد دوسرے ممالک سے ہدایا اور سلاطین سے تحائف کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا مگر آپ کا وہی حال رہا جو پہلے تھا اور یہ حال اختیاری تھا امام نووی فرماتے ہیں کہ حدیثِ باب میں اور اس نوع کا تمام احادیث کا مدلول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی لذات اور نعمات سے اعراض

باریک عمدہ کپڑا بسا اوقات عجب غرور اور تکبر پیدا کرتا ہے جبکہ موٹا سادہ اور فقیرانہ لباس تو اضع و انکسار اور عبدیت کا باعث بنتا ہے اس لئے تو حضور ﷺ نے ان دو (پیوندگی چادر اور موٹا تہبند) کا پہننا پسند فرمایا قال النووی هذا الحدیث وامثاله بین ما کان علیہ صلی اللہ علیہ وسلم من الزہادۃ فی الدنیا ولذاتہا والاعراض عن اغراضہا وشہواتہا حیث اختار لبسہم (جمع ص ۲۱۱) (۴) وفیہ دلیل علی ان الفقیر الصابر افضل من الغنی الشاکر (جمع ص ۲۱۱) (اور اس میں دلیل ہے کہ فقیر صابر درجہ اور مرتبہ میں غنی شاکر سے بڑا اور افضل ہے) بعض بدنصیب یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں غنی اور مالدار ہو گئے تھے حکومت قائم ہوئی تو دنیا دار ہو گئے اور عیش و تنعم میں رہنے لگے اس حدیث میں ان پر کھلا رد ہے یہ بجا ہے کہ اسلامی ریاست قائم ہوئی فتوحات کے دروازے کھلے مگر آپ کا حال وہی تھا جو پہلے تھا نعم ظہر لہ الملک والغنی ولكن اختار الفقر والفناء لیكون متبعاً لجمهور الانبیاء ومتبعاً لخالصة الاولیاء والاصفیاء (جمع ص ۲۱۱) (ہاں اسلامی مملکت اور مالداری کے حصول کے باوجود آپ نے فقیرانہ، زاہدانہ زندگی کو اس لئے پسند اور اختیار فرمایا تا کہ انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ کی تواتبعداری کرنے والے اور اولیاء کرام کے لئے متبع و مقتدا بنیں)

تبرک باثار الصالحین :

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آثار الصالحین اور ان کے ملبوسات و سامان سے تبرک حاصل کرنا مندوب ہے وفی الحدیث ندب حفظ آثار الصالحین والتبرک بہا من ثیابہم ومتاعہم (مناوی ص ۲۱۱) چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چادر مبارک اور تہبند مبارک کو بطور تبرک کے محفوظ رکھا جس میں آپ کا وضال ہوا تھا فرمایا کہ ان کے پاس ایک طیالیسی جیبہ بھی تھا جسے آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا تھا اس کے گریبان پر ریشم کا کام ہوا تھا فکانت عندها یستشفى المریض بہا کما اخبرت بذالک اسماء فی حدیثہا فی مسلم (مناوی

(ص ۲۱۱) (وہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا مریض اور بیمار لوگ اس کے وسیلہ سے اپنی شفا طلب کرتے جیسے کہ حضرت اسماءؓ سے اس کی خبر مسلم شریف میں منقول ہے)

(۱۱۵/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّتِي تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِالْمَدِينَةِ إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي يَقُولُ ارْفَعْ اِزَارَكَ فَإِنَّهُ اتَّقَى وَأَبْقَى فَالْتَفْتُ فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ قَالَ أَمَّا لَكَ فِي أُسْوَةٍ فَانظُرْتُ فَإِذَا اِزَارَةٌ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ .

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے استاد محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ ان کو اس روایت کی خبر ابو داؤد نے کی۔ انہوں نے شعبہ سے اور پھر انہوں نے اشعث بن سلیم کے حوالے سے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے یہ روایت ان کے چچا کے حوالے سے اخذ کی (ان کا نام عبید بن خالد تھا) وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے یہ کہتے سنا کہ لنگی اوپر کواٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری و باطنی تکبر وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ ایک معمولی سی چادر ہے اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

قال بینما ان امشی بالمدينة الخ امشی مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے استحضاراً للحال الماضية (جمع ص ۲۱۱) (گذشتہ حال کے استحضار کے لئے) لفظ با بمعنی فی کے

ہے کما فی بعض النسخ (مواہب ص ۱۰۳) (جیسے کہ بعض نسخ شمال میں) باء کے بجائے فی ہے) یعنی بینما امشی فی المدینة) اذا انسان خلفی یقول الخ اذا مفاجاة کے لئے ہے کسی شخص نے مجھے پیچھے سے آواز دی حین رانی مسبلاً ازاری وغافلأ عن حسن شعاری (جمع ص ۲۱۲) (جس وقت آپ نے مجھے دیکھا کہ میں اپنے تہبند کو (ٹخنوں) سے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں اور میں اسے اپنا اچھا شعار بنانے سے غافل تھا) ارفع ازارک یعنی زمین سے تہبند کو اوپر کرو فانہ اتقی و ابقی کہ ایسا کرنے میں تقویٰ بھی ہے تحفظ و بقا بھی تقویٰ تو اس لئے کہ اس سے کبر خیلاء عجب ریا اور خود پسندی کی نفی ہوتی ہے۔ للبعد عن الکبر والخیلاء (مواہب ص ۱۰۳) (بعض نسخوں میں انقی مذکور ہے جو النقاء سے ہے ای انظف من الوسخ (جمع ص ۲۱۲) (یعنی کہ میل کچیل سے صاف ستھرا ہوگا) ابقی کا معنی یہ ہے کہ تہبند دیر تک چلے گا اور اگر زمین پر گھسٹتا رہا تو جلدی پھٹ جائے گا نصف ساقین تک ازار رکھنا یہ تقویٰ کے مطابق ہے اخروی فائدہ ہوا اور ازار کے پاؤں کے نیچے آنے سے بچنے میں تحفظ دنیوی کا فائدہ ہے یہ انقی ہوا اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اپنے کپڑوں کی حفاظت صفائی اور ان کی دیکھ بھال پر توجہ دینی چاہئے لان اہمالہ تضيع و اسراف (مواہب ص ۱۰۳) (اس لئے کہ اس کو ویسے مہمل چھوڑ دینے میں اسراف اور کپڑے کا ضیاع ہے)

بردة ملحاء :

فالتفت فاذا هو رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله انما هي بردة ملحاء یعنی میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا ای نظرت الی ورائی (جمع ص ۲۱۲) تو اچانک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں عرض کیا ہی بردة ملحاء ملحاء املح کی تائید ہے۔

(۱) والملحة (بالضم) بیاض یخالطه سواد (جمع ص ۲۱۲) (اور الملحۃ (میم کے ضمہ کے ساتھ) ایسی سفیدی جس کے ساتھ سیاہی (کالے پن) کی ملاوٹ ہو) کو کہتے

ہیں (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ ملحاء سفید اور کالی دھاریوں والے کپڑے کو کہتے ہیں (۳) وقیل مافیہ البیاض اغلب (جمع ص ۲۱۲) اور بعض کہتے ہیں کہ جس میں سفیدی غالب ہو) صحابی کی غرض یہ تھی کہ معمولی سی چادر ہے اگر اس کا پلو نیچے لگ بھی جائے تو بظاہر کوئی حرج نہیں لاخیلاء فیہا وان امر بقائہا ونقائہا سهل (جمع ص ۲۱۳) اس میں تکبر اور فخر والی بات نہیں۔ باقی رہا اس کے تحفظ بقاء اور صفائی کا معاملہ تو یہ آسان ہے) اور ایک معنی یہ بھی محتمل ہے کہ یہ تو دھاریدار خوشنما چادر ہے ہم اسے شوق سے پہنتے ہیں اگر یہ نیچے گھسٹ بھی جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

علامہ بیجوری فرماتے ہیں والمراد بہ بردة سوداء فیہا خطوط بیض یلبسہا الاعراب لیست من الثیاب الفاخرة (مواہب ص ۱۰۳) پھر یہ ایسا کپڑا بھی نہیں جس کو خصوصی محفلوں میں اہتمام سے پہنا جائے انما هو ثوب مہنة لا ثوب زینة (مواہب ص ۱۰۳) (بیشک وہ تو محنت و مزدوری میں استعمال کا کپڑا ہے نہ کہ زینت وغیرہ کے لئے)۔

امالک فی اسوة :

امالک فی اسوة حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے لئے میرا نمونہ کافی نہیں ہے اور کیا میرے طرز عمل میں تیرے لئے نمونہ نہیں ہے اسوة بمعنی قدوة اور متابعت کے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم اپنے کیئے کی توجیہ بیان کر رہے ہو اور جواز فعل کے لئے سند ڈھونڈ رہے ہو یہاں یہ بات نہیں چلے گی اللہ پاک کا صریح حکم ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة (تمہارے لئے اللہ کے رسول کے اقوال و افعال) میں بہترین نمونہ ہے) ارشاد باری تعالیٰ ہے من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً (جو شخص کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ بڑی کامیابی سے فیض یاب ہوا) اور یہ بھی فرمایا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے (درحقیقت) اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند باندھنے میں فقط میری ہی اتباع کرو اور بس۔

تہبند کا شرعی طریقہ:

امام نوویؒ فرماتے ہیں نصف ساقین تک ازار کا اسبال مستحب ہے نصف ساقین سے کعبین تک بلا کراہت جائز ہے اور جو کعبین پر لٹکا دیا جائے اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے فان كان للخيلاء فممنوع منع تحريم والا فممنوع تنزيه (جمع ص ۲۱۵) و فی معنی الازار القميص و كل ملبوس و اما المرأة فيسن لها جرہ علی الارض قدر شبر و اكثره ذراع (مواہب ص ۱۰۳) (اور تہبند کے حکم میں قمیص اور ہر ملبوس ہے اور عورت کے لئے (قمیص اور ازار وغیرہ میں) ایک بالشت کی مقدار کا زمین پر کھینچ کے چلنا سنت ہے اور زیادہ ایک ہاتھ تک)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وینبغی ان يعلم ان فی معنی الازار القميص و سائر الملبوسات و انما خص الازار بالذكر بناء على القضية الاتفاقيه او خرج الكلام مخرج الغالب فان غالب ملبوساتهم كان ازاراً (جمع ص ۲۱۵) (اور یہ بھی معلوم کرنا مناسب ہے کہ تہبند کے حکم میں قمیص اور باقی سب ملبوسات ہیں باقی حدیث شریف میں تہبند کی تخصیص یا تو ویسے اتفاقی ہے یا پھر ان کی عام عادات کے مطابق کلام استعمال کیا گیا کیونکہ ان کی غالب ملبوسات تہبند ہی ہوتے تھے) کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاسبال فی الازار و القميص و العمامة من جرّ منها شيئاً لم ينظر الله اليه يوم القيامة (مشکوٰۃ ص ۳۷۲) (جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسبال (شرعی حد سے زیادہ لٹکانا) تہبند قمیص اور پگڑی میں ہے۔ جو کوئی شخص ان میں حدود شرعی سے زیادہ لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے)۔

خواص کے لئے حضرت مدنیؒ کی تنبیہ:

خلاصہ یہ کہ تہبند کو ٹخنوں پر لٹکانا گناہ ہے مگر آج عوام تو عوام خواص بھی اسی میں مبتلا ہیں بعض اہل علم تو تاویلات بھی کرتے ہیں اور جواز کے لئے دلائل پیش کرتے ہیں اور خلاف سنت فعل کو مستحسن ثابت کرتے ہیں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرمایا

کرتے کہ جب حضرت امام مالکؒ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ نظافت کا اہتمام کرتے ہیں اور ہمیشہ خوش پوشاک رہتے ہیں قیمتی اور عمدہ لباس پہنتے ہیں تو انہوں نے فرمایا نفعِ نستغفر، یعنی ہم یہ کام کرتے بھی ہیں اور اس سے استغفار بھی پڑھتے ہیں تاویل کا سہارا مگر نفس کو اترا نے سے بچالیا نہ یہ کہ ایک تو گناہ کرنا دوسرا اس کے لئے سندِ جواز ثابت کرنا تو وہرا گناہ ہے اللہ پاک سب کی حفاظت فرماوے۔ ویسے تو صاف ستھرے عمدہ لباس کو (جبکہ اس میں ارتکابِ گناہ نہ ہو) بہت سے مشائخ اور اکابر نے پسند فرمایا ہے بلکہ جس کی توفیق ہو اور استعمال نہ کرے تو آپؐ نے اس کے متعلق فرمایا کہ فاذا اتاک اللہ مالاً فلیر اثر نعمۃ اللہ علیک وکرامتہ (مشکوٰۃ ص ۳۷۵) (جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت سے نوازا ہے تو پھر اللہ کی نعمت و احسان کا اپنے اوپر کچھ اظہار بھی کرنا چاہئے)۔

(۱۱۶/۳) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ إِيَّاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ يَأْتِرُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقِيهِ وَقَالَ هَكَذَا كَانَتْ إِزْرَةُ صَاحِبِي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن نصر نے یہ روایت بیان کی ان کو یہ روایت عبد اللہ بن مبارک نے موسیٰ بن عبیدۃ کے واسطے سے بیان کی انہوں نے یہ روایت ایاس بن سلمۃ بن اکوع سے ان کے باپ کے حوالے سے اخذ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

راویان حدیث (۳۰۵) موسیٰ بن عبیدۃ اور (۳۰۶) ایاس بن سلمۃ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمانؓ کا اہتمامِ سنت :

کان عثمان یأتیر الی انصاف ساقیہ یعنی حضرت عثمانؓ اپنا تہبند پنڈلیوں کے نصف تک

لٹکایا کرتے تھے والساق مابین الركبة والقلم (مواہب ص ۱۰۳) (اور ”پنڈلی“ گھٹنے اور قدم کے درمیانی جگہ ہے) یا تزر ای یلبس الازار ویرخیہ (جمع ص ۲۱۳) (یا تزر یعنی تہبند پہنتے اور اس کو لٹکاتے تھے) جمع سے مافوق الواحد مراد ہے بقرینہما اضعیف الیہ وقیل فی جمع الانصاف اشارة الی التوسعة (جمع ص ۲۱۳) (بوجہ قرینے مضاف الیہ (یعنی ساقیہ) کے اور بعض نے اس کا استعمال بطور توسع کے (غیر جمع کے لئے) کیا ہے)

پھر اس کی توجیہ بیان فرماتے ہکذا کانت ازرة صاحبی۔ (کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں) کہ اسی ہیئت و شکل پر میرے (محبوب ساتھی حضور ﷺ) کی لنگی تھی۔

خلفاء راشدین کا طریقہ بھی سنت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی۔ (تمہارے اوپر میری سنت (طریقہ) اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت پر عمل پیرا ہونا لازم ہے) حضرات صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کو محفوظ بھی کیا اور اس پر عمل بھی کیا حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قال ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار (جمع ص ۲۱۵) (کہ تہبند کا ٹخنوں کے نیچے کا حصہ آگ میں ہوگا) حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے تہبند کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ تم نے بڑے واقف کار سے سوال کیا میرے پیغمبر نے فرمایا کہ مسلمانوں کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے اس کے نیچے ٹخنوں تک ہو تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنا حصہ تہبند کا لٹکے گا وہ آگ میں جائے گا اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے (ابوداؤد)

(۱۱۷/۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ فَقَالَ هَذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ فَإِنْ آبَيْتَ فَاسْفَلَ فَإِنْ آبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ .

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ یہ روایت نے بیان کی۔ انہوں نے اس روایت کی خبر ابوالاحوص سے انکے باپ (ابی اسحاق) کے حوالے سے دی۔ انہوں نے مسلم بن نذیر سے اخذ کی اور انہوں نے حذیفہ بن یمان سے سنی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچے سہی اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں لہذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

راویان حدیث (۳۰۷) مسلم بن نذیر اور (۳۰۸) حذیفہ بن الیمان کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عضلة کا معنی و تشریح:

اخذ بعضلة ساقی اوساقہ الخ عضلة: طلحة کے وزن پر ہے ہر اس پٹھے کو کہتے ہیں جو گوشت سے پُر ہو کل لحمۃ مجتمعۃ فی عصب (جمع ص ۲۱۴) کو کہتے ہیں وہی ہنا اللحمۃ المجتمعۃ اسفل من الركبة من مؤخر الساق (جمع ص ۲۱۴) (اور اس (عضلہ) سے مراد یہاں وہ پُر گوشت پٹھا جو گھٹنے سے نیچے پنڈلی کا آخری حصہ) لفظ او کا مدلول شک حذیفہ کو نہیں بلکہ حذیفہ کے بعد والے راوی کو ہے کیونکہ بعض نسخوں میں اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسفل من عضلة ساقی (کہ نبی کریم ﷺ نے میری پنڈلی کے نچلے پُر گوشت حصہ کو پکڑا) منقول ہے بغیر شک کے ملا علی قاری نے جمع الوسائل ص ۲۱۴ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

موضع الازار:

فقال هذا موضع الازار یعنی تہبند باندھنے کا یہ مقام ہے ای طرفہ اونہایۃ موضع الازار (مناوی ص ۲۱۴) ای ہذا محل موضع طرف الازار فهو علی تقدیر مضاف (مواہب ص ۱۰۴) (یعنی یہ جگہ تہبند کے پلو کا محل ہے پس یہ عبارت بصورت تقدیر مضاف (طرف) ہے) فان ابیت ... اگر تم کو اس قدر اونچا تہبند باندھنا پسند نہ ہو ای امتنعت من قبول

النصيحة المتضمنة للعمل بالاكمل والا فضل و اردت التجاوز عن العضلة فاسفل (يعنى
 اگر تو ایسی نصیحت کا انکار کرتا ہے جو اکمل اور افضل صورت پر عمل کو متضمن ہے اور تیرا ارادہ
 (حضور کی بتائی ہوئی جگہ سے) تجاوز کرنا ہے تو پھر ذرا اسی سے نیچے ہی) یعنی عضلة
 سے نیچے کی پنڈی بھی اس کا موضع و مقام ہے کعبین کے قریب تک فان ابیت . اگر اس
 سے بھی انکار ہو اور طریقہ مسنون سے تجاوز ہو تو پھر خیلاء ہے تکبر ہے غرور ہے اور سنت کی
 مخالفت ہے فلاحق للازار فى الكعبين اى فى وصوله اليهما والمعنى اذا جاوز الازار
 الكعبين فقد خالفت السنة . (جمع ص ۲۱۲) (تو تہبند کا ٹخنوں میں کوئی حق نہیں یعنی تہبند کو
 ٹخنوں تک پہنچانے کا مطلب یہ نکلا کہ جب تہبند ٹخنوں سے متجاوز ہو تو پھر آپ نے سنت کی
 مخالفت کی)

یہ بات بھی عرض کی جا چکی ہے کہ علماء کرام نے ضرورت کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ٹخنے
 میں پھوڑا پھنسی ہو یا پاؤں میں اور مکھی وغیرہ بیٹھتی ہو یا گرد و غبار کا اندیشہ ہو تو بغرض حفاظت
 و ضرورت ازار کا لٹکانا جائز ہے۔ کما اذن النبى صلى الله عليه وسلم لعبدالرحمن بن
 عوف والزبير بن العوام فى لبس قميص الحرير من اجل حكة كانت بهارواه البخارى
 (جمع ص ۲۱۲، مشکوٰۃ ص ۳۷۲) (جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف
 اور زبیر بن العوام کو ریشمی قمیص پہننے کی اجازت بوجہ اس کھجلی (خارش) کے جو ان دونوں
 میں تھی)

خلاصہ بحث:

علامہ ملا علی قاری قاضی عیاض اور عراقی سے نقل کرتے ہیں وقد نقل القاضى عياض
 كراهة كل مازاد على العادة من الطول والسعة وتبعه الطبرى وقال العراقى حدث
 للناس اصطلاح و صار لكل صنف من الخلاق شعار يعرفونه به فمهما كان ذلك
 بطريق الخيلاء فلا شك فى تحريمه وما كان على سبيل العادة فلا يجزى النهى فيه ما لم
 يصل الى حد الاسراف المذموم (جمع ص ۲۱۶) (اور تحقیق قاضی عیاض نے ہر اس
 لباس کی جو عام (لوگوں کی) عادت سے طول و عرض میں زیادہ ہو کر اہت نقل کی ہے اور امام

طبری نے بھی اس سلسلہ میں ان کی اتباع کی ہے اور علامہ عراقی نے فرمایا کہ لوگوں کی لباس کے سلسلہ میں ایک اصطلاح اور عادت بن چکی ہے اور ہر ایک قوم اپنے طور و طریق کے مطابق اسے اپنا شعار بنائے ہوتی ہے پس جب کبھی یہ بطور فخر و ریاء اور تکبر کے ہو تو اس کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ البتہ جو بطور عادت کے استعمال ہوتا ہے تو اس میں کسی قسم کی شرعی ممانعت نہیں ہے اگر وہ اسرافِ مذموم کی حد تک نہ پہنچا ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت پسندی :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی طہارت و نظافت کو پسند فرماتے تھے اور امت کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے آپ کی اسی طبیعت اور صفائی پسندی کا اثر تھا کہ آپ کا کپڑا میلا نہیں ہوتا تھا۔ شیخ عبدالرؤف لکھتے ہیں کہ آپ کے کپڑے میں کبھی بھی جوئیں نہیں پڑیں ان ثوبہ

لا یقمل (مناوی ص ۲۱۶)

ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے ومن خواصہ ان ثوبہ لم یقمل (جمع ص ۲۱۶) حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے کپڑوں میں جوئیں نہیں پڑتی تھیں)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کبھی بھی آپ کے کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھی اور نہ کبھی مچھرنے آپ کو کاٹا ان الذباب لم یقع علی ثوبہ قط ولا یمص دمہ البعوض (مناوی ص ۲۱۶)

=====

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَشِيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس ﷺ کی رفتار مبارک کا تذکرہ

خوبی رفتار :

مشية! مشی مصدر ہے، بمعنی گزرنے اور چلنے کے آتا ہے۔ بروزنِ فِعْلَةٍ، جیسے سدرۃ، کیفیت اور حالت کی ترجمانی کرتا ہے۔ ما یعتاده الانسان من المشی و قيل هیئة المشی (مناوی ص ۲۱۶) (علامہ مناویؒ مشیہ کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو عام طور پر انسان چلتے رہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ چلنے اور رفتار کی ہیئت اور شکل کو مشیہ کہتے ہیں) ویسے تو حلیہ مبارک کی روایات میں آپؐ کی رفتار مبارک کا ذکر تبعاً آچکا ہے، مگر اس ترجمۃ الباب کے انعقاد کی وجہ آپؐ کی رفتار کی کیفیت (ہلکی، درمیانی یا تیز) اور اس کی حسن و خوبی کا مستقلاً بیان کرنا مقصود ہے.....

عالم ہمہ یغمائے تو، خلق جہاں شیدائے تو

آن زرگس شہلائے تو، آوردہ رسم دلبری

(حاصل ترجمہ : سارا جہان آپؐ کے طفیل سے وجود میں آیا تمام مخلوق آپؐ پر

فدا ہوتی ہے آپؐ کی خوبصورت زرگسی آنکھوں سے دنیا میں دلبری کی رسم قائم ہوئی ہے)

فارسی کے اس شعر کا گویا اردو کا یہ شعر ترجمہ ہے.....

ساری دنیا مصطفیٰؐ کو دیکھ کر حیران ہے

کیسے ہوگا وہ مصوّر جس کی یہ تصویر ہے

(۱۱۸/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهَيْعَةَ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مَشِيَّتِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّما الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ؛ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرَبٍ.

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ہمارے استاذ قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر ابن لہیعہ نے ابی یونس کے واسطے سے دی اور انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا، (چمک اور روشنی چہرہ مبارک پر اس قدر تھی) گویا کہ آفتاب آپؐ ہی کے چہرے میں چمک رہا ہے۔ میں نے آپؐ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا، زمین گویا لپٹی جاتی تھی (کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں) ہم لوگ آپؐ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپؐ گویا اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔

راویان حدیث (۳۰۹) ابن لہیعہ (۳۱۰) ابو یونس کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حسنِ کامل :

مارایت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، رأیت بمعنی علمت اور ابصرت کے ہے، والاول ابلغ (مناوی ص ۲۱۷) (حدیث میں لفظ رأیت یا تو بمعنی علمت (میں نے پہچانا) یا بمعنی ابصرت (میں نے دیکھا) کے ہے اور پہلا معنی زیادہ فصیح و بلیغ ہے) شیخ بیجوریؒ بھی لکھتے ہیں۔ وراى اما علمية و اما بصرية والاول ابلغ (مواہب ص ۱۰۴) (اور رأی یا بمعنی رویت علمی ہے یا بصری پہلی صورت یعنی رویت علمی (بمعنی جاننے کے) زیادہ بلیغ ہے) شیئا کی تنوین تنکیر کے لیے ہے بمعنی عموم کے اور نکرہ تحت اللفظی ہے، تو خاص انسان مراد نہیں ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپؐ ہر چیز سے خوبصورت تھے والمعنی انه احسن مما عداہ (جمع ص ۲۱۷) اور مطلب یہ کہ آپؐ اپنے ماسوا

سب چیزوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔

جمال رخ انور :

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ كَوَيْسُورِجِ آبٍ كَعَجْرَةَ النُّورِ فِي جِلْدِهِ رَهَابٌ
 یعنی چمک رہا ہے۔ شبہ جریان الشمس في فلكها بجريان ماء الحسن و نضارته و رونقه
 فی وجہہ ﷺ او شبہ لمعان و جہہ و ضوئہ بلمعانہا و ضوئہا و قصدہ اقامة البرهان
 على احسنیتہ و خص الوجه لانه الذي فيه تظهر المحاسن و لكون حسن البدن تابعاً
 لحسنہ غالباً (مناوی ص ۲۱۷) (ابوہریرہ نے سورج کے اپنے مدار میں چلنے کو اس صاف و
 شفاف تروتازہ پانی سے تشبیہ دی جو حضور ﷺ کے چہرہ مبارک میں جاری ساری ہو اور یا
 آپ کے چہرہ مبارک کی روشنی اور چمک کو سورج کی روشنی اور چمک سے تشبیہ دی ہے اور
 اس تشبیہ دینے سے غرض حضور پاک ﷺ کی انتہائی خوبصورتی پر حجت اور دلیل قائم کرنا
 ہے اور چہرہ کی تخصیص اس لیے کی کہ یہ سب محاسن کا مظہر ہے اور اس لیے بھی کہ سارے
 بدن اور اعضاء کا حسن عام طور چہرے کے حسن ہی کا تابع ہوتا ہے۔ و یحتمل ان یکون من
 تناہی التشبیہ بجعل و جہہ مقراً و مکاناً للشمس (جمع ص ۲۱۷) (اور یہ بھی احتمال ہے
 کہ یہ تناہی فی التشبیہ کے قبیل سے ہو) یعنی مشبہ کو عین مشبہ بہ سے تعبیر کر دینا) یعنی
 حضور ﷺ کے چہرے مبارک کو سورج کی قیام گاہ و قرار گاہ قرار دیا جائے) جس کی تائید
 بیچ بنت معوذ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے، لورأیتہ لرأیت الشمس طالعة (جمع ص ۲۱۷)
 (کہ اگر آپ لوگ حضور ﷺ کو دیکھتے تو ایسے ہی دیکھتے جیسے سورج نکلا ہوا ہے) ام
 المؤمنین سیدہ عائشہ نے بے تکلفی کے ایک موقع پر بڑے لطیف انداز سے حضور اقدس
 ﷺ کو دور جاہلیت کے مشہور شاعر ابو کبیر ہذلی کے کہے ہوئے زنگ تخریب سے جملوں میں شعر
 کا مصداق ٹھہرایا۔ *تبدو علیٰ وجهہ من نور اللہ* (۱۰۷) (۱۰۷) (۱۰۷) (۱۰۷)
 و اذا نظرات الی السرة توجہہ *بشرقت کبرق العارض المتھلل*
 (جب میں اپنے انہ کے روئے تابان پر نظر ڈالی تو ان کی شان درخشندگی ایسی تھی جیسے کہ لکڑی
 ابراہیم نکل کر رہی ہو) چہرہ انور کا خلوصیت سے ذکر اور اس کے حسن و جمال کے تذکرہ کی

وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ چہرہ سے تمام محاسن کا اظہار ہوتا ہے۔ لان حسن البدن تابع لحسنہ غالباً (جمع ص ۲۱۷) (اس لئے کہ بدن اور جسم کی خوبصورتی اکثر چہرے کے حسن کے تابع ہوتی ہے)

احقر کا ارادہ ہے کہ شرح شمائل ترمذی کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ جمال محمد کے عنوان سے سیرت رسول پر کام کیا جائے کہ یہی باعث نجات بھی ہے۔ اللہ! اسی پر زندگی دے اور یہی موت ہے

نصاب حسن در حد کمال است
زکوٰۃ تم دہ کہ مسکینم فقیرم

(آپ کا حسن حد کمال تک پہنچا ہوا ہے، مجھے زکوٰۃ عنایت فرماویں کیونکہ میں مسکین فقیر ہوں) یعنی چونکہ آپ کے حسن علوم نبوت وغیرہ میں کمال ہی ہے اس لئے مجھے بھی معرفت الہیہ سے کچھ بطور زکوٰۃ دینا چاہئے)

حُسن رفتار :

ومارایت الخ آپ کی رفتار مبارک اس قدر تیز تھی۔ کانما الارض تطویٰ لہ (گویا زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہے) ای تجمع و تجعل مطویۃ تحت قدمیہ (مناوی ص ۲۱۷) (یعنی ساری زمین کو اکٹھا اور لپیٹ کر آپ کے قدموں میں ڈالا گیا) اکثر اثبات کا معنی توجہ کرنا ہے۔ اس کا استعمال ہمیشہ نفی کے ساتھ آتا ہے۔ اثبات کے ساتھ قلیل اور نادر استعمال ہوتا ہے۔ غیر مکرث بمعنی بغیر کوشش و توجہ کے علامہ بیجوری فرماتے ہیں: واستعمال مکرث فی النفی ہو الاغلب وفی الاثبات قلیل شاذ (مواہب ص ۱۰۵) ملا علی قاری نے اس کا معنی غیر مبال سے کیا ہے (جمع ص ۲۱۷) والحاصل ان سرعتہ فی مشیتہ کانت من کمال القوة لامن حیث الجهد والمشقة والعجلة۔

(جمع ص ۲۱۸) (خلاصہ بحث یہ نکلا کہ آپ کے چلنے میں تیز رفتاری یہ (روحانی) قوت کے کمال کی وجہ سے تھی نہ کہ قصداً محنت و مشقت اور جلدی سے چلنے میں)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ يُونُسَ عَنْ

عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى غُفْرَةَ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ اِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث علی بن حجر اور بہت سے لوگوں کے واسطے سے پہنچی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس سے ملی۔ ان تک یہ روایت عمر بن عبد اللہ سے پہنچی جو کہ غفرة کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن محمد نے یہ حدیث بیان کی، جو حضرت علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے تو یوں کہتے کہ جب آپ چلتے ہیں، تو قوت سے پاؤں اٹھا کر چلتے، گویا کہ ڈھلوان میں اتر رہے ہیں۔“ ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپ کا ذکر فرماتے، تو یہ فرماتے کہ جب آپ چلتے تھے، تو ہمت اور قوت سے پاؤں اٹھاتے (عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا اونچائی سے اتر رہے ہیں۔

تقلع کا معنی :

قال كان علي..... اس حدیث کا مفہوم اور اس کی شرح پہلے باب میں گذر چکی ہے۔
تقلع: درخت کو نیچ و بن سے اکھیڑ دینے کو کہتے ہیں۔ من قلع الشجرة اذا نزعها من اصلها ای مشی بقوة و دفع کامل (جمع ص ۲۱۸) (تقلع کا اشتقاق اور مادہ قلع الشجرة سے ہے یعنی جب درخت کو جڑ سے ہی نکال دیا جائے یعنی آپ پوری قوت و ہمت اور وقار سے چلتے تھے) کیونکہ تقلع زمین سے قوت اور ہمت سے پاؤں اٹھانے اور وقار و تمکنت سے چلنے کو کہتے ہیں۔ وہی مشیة اولی العزم والهمة والشجاعة وہی اعدل المشيات واروحها للاعضاء (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۹) (اور اس قسم کی ہیئت و شکل سے چلنا بہادر اور عزم و ہمت والے لوگوں کی چال و رفتار ہے اور یہ چلنے کے اقسام میں سب سے معتدل اور اعضاء کو آرام

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 پہنچانے والی ہے) ناز و نخرہ اور فخر و غرور سے چلنا ناپسندیدہ چال ہے، جو اللہ کے رسول صلی
 اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ ہے۔ جیسے کہ ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا بینما
 رجل یتبخر فی بردین وقد اعجبته نفسہ خسف بہ الارض فہو یتجلجل فیہا الی یوم
 القيامة۔ (مشکوٰۃ ص ۴۰۴) کوئی ایک شخص اپنی دو چادروں میں بڑے ناز و نخروں اور اپنے
 آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے جا رہا تھا کہ زمین اس کے ساتھ دھنس پڑی پس وہ دھنستا اور گھستا جائیگا
 اسیں قیامت تک (مشکوٰۃ) ینحط بمعنی ینزل کے ہے، ای کا نما ینزل فی
 منحدر۔ (مواہب ص ۱۰۵) گویا کہ اونچائی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔

 (۱۲۰/۳) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنِ الْمَسْعُودِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ
 مُسْلِمِ بْنِ هُرْمَزٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى تَكْفَأُ تَكْفُؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ

صَبَبٍ.

ترجمہ: ”امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حدیث سفیان بن وکیع نے بیان کی۔ وہ
 کہتے ہیں کہ مجھے اس روایت کی خبر میرے باپ نے مسعودی کے حوالے سے دی۔ اُن کو یہ
 حدیث عثمان بن مسلم بن ہرمز سے ملی۔ اُن کو یہ روایت نافع بن جبیر بن مطعم کے ذریعہ سے
 پہنچی اور وہ اس کو حضرت علی بن طالبؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے تو جھک کر چلتے تھے گویا کہ ڈھلوان میں اتر رہے
 ہیں۔“ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے چلتے تو کچھ
 جھک کر چلتے تھے گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔ اس حدیث کی بحث بھی پہلے باب میں
 تفصیل سے گذر چکی ہے۔ تکفأ الخ معناه انه یمیل الی امامہ لیرفع رجلہ من الارض
 بکلیتہ لامع اهتزاز وتکسر کھینٹہ المختال (مواہب ص ۱۰۵) (اس کا معنی یہ ہے کہ
 آپ ذرا آگے کی طرف جھکتے تاکہ زمین سے اپنا پاؤں مکمل طور پر اٹھائیں نہ بدن کو حرکت
 دیے اگرتے ہوئے متکبرین کی چال)

۲۱
ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں

۱۷۰

مشیۃ کے اقسام :

علامہ ابن قیم نے حضور ﷺ کی رفتار مبارک جس کا تذکرہ احادیث میں ہے کے متعلق فرمایا کہ قال غیر واحد من السلف بسکینۃ ووقار من غیر تکبر ولا تماوت وہی مشیۃ رسول اللہ ﷺ الخ بہت سے اسلاف اور بزرگوں نے حضور ﷺ کی رفتار مبارک کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ پورے اطمینان اور وقار کیساتھ چلا کرتے اس میں تکبر اور سستی کی چال نہیں ہوا کرتی تھی۔ پھر اس سلسلہ کے ضمن میں فرمایا کہ والمشیات عشرة انواع، هذه الثلاثة (هون، تماوت، مهانة) منها والرابع السعی والخامس الرمل وهو

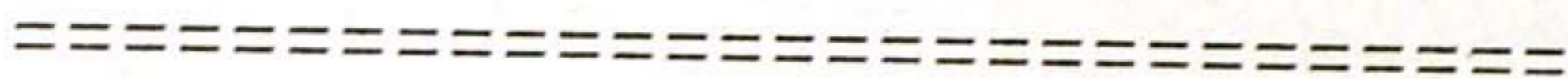
اسرع المشی مع تقارب الخطا و یسمى الخیب و فی الصحیح من حدیث ابن عمر ان النبی ﷺ خب فی طوافہ ثلاثا و مشی اربعا والسادس النسلان وهو العدو الخفیف الذی لا یزعج الماشی و فی بعض المسانید ان المشاة شکوا الی رسول اللہ ﷺ من المشی فی حجة الوداع فقال استعینوا بالنسلان والسابع الخوزلی وہی مشیۃ

التمایل وہی مشیۃ یقال ان فیہا تکسر او تخنثا. والثامن القهقری وہی مشیۃ الی وراء. والتاسع الجمزی مشیۃ یشب فیہا الماشی وثبا. و العاشر مشیۃ التبخر وہی مشیۃ اولی العجب والتکبر وہی الستی محسف اللہ سبحانہ بصاحبہا لما نظر فی عطفیہ و اعجبته نفسه فهو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامة و اعدل هذه المشیات مشیۃ

الہون والتکفی. (زاد المعاد ج ۱ ص ۶۰) (کہہ رفتار اور چلنے کی دس قسمیں ہیں تین تو وہی گذشتہ (ہون، تماوت، مہانہ) اور چوتھی قسم سعی اور پانچویں مثل ہے یعنی قدموں کو قریب قریب اٹھاتے ہوئے جلدی چلنا اور اسی کو دوڑنا اور کودنا کہا جاتا ہے۔ اور ابن عمر کی صحیح روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ طواف کے تین چکروں میں ذرا تیز چلے اور چار چکروں میں اپنی طبعی رفتار میں چلے

اور چھٹی قسم النسلان ہے یعنی تھوڑا تیز چلنا جو چلنے والے کو بے آرام اور تھکائے نہیں اور بعض مسند روایات میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیادل چلنے والوں نے حضور ﷺ سے چلنے (میں تکلیف) کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اپنی رفتار میں نسلان سے استعانت حاصل کرو۔ ساتویں قسم الخوزلی ہے اور یہ باز و نحر سے چلنا ہے کہا جاتا ہے کہ اس

چال میں لچک اور ٹوٹاپن سا ہوتا ہے۔ آٹھویں قسم کو قہقری کہتے ہیں یعنی الٹا چلنا نویں قسم الجمزی ہے جس میں چلنے والا اچھل اور کود کود کر چلتا ہے اور دسویں قسم تبختر ہے یعنی متکبرانہ اور خود پسندانہ چال اور یہ چال متکبرین اور خود بین لوگوں کی ہے۔ (اور یہ تو وہی مبغوض اور ناپسندیدہ چلنا ہے) کہ اس چال پر چلنے والے کو جب اپنی دو خوبصورت چادروں کو دیکھ کر اپنی جان غرور تکبر سے اچھی لگی تو اسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسے دھنسا یا کہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا اور گھستا چلا جائے گا (معاذ اللہ) اور ان سب رفتار اور چالوں میں ہون اور تکفی کی چال معتدل ہے۔



۱۔ چال لچک اور ٹوٹاپن

۲۔ تبختر

۳۔ الجمزی

۴۔ قہقری (۸۱۶ ص ۷ ص ۷)

۵۔ چال لچک اور ٹوٹاپن

۶۔ چال لچک اور ٹوٹاپن

۷۔ چال لچک اور ٹوٹاپن

۸۔ چال لچک اور ٹوٹاپن

بَاب مَا جَاءَ فِي تَقْنَعِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

باب! حضور اقدس ﷺ کے قناع کے بارے میں

(۱۲۱/۱) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيْسَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَانَ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زِيَّاتٍ.

ترجمہ: ”امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یوسف بن عیسیٰ نے بیان کی۔ ان کے پاس اس روایت کی خبر وکیع نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر ربیع بن صبیح نے یزید بن ابان کے حوالے سے بیان کی۔ ان کے پاس یہ حدیث صحابی رسول حضرت انس بن مالک کے واسطے سے پہنچی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم اپنے سر پر کپڑا رکھتے تھے، جو کہ تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔“

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضور کا کپڑا اچکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔

تَقْنَعٌ كَمَا مَعْنَى وَتَشْرِيحٌ :

تقنع: کا معنی قناع کا پہننا وهو تغطية الرأس بطرف العمامة او برداء، اعم من ان يكون فوق العمامة او تحتها. (جمع ص ۲۱۸)

ملا علی قاری قناع کا معنی یہ لکھتے ہیں کہ پگڑی یا چادر کے طرف (پلو) سے سر کا چھپانا خواہ وہ پلو پگڑی کے اوپر ہو یا نیچے

القناع کا استعمال :

یہاں تقنع سے مراد القناع کا استعمال ہے۔ القناع وہ کپڑا جو تیل لگانے کے بعد

سر پر ڈالا جائے تاکہ تیل کا اثر ٹوپی، عمامہ اور دیگر کپڑوں تک نہ پہنچے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، التقنع من اخلاق الانبياء (مواہب ص ۱۰۶) (کہ یہ قناع کا استعمال انبیاء کرام کے عادات و اخلاق میں سے ہے)

یکثر القناع.... الخ، قناع، فعال کے وزن پر ہے، بمعنی دوپٹہ، رومال اور سر بند کے، نقاب، لثام اور حجاب بھی فعال کے وزن پر ہیں۔ تستر اور پردہ کے معنی میں جتنے الفاظ بھی آتے ہیں، وہ اکثر فعال کے وزن پر ہوتے ہیں۔ خواتین کے سر ڈھانکنے کے لئے جو کپڑا استعمال ہوتا ہے، اسے خمار اور مردوں کے لئے قناع کا استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی قناع مرد و خواتین دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے..... وهو الخرقۃ التي تلقى على الرأس بعد استعمال اللهن لتقى العمامة من اللهن شبهت بقناع المرأة. (مواہب ص ۱۰۶) کپڑے کا ایک ٹکڑا جو سر پر تیل لگانے کے بعد اس لئے ڈالا جاتا ہے۔ تاکہ پگڑی کی تیل کی چکناہٹ سے حفاظت ہو اسکو عورت کی قناع (اورڑھنی سے تشبیہ دی گئی)

القناع کی دو صورتیں اور برکات :

یکثر القناع، القناع کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے (۱) عمامہ اور ٹوپی کے نیچے رکھا جائے تاکہ ٹوپی اور عمامہ تیل سے محفوظ رہیں۔ حدیث باب کا مدلول بھی یہی ہے۔ (۲) عمامہ کے اوپر رکھا جائے یہ بھی آپ سے ثابت ہے۔ ترمذی کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں آیا ہے کہ جب آپ تشریف لاتے، تو متقنع ہوتے تھے اور القناع عمامہ کے اوپر ہوتا تھا۔ لما ورد فی البخاری انه صلی اللہ علیہ وسلم اتی بیت ابی بکر فی قصة الهجرة متقنعاً بثوبه والظاهر انه كان متغشياً به فوق العمامة لا تحتها لانه كان مستخفياً من اهل مكة متوجهاً الى المدينة (جمع ص ۲۱۸) (جیسے کہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ ہجرت کے موقع پر جب ابو بکر کے گھر تشریف لائے تو اپنی چادر سے قناع کئے ہوئے تھے اور ظاہر یہی ہے کہ آپ اسے پگڑی کے اوپر ڈالے اسمیں ڈھانپے ہوئے تھے نہ کہ پگڑی کے نیچے اسلئے کہ اسوقت آپ مکہ والوں سے چھپ کر مدینہ شریف جانے کے لئے متوجہ تھے۔ اس کو عربی میں طیلسان (حجازی رومال) کہتے ہیں۔ یہ عرب کی عادت تھی کہ عمامہ کے اوپر

رومال ڈالا جاتا ہے اور آج بھی مروّج ہے (مگر بغیر عمامہ کے)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کا بھی یہی معمول تھا، پھر یہ علماء کرام کا شعار بن گیا۔ شیخ البجوریؒ فرماتے ہیں کسی کو اس وقت تک القناع اور طیلسان نہیں استعمال کرنا چاہیے۔ جب تک کہ وہ تحصیل علم و حکمت کی تکمیل نہ کر لے۔ و فی خبر لا یتقنع الا من استکمل الحکمة فی قوله و فعله و یوخذمنه انه ینبغی ان یکون شعارا للعلماء یختص بهم لیعرفوا فیسألوا او یمثل امرهم و نہیهم و هذا اصل فی لبس طیلسان و له فوائد جلیلة کالاتحیاء من اللہ و الخوف منه اذ تغطية الرأس شأن الخائف الذی لاناصر له و لامعین و کجمعه للتفکر لانه یغطى اکثر وجهه فیحضر قلبه مع ربه و یمتلی بشهوده و ذکره و تصان جوارحه عن المخالفات و نفسه عن الشهوات و لذلك قال بعض الصوفیة الطیلسان الخلوۃ الصغری . (مواہب ص ۱۰۶) (اور ایک حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اتنے تک قناع (حجازی رومال) کا استعمال نہ کر لے جب تک اپنے اقوال و افعال میں حکمت اور دانائی کے امور کی تکمیل نہ کر لے اور اسی سے یہ مسئلہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مناسب ہے کہ یہ (قناع) علماء کے ساتھ خاص اور انکا شعار ہونا چاہیے تاکہ وہ اس کے ذریعہ پہچانے جاویں تو پھر ان سے مسائل پوچھے جائیں اور مامورات و منہیات میں ان کے اقوال و افعال کا امتثال اور اتباع کیا جائے۔ اور یہی بنیادی نقطہ طیلسان (حجازی رومال وغیرہ) کے پہننے میں ہے۔ اسکے علاوہ بھی اسکے بڑے فوائد ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے خوف و حیاء کرنا۔ کیونکہ سر کا چھپانا ایسے ڈرنے والے کی شان ہے جسکا بظاہر کوئی بھی ناصر اور مددگار نہ ہو۔

یا پھر اپنے منتشر تفکرات کو مجتمع کرنے کے لئے کیونکہ جب یہ رومال اسکا زیادہ تر چہرہ ڈھانپ لیتا ہے تو اس کو اپنے رب تعالیٰ سے استحضار قلبی کی دولت حاصل ہو جائیگی اور پھر اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی حضوری سے معمور ہو جائیگا اور اس کے اعضاء و جوارح اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت اور اسکا نفس شہوات سے محفوظ ہو جائیگا۔ اس لئے تو بعض صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ طیلسان (ایک طرح کی) چھوٹی خلوت اور حضوری ہے

غرض اعادہ حدیث: **زَلَمَهُ مَلَأَ رَأْسَهُ تَسْلُجًا رُفًا ذَلَجًا لَهُ بَالِي**
یہ حدیث اس سے قبل باب الترجل میں بھی گذر چکی ہے۔ یہاں علیحدہ مستقل
ترجمہ الباب کے انعقاد سے مصنف کی غرض القناع کے استعمال پر خصوصی متنبیہ ہے کہ آپ
اس کا خصوصیت سے اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ کا القناع کثرتِ دھن کے باوجود پاک ہوتا تھا:
كان ثوبه ثوب زيات بصيغة النسبة اي بائع الزيت او صانعه فان الغالب
عليهما ان يكون ثوبهما ملهنا (جمع ص ۲۱۹) مراد یہ ہے کہ جس طرح زيات یعنی تیل بیچنے
والے یا بنانے والے کا کپڑا تیل سے چکنا رہتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا
قناع بھی گویا زيات کا کپڑا معلوم ہوتا تھا، مگر اس کے باوصف یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ
آپ کا کپڑا نہ تو کبھی میلا ہوتا تھا، نہ آپ کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی، نہ مچھرا اور کھٹل
آپ کا خون چوس سکتا تھا۔ یہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ مناوی نے علامہ رازی سے نقل کیا ہے
کہ مکھی بھی آپ کے کپڑوں پر کبھی نہیں بیٹھی۔

=====

بعض نسخہ میں ہے: زَلَمَهُ مَلَأَ رَأْسَهُ تَسْلُجًا رُفًا ذَلَجًا لَهُ بَالِي
بعض نسخہ میں ہے: زَلَمَهُ مَلَأَ رَأْسَهُ تَسْلُجًا رُفًا ذَلَجًا لَهُ بَالِي

بعض نسخہ میں ہے: زَلَمَهُ مَلَأَ رَأْسَهُ تَسْلُجًا رُفًا ذَلَجًا لَهُ بَالِي
بعض نسخہ میں ہے: زَلَمَهُ مَلَأَ رَأْسَهُ تَسْلُجًا رُفًا ذَلَجًا لَهُ بَالِي

بَابُ مَا جَاءَ فِي جِلْسَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی ہیئت کے بیان میں

جلسة، کیفیت قعود اور هیئۃ الجلوس (بکسر الجیم اسم للنوع) جمع ص (۲۱۹) جِلْسَة (جیم کے کسرہ کے ساتھ) یہ ایک بیٹھنے کی قسم کا نام ہے۔ قعود کھڑے ہونے سے بیٹھنے کو اور جلوس لیٹنے سے بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ بعض نے اس فرق پر نکیر بھی کی ہے، مگر ملا علی قاری فرماتے ہیں وربما یفرق فیجعل القعود لما هو من القيام والجلوس لما هو من الاضطجاع علی ما فی القاموس (جمع ص ۲۱۹) (اور کبھی ان دونوں کے درمیان یہ فرق کیا جاتا ہے کہ قعود کھڑے سے بیٹھنے کو اور جلوس لیٹنے سے بیٹھ جانے کو کہتے ہیں جیسے کہ یہ قاموس (لغت کی کتاب) میں ہے۔

یہاں جلسہ کے مقابل میں قیام ہے، خواہ جلسہ بصورت بیٹھنے کے ہو یا بصورت اضطجاع کے ہو۔ مصنف نے اس باب میں تین احادیث نقل کی ہیں، جن میں آپ کی نشست سے متعلق تفصیلات ہیں۔ دوزانو بیٹھنا چو کڑی مار کر بیٹھنا اور گوٹ مار کر بیٹھنا وغیرہ کی توضیح ہے۔ ہر ایسا طریقہ یا ہیئت جس سے غرور، کبر، نخوت ظاہر نہ ہو بلکہ عاجزی، تواضع، عبدیت، انکسار اور در ماندگی نمایاں ہو، علماء کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ عرب میں تہبند کا رواج تھا، شلواری کا استعمال بہت کم تھا۔ اس لئے ایسا طریقہ یا ہیئت جس سے کشف ستر ہو یا غرور و تکبر کا اظہار ہو، علماء نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ ہاں اگر کشف ستر نہ ہو اور تکبر کا اظہار بھی نہ ہو، تو علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

(۱۲۲/۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَنبَانَا عَفَانُ بْنُ مُسْلِمٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ عَنْ جَدَّتِيهِ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَحْرَمَةَ أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدُ الْقَرْفِصَاءِ قَالَتْ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجُلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرْقِ.

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبد بن حمید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عفان بن مسلم نے۔ اُن کے پاس خبر دی عبد اللہ بن حسان نے اپنی دادی اور نانی کے حوالے سے جنہوں نے قبیلہ بنت مخرمہ سے روایت نقل کی، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے آپ کو اس عاجزانہ حالت میں دیکھا، تو میں دہشت کی وجہ سے کپکپا اُٹھی۔

القرفصاء کا معنی و تشریح:

انہا رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد وهو قاعد القرفصاء.
القرفصاء : (بضم القاف) قعود کی ایک خاص کیفیت ہے، دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور دونوں سرین پر بیٹھے اسے اکڑوں بیٹھنا اور ہاتھوں کے ٹانگوں کے گرد باندھنا اور گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔ والقرفصاء قعدة مخصوصة على الاليتين متكأ ويلصق بطنه بفخذيته ويتأبط كفيه (اتحافات ص ۱۶۹) اور (قرفصاء ایک ایسی مخصوص نشست ہے کہ جس میں دونوں سرین پر تکیہ لگائے بیٹھ کر اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چمٹاتے ہوئے اپنی ہتھیلیوں کو بغل میں ڈال کر بیٹھنے کی کیفیت کو کہتے ہیں) عرب کے دیہاتی لوگ عموماً اس طرح بیٹھتے تھے۔ تاہم شیخ البجوری نے اس کی دو صورتیں نقل کی ہیں۔

(۱) بان يجلس على اليتيه ويلصق فخذيته بطنه ويلصق يديه على ساقيه وهي جلسة المحتبى.

(کہ اپنی دونوں سرینوں پر بیٹھے اور اپنی رانوں کو پیٹ سے چمٹائے اور اپنے دونوں ہاتھ پنڈلیوں سے ملاتے ہوئے ان کا احاطہ کرے اور یہی احتباء (گوٹ مارنے) والے کی نشست ہے)

(۲) وقیل ان یجلس علی رکتیہ متکأ ویلصق بطنہ بفخذیہ ویتأبط کفیه وہی
جلسة الاعراب (مواہب ص ۱۰۷) (کہ دونوں گھٹنوں پر تکیہ لگائے بیٹھے اور اپنے
پیٹ کو رانوں کیساتھ چمٹائے اور اپنی ہتھیلیوں کو بغل میں ڈالے بیٹھے اور اسکو عرب
دیہاتیوں کی نشست کہتے ہیں۔

بیٹھے میں خشوع و مسکنت کا اظہار :

المتخشع فی الجلسة : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عاجزانہ حالت میں تھے۔ المتخشع:
تفعل کے باب سے ہے والتفعل لیس لتکلف بل لزیادة المبالغة فی الخشوع
(مناوی ص ۲۲۰) اور یہاں تفعل کی خاصیت تکلف نہیں بلکہ خشوع میں مبالغہ اور زیادتی
کرنے کے لئے مستعمل ہے۔ جیسا کہ متوحد، متقدس اور متکبر کے صیغے تکلف کے لئے نہیں
بلکہ زیادتی، مبالغہ اور کمال کے لئے ہیں۔

الجلسة: ای فی ہیئة جلسته و کیفیتہ قعدته (جمع ص ۲۲۰) یعنی یہاں جلسہ سے مراد آپ
کے بیٹھنے کی نوعیت اور ہیئت مقصود ہے (یعنی ایسا بیٹھنا تھا جس میں فقر و مسکنت احتیاج اور
عبدیت کا اظہار تھا، جیسا کہ آپ کا ارشاد بھی ہے۔ اجلس کما یجلس العبد و اکل
کما یاکل العبد۔ (میں ایسا بیٹھتا ہوں جیسے کہ ایک غلام بیٹھتا ہے اور میں تو ایسے کھاتا ہوں
جیسے ایک غلام کھاتا ہے) شیخ البجوری اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں، ای الخاشع خشوعاً
تاماً فی جلسته تلک فهو خافض الطرف والصوت ساکن الجوارح (مواہب ص
۱۰۷) یعنی آپ اس نشست پر مکمل خشوع کیساتھ بڑی متواضع شکل میں بالکل سکون اور
خاموشی سے نظریں جھکائے ہوتے تھے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو متمردين، سرکشوں، جبارین اور متکبرین کی ہیئت
جلوس سے نفرت تھی۔ من التربع والتمدد والانتکاء ورفع الرأس وشماخة الانف و علم
الالتفات الی المساکین و الاحتجاب عن المحتاجین (جمع ص ۲۲۰) (یعنی چارزانو
بیٹھنے انگڑائی لینے تکیہ لگائے بیٹھنے سر اٹھانے ناک بھوں چڑھانے اور مسکین اور محتاجوں کی
طرف توجہ نہ کرنے اور ان سے حجاب میں رہنے کی صورتیں)

رعب کی وجہ کیا تھی؟

ارعدت من الفرق، میں خوف اور رعب مارے کانپ اٹھی۔

(۱) رعب اور پھر کانپنے کی وجہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متخشع اور متفکر تھے۔ پھر یہ فکر بھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، جس کا منشا کوئی معمولی بات نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے ان کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا ہو کہ مبادا امت پر کوئی عذاب تو نہیں آ رہا، جس کی وجہ سے آپ اس قدر فکر مند ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کا فکر وہم تو ہمیشہ امت کے لئے ہوتا تھا۔

(۲) حضرات صوفیاء کرام اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت بیٹھنے کی ہیئت، قلب مبارک پر توجہ کاملہ، ماسوی اللہ سے قطع نظر اور تجلیات ربانی میں ارتکاز کی وجہ سے صفتِ جمال میں کمال اور صفتِ جلالت میں عظمت کو پہنچے ہوئے تھے، جس کی بدولت قبیلہ بنت مخرمہ لرزہ بر اندام ہو گئیں (یہ وہی قبیلہ بنت مخرمہ ہے، جن کا تفصیلی ذکر باب ما جاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (باب وہ احادیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارے میں وارد ہوئے ہیں) بارہویں نمبر کی روایت میں گزر چکا ہے۔

تکمیل مضمون حدیث :

اس حدیث کا کچھ اور حصہ بھی ہے، جسے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے، وہ یہ کہ حضرت قبیلہ کی یہ حالت خوف لرزہ دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے کسی صاحب نے عرض کیا فقال له جلیسہ یا رسول اللہ ارعدت المسکینۃ حضور ﷺ کو مجلس میں سے ایک شخص نے کہا اے رسول اللہ ارعدت المسکینۃ یعنی یہ مسکینہ تو خوف زدہ ہو گئی اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ خود حضرت قبیلہ کہتی ہیں کہ میں آپ کے پشت پر پیچھے تھی۔ آپ ﷺ نے میری طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا۔۔ یا مسکینۃ علیک السکینۃ : اے مسکینہ! سکون اختیار کر، بس اتنا فرمانا تھا کہ ساری خوف و دہشت اور رعب و لرزہ جو مجھ پر

طاری تھا جاتا رہا۔ اذہب اللہ ما کان دخل قلبی من الرعب (جمع ص ۲۲۰) (تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں جو خوف اور رعب تھا وہ بالکل ہی ختم کر دیا)

(۱۲۳/۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا أَحَدِي رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث سعید بن عبد الرحمن مخزومی اور بہت سے دوسرے لوگوں نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سفیان نے زہری کے حوالے سے، انہوں نے یہ روایت عباد بن تمیم سے ان کے چچا کے حوالے سے نقل کی (چچا کا نام عبد اللہ بن زید تھا) وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ بائیں حالت کہ اس وقت حضور اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔

اوایان حدیث (۳۱۱) سعید بن عبد الرحمن المخزومی (۳۱۲) عباد بن تمیم اور (۳۱۳) عمہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

استلقاء کا معنی اور دو صورتیں :

انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیاً فی المسجد ، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے۔

استلقاء: الاضطجاع علی القفا. (مواہب ص ۱۰۷) استلقاء کے معنی گردن کے بل لیٹنا جسے عرفاً چت لیٹنا کہتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ انسان مستلقی بھی ہو اور نائم بھی ہو۔ و اضعا احدی رجليه علی الاخریٰ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں بچھا کر ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھا ہوا تھا اور یہ جائز ہے کہ اس میں کشف عورت کا امکان نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ یہی لکھتے ہیں کہ ان یکون رجلاه ممدودتین احدهما فوق الاخریٰ ولا یباس بهذا فانہ لا ینکشف شیء من العورة

بہذہ الهيئة (جمع ص ۲۲۱) حدیث باب میں اسی صورت کا ذکر ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ انسان چت لیٹ جائے اور ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا پاؤں کھڑے گھٹنے پر رکھ دے۔ اسی حالت میں لیٹنا منع ہے کیونکہ اس ہیئت میں کشفِ ستر کا اندیشہ ہے، جب تہبند باندھا ہوا ہو، ان یکون ناصباً ركبۃ احدی الرجلین ویضع الرجل الاخری علی الركبۃ المنصوبۃ (جمع ص ۲۲۱) یہ صورت ممنوع ہے۔ حدیث نہی اس پر حمل ہے۔ ”وہو مارواہ مسلم عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یستلقین احدکم ثم یضع احدی رجلیہ علی الاخری“ (اور وہ حدیث امام مسلم نے بروایت حضرت جابر نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ چت لیٹے تم میں سے کوئی پھر اپنا ایک پاؤں کھڑا کر کے اس پر دوسرا پاؤں رکھے) ممانعت کی وجہ بھی اظہر ہے کہ تہبند باندھا ہو، تو ستر کھلنے کا احتمال قوی ہے۔ البتہ تہبند نہیں ہے اور شلواری پہنی ہے تو کشفِ ستر کا اندیشہ نہیں ہے۔ اس لئے علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس سے دونوں احادیث میں تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے اور دونوں کا اپنا اپنا محمل اور مراد متعین ہو جاتی ہے۔

حدیث کی باب سے مناسبت :

البتہ بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو ہیئتِ نشت سے کوئی تعلق نہیں ہے، تو پھر یہاں اندراج سے کیا فائدہ۔ علماء کرام نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ راجح جواب یہ ہے کہ جلسہ سے مراد عام ہے، بیٹھنا بھی اور لیٹنا بھی۔ جب اس قسم کا لیٹنا کہ پاؤں کے اوپر پاؤں رکھا ہو، مسجد میں جائز ہے، تو بیٹھنا تو بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔ وفیہ جواز الاتکاء والاضطجاع والاستراحة فی المسجد مطلقاً۔ (جمع ص ۲۲۱)

(اور اس حدیث سے مسجد میں تکیہ لگانا۔ لیٹنا اور آرام کرنا مطلقاً ہر صورت میں جائز ہے)

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں ووجه ایراد الحدیث فی هذا الباب یدل علی حل الجلوس بسائر کیفیاتہ بالاولی لان الاستلقاء علی الهيئة المذكورة اذا جاز فی المسجد فسائر انواع القعود أجوز۔ (مناوی ص ۲۲۱) (اور اس باب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے اس بات پر دال ہے کہ مسجد میں ہر طریقہ اور شکل پر بیٹھنا بطریقِ اولیٰ

جائز ہے اس لئے کہ جب چت لیٹنا بصورت مذکورہ مسجد میں جائز ہے تو پھر تو بیٹھنے کی سب صورتیں بطریق اولیٰ زیادہ جائز ہوں۔

مسجد میں لیٹنے کا حکم :

ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا ہے کہ مسجد میں لیٹنا ادب کے خلاف ہے۔ محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں۔

(۱) ممکن ہے کہ یہ واقعہ اعتکاف کا ہو اور معتکف کے لئے جواز میں کسی کو اعتراض نہیں۔

(۲) اور اگر واقعہ غیر اعتکاف کا ہے، تو محدثین جواب میں کہتے ہیں کہ مسجد کو مستقلاً ہمیشہ کے لیے بطور عادت کے مہیت (ٹھکانا) بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر عبادت کرتے کرتے تھکاوٹ دور کرنے کے لیے کچھ کمر سیدھی کر لی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک اثر مؤطا میں نقل ہوا کہ عشاء کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور لوگوں کے جمع ہونے تک مسجد میں لیٹے رہتے تھے۔

(۱۲۴/۳) حَدَّثَنَا سَلْمَةُ بْنُ شَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْمَدَنِيُّ أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ رَبِيعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبَى بِيَدَيْهِ .

ترجمہ : ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث سلمۃ بن شیبہ نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبد اللہ بن ابراہیم مدنی سے اخذ کی۔ انہوں نے یہ روایت اسحاق بن محمد انصاری سے نقل کی، جنہوں نے یہ حدیث ربیع بن عبد الرحمن ابن ابی سعید سے اخذ کی۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا ابو سعید خدری سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور بنی کریم ﷺ جب مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو گوت مار کر بیٹھتے۔“

راویان حدیث (۳۱۴) سلمۃ بن شیبہ (۳۱۵) عبد اللہ بن ابراہیم المدنی (۳۱۶) اسحاق بن محمد الانصاری اور (۳۱۷) ربیع بن عبد الرحمن کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل“

ترمذی "میں ملاحظہ فرمائیں۔"

الاحتباء کا معنی و تشریح اور حکم :

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس في المسجد احتبى بیدیه۔ جب حضور ﷺ مسجد میں بیٹھتے تو احتباء کی شکل میں بیٹھتے (بعض نسخوں میں "فی المجلس" (یعنی مجلس میں) مذکور ہے۔ بزار میں احتبى بیدیه کے بعد "نصب رکتیه" (کہ اپنے دونوں گھٹنے کھڑے کرتے) کا اضافہ بھی منقول ہے۔ نیز بزار میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ جلس عند الكعبة فضم رجلیه و اقامها و احتبى بیدیه (جمع ص ۲۲۱) (کہ آپ بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھتے اور پاؤں ملائے کھڑا کر کے دونوں ہاتھوں سے احتباء (گوٹ مارا)

صحاح میں احتباء کا معنی: اذا جمع ظهره و ساقیه بعمامته (کہ اپنی پگڑی سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو اکٹھا کر لینا) سے کیا گیا ہے اور کبھی کبھی عمامہ کی جگہ ہاتھوں سے بھی احتباء کیا جاتا ہے۔ وقد یحتبى بیدیه (جمع ص ۲۲۲) (اور کبھی دونوں ہاتھوں سے احتباء کرتے) عسقلانی فرماتے ہیں، احتباء عربوں کا خاص وتیرہ ہے، و منه الاحتباء حیطان العرب (جمع ص ۲۲۲) (اور اسی سے یہ ہے کہ احتباء تو عرب کی چار دیواری (باغ) ہے) خلاصہ یہ کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے، پاؤں اور پیٹ کو ملا کر پیٹھ سے جکڑ لینے کو "احتباء" کہتے ہیں۔ اسی صورت میں بجائے ہاتھوں کے کپڑے سے جکڑنے کو بھی احتباء کہتے ہیں۔

جمعہ کے روز دوران خطبہ آپ نے احتباء سے منع فرمایا کہ استماع خطبہ کے فوت ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور بعض اوقات اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

بیٹھنے کی مختلف صورتیں :

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے۔ ان النبی ﷺ کان اذا صلی الفجر تر بع فی مجلسه حتی تطلع الشمس حسناء (کہ بیشک جب حضور ﷺ صبح کی نماز پڑھ

لیتے تو اپنی نشست پر چارزانو بیٹھ جاتے اتنے تک کہ سورج چمکتا ہوا نکلتا۔- تربع کا معنی چارزانو بیٹھنا ہے۔ فقیل هذا الحديث مخصص و قال ميرك محمول على اختلاف الاحوال فتارة تربع و تارة احتبى و تارة استلقى و تارة ثنى رجله تو سعة للأمة المر حومة (جمع ص ۲۲) (بعض حضرات نے اس حدیث کو پہلی حدیث کا مخصص (تخصیص کرنے والی) قرار دیا اور ملا میرک فرماتے ہیں کہ یہ مختلف احوال پر محمول ہے۔ پس کبھی آپ چارزانو بیٹھتے اور کبھی احتباء کی صورت میں اور کبھی استلقاء کرتے اور کبھی پاؤں کو موڑے ہوئے (قعدہ کی شکل میں) بیٹھتے اور یہ سب امت مرحومہ پر توسع اور آسانی پیدا کرنے کے لیے)

حضور اقدس ﷺ کی نشست گاہ :

حضور اقدس ﷺ نے اپنی نشست کو کبھی بھی کسی خاص مقام اور کوئی مخصوص چیز پر بیٹھنے میں منحصر نہیں فرمایا، بلکہ جو جگہ بھی میسر ہو جاتی تو اضعاً وہیں تشریف فرما ہو جاتے۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں :

”کان يجلس على الارض و على الحصير والبساط ولما قدم عليه عدی بن حاتم دعاه الى منزله فالقت اليه الجارية وسادة يجلس عليها فجعلها بينه وبين عدی و جلس على الارض: قال عدی فعرفت انه ليس بملك“ (زاد المعاد ج ۱ ص ۶۰) (آپ زمین پر بھی اور چٹائی اور درری پر بیٹھا کرتے اور جس وقت آپ کے پاس عدی بن حاتم آئے تو اسکو اپنے گھر بلایا تو کینر نے آپ کی طرف ایک گدا ڈالا تو حضور ﷺ نے اس کو عدی اور اپنے درمیان ڈالا اور آپ زمین پر بیٹھے عدی کہتے ہیں کہ اس سے میں نے پہچان لیا کہ آپ بادشاہ نہیں)

بَابُ مَا جَاءَ فِي تُكَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ باب! حضور اقدس ﷺ کے تکیہ کا ذکر

تُكَاةٌ كَمَا مَعْنَى وَتَشْرِيحٌ :

تُكَاةٌ: فُعْلَةٌ کے وزن پر ہے، جیسے کہ هُمَزَةٌ اور لُمَزَةٌ اس کی مثالیں ہیں، جس کا معنی تکیہ، بہت تکیہ لگانے والا، فرش پر بچھونا بچھا کر آرام سے بیٹھنا وغیرہ کے آتے ہیں۔ اصل میں و کَاة ہے، واؤتا سے بدل دیا گیا ہے۔ جیسے کہ تراث اور تجاہ میں واؤتا سے بدلا گیا ہے۔ اس باب میں امام ترمذی نے حضور اقدس ﷺ کی نشست کے دوران کسی چیز کا تکیہ استعمال کرنے کے متعلق پانچ احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ای باب الأخبار الواردة في بيان تُكَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مواہب ص ۱۰۸) (یعنی یہ باب ان احادیث کے بیان جو حضور ﷺ کے تکیہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں) تکیہ لگا کر بیٹھنا حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے اور مباح ہے۔

(۱۲۵/۱) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ البَغْدَادِيُّ أَخْبَرَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ اسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكِّئًا عَلَى وَسَادَةٍ عَلَى يَسَارِهِ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیں عباس بن محمد دوری بغدادی نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت اسحاق بن منصور سے حاصل کی۔ اُن کو یہ روایت اسرائیل سے اور اس نے سماک بن حرب کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے اسے صحابی رسول حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے سماعت کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے

اللہ کے رسول ﷺ کو تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا اور تکیہ آپ کی بائیں طرف تھا۔
 راویان حدیث (۳۱۸) عباس بن محمد الدوری کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“
 میں ملاحظہ فرمائیں۔

تکیہ لگا کر بیٹھنے کا حکم :

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکئاً علی و سادۃ علی یسارہ :

وسادۃ: افادۃ کے وزن پر ہے۔ تکیہ کو کہتے ہیں۔ مایتو سادبہ من المخذۃ (بکسر المیم) (جس چیز کیساتھ ٹیک لگایا جائے یعنی مخدہ (میم کے کسرہ کیساتھ) سوتے وقت رخسار رکھنے کا تکیہ مراد ہے) اور کبھی کبھی وساد بغیر تاء کے بھی بولا جاتا ہے اور کبھی اُساد بھی کہتے ہیں۔ علی یسارہ یعنی تکیہ حضور اقدس ﷺ کے بائیں طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ تصریح تقیید کے لیے نہیں بلکہ بیان واقع کے لیے ہے۔ پس دائیں طرف، بائیں طرف اور حسب ضرورت پشت پیچھے تکیہ لگانا جائز ہے۔

والمقصود ہی راحة الجالس (اتحافات ص ۱۷۲) (در اصل اس سے بیٹھنے والے کی راحت مقصود ہے) (چاہے جس صورت پر بھی ہو) البتہ دائیں جانب بہر حال بہتر ہے، وہ بھی ایسی صورت میں جب کوئی عذر نہ ہو، وھو لیسان الواقع فیجوز الاتکاء علی الوسادۃ یمیناً و یساراً (جمع ص ۲۲۳) (یہ صورت حال اور واقعہ کا بیان ہی ہے ورنہ تکیہ پر دائیں بائیں ہر طرح ٹیک لگانا جائز ہے) علامہ ابن قیم نے حضور ﷺ کے متعلق نقل فرمایا ہے ”وکان یتکئی علی الوسادۃ و ربما اتکأ علی یسارہ و ربما اتکأ علی یمینہ و کان اذا احتاج فی خروجہ توکأ علی بعض اصحابہ من الضعف (زاد المعاد ص ۶۰) (کہ حضور ﷺ تکیہ پر ٹیک لگایا کرتے اور بعض اوقات بائیں جانب اور بعض دفعہ دائیں جانب اور جب باہر جانے کی ضرورت ہوتی تو ضعف اور کمزوری کی وجہ سے اپنے بعض ساتھیوں (صحابہ) پر تکیہ اور ٹیک لگایا کرتے) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ حدیث میں یسار کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں۔

امرا اتفاقاً ہے، لیکن قواعد محدثین کے لحاظ سے یسار کا لفظ یہاں مشہور روایات میں

نہیں ہے۔ اس لیے امام ترمذی نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔ (خصائل)

(۱۲۶/۲) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَخْبَرَنَا بَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ أَخْبَرَنَا الْجَرِيرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَحَدِيثُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ. قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَا شِرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَكِنًا قَالَ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ.

ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث حمید بن مسعدہ نے بیان کی۔ ان کے پاس خبر دی بشر بن مفضل نے، انہوں نے یہ روایت جریری سے اخذ کی، جنہوں نے اسے عبد الرحمن بن ابی بکرہ کے حوالے سے بیان کیا اور انہوں نے یہ حدیث اپنے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت کی۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کی مجلس میں) فرمایا، کیا میں تمہارے سامنے وہ گناہ نہ بیان کروں جو کبیرہ گناہوں میں بڑے بڑے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور! کیوں نہیں ضرور، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ راوی بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے، حالانکہ آپ اُس وقت تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ پھر حضور نے فرمایا، جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ یہ بات برابر کہتے رہے، یہاں تک ہم نے کہا کاش کہ آپ خاموش ہو جائیں۔“

حضرت عبد الرحمن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل جلالہ، کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا۔ راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات فرمائی تھی۔ اُس وقت حضور

کسی چیز پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش حضور ﷺ سکوت فرماویں۔ بار بار ارشاد نہ فرمائیں۔

راویان حدیث (۳۱۹) عبدالرحمن بن ابی بکرۃؓ اور (۳۲۰) ابیہؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

گناہِ کبیرہ و صغیرہ کی بحث :

الا احدثکم باکبر الکبائر : ایک صحیح روایت میں الا اخبر کم اور ایک میں الا انبئکم نقل ہوا ہے۔ ومعنی الكل واحد (مواہب ص ۱۰۸) (اور سب کا معنی باوجود اختلاف الفاظ کے ایک ہی ہے) اندازِ خطاب کا یہ مسنون طریقہ تمام علماء کرام، داعمین اور مبلغین کو اختیار کرنا چاہیے۔ حضور اقدسؐ بھی اکثر اس اندازِ خطاب سے گفتگو فرماتے تھے۔ لحنہم علی التفرغ والا ستماع لمایرید اخبارہم بہ۔ (مواہب ص ۱۰۸) (ان کو اس پر آمادہ کرنا مقصود ہے کہ جو بات ان کو آپؐ نے بتلانی ہے اس کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر کے کان لگائے سن لیں) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ بعض طرق صحیحہ میں الا انبئکم باکبر الکبائر، تین مرتبہ نقل ہوا ہے۔ اہتماماً بشأن الخبر المذكور انه امر له شأن (جمع ص ۲۲۳) (مذکورہ خبر کے عظیم الشان ہونے کا اہتمام کرنے کے لئے)

الکبائر: کبیرہ کی جمع ہے، اکبر الکبائر کا معنی گناہوں میں بڑا اور زیادہ شنیع گناہ۔ البتہ کبیرہ کے معنی اور تعریف میں اختلاف ہے، (۱) ہی مانزل فیہ و عید شدید فی الكتاب او السنة (۲) ماکان فیہ حد (۳) کل جریمۃ توذن بقلة اکثر اث مرتکبها بالدين (اتحافات ص ۱۳۷) (جسکے متعلق قرآن و حدیث میں سخت و عید آئی ہو۔ ۲۔ جس میں کوئی حد مقرر ہو۔ ۳۔ ہر ایسا جرم جو مجرم شخص کے دین سے لا پرواہی کا مظہر ہو)

شیخ بیجوریؒ نے ہر تعریف پر معترضین کا کلام نقل کیا ہے تیسری تعریف کو ”وہو اشمل التعاريف“ قرار دینے کے باوجود بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اس لیے بعض حضرات نے کہا ہے کہ کبیرہ کی صحیح تعریف مبہم ہے، جس طرح کے اسم اعظم لیلۃ القدر ساعة الجمعة،

ووقت اجابة الدعاء ليلاً، صلوة الوسطى (اسم اعظم شب قدر۔ جمعہ کے دن کی ساعت قبولیت اور رات کے ایک حصہ میں دعا کی قبولیت کا وقت اور درمیانی نماز) کی قطعی تعیین مبہم ہے۔ و حکمتہ هنا الامتناع من کل معصية خوفاً من الوقوع فى الكبيرة۔ (جمع ۲۲۴)

(اور ان چیزوں کو مبہم رکھنے کی حکمت دراصل ہر گناہ سے رکوانا مقصود ہے بوجہ اس خوف کے کہ اسکی وجہ سے کہیں گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو جاؤں)

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ یہ ایک امراضانی ہے، ہر گناہ بہ نسبت اپنے سے بڑے کے صغیرہ اور اپنے سے چھوٹے کے کبیرہ ہے۔ قال صاحب الكفاية و الحق انهما اسمان اضافيان لا يعرفان بذاتيهما فكل معصية اضيفت الى ما فوقها فهي صغيرة وان اضيفت الى ما دونها فهي كبيرة (شرح عقائد ص ۸۲) صاحب کفایہ فرماتے ہیں کہ حق بات تو یہ ہے کہ یہ دو (صغیرہ و کبیرہ) امراضانی اور نسبتی ہیں بذاتہ انکی تعریفیں نہیں کی جاسکتیں اس لئے ایسا سمجھئے کہ ہر گناہ بہ نسبت اپنے مافوق (یعنی بڑے گناہ کے) صغیرہ ہے اور بہ نسبت مادیون (چھوٹے گناہ کے) کبیرہ ہے۔

کبار کی تعیین و تعداد اور بخشش کا وسیلہ :

اس میں اختلاف ہے کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں۔ علماء نے مستقل تصانیف ان میں تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ ذہبی کی ایک کتاب اس مضمون میں مستقل ہے، جس میں چار سو کبیرہ گناہ گنوائے گئے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے بھی دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی ہے، جو مصر میں چھپ گئی۔ اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ معاملات وغیرہ ہر باب کے کبیرہ گناہ مستقل گنوائے ہیں اور کل مجموعہ چار سو ستر (۴۶۷) مفصل شمار کرائے ہیں۔ ملا علی قاری نے شرح شمائل میں مشہور کبار کو گنوا یا ہے، جو حسب ذیل ہیں۔ آدمی کا قتل کرنا، زنا کرنا، اغلام بازی، شراب پینا، چوری کرنا، کسی پر تہمت لگانا، سچی گواہی کا چھپانا، جھوٹی قسم کھانا، کسی کا مال چھین لینا، بلا عذر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا، سودی معاملہ کرنا، یتیم کا مال کھانا، رشوت لینا، اصول یعنی والدین وغیرہ کی نافرمانی کرنا، قطع رحمی کرنا، جھوٹی حدیث بیان کرنا، رمضان کا روزہ توڑ دینا ناپ تول میں کمی کرنا، فرض نماز کو وقت سے آگے پیچھے پڑھنا، زکوٰۃ

نہ دینا، مسلمان کو یا کسی کافر کو جس سے معاہدہ ہو، ناحق مارنا، کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا، غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم کی یا حافظ قرآن کی، کسی ظالم سے چغلی کھانا، دیوث پن کرنا یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کے ساتھ کسی کے فحش تعلق کو گوارا کرنا، قرم سازی یعنی بھڑواپن کرنا کہ اجنبی مرد عورت یا اس قسم کے دوسرے ناجائز تعلقات میں سعی کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینا، جادو کا سیکھنا یا سکھانا، کسی پر جادو کرنا، قرآن پاک پڑھ کر بھلا دینا، بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہونا اور اس کے عذاب سے نہ ڈرنا، عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا اس کی خواہش پر بلا وجہ انکار کرنا چغلی کھانا (جمع ج ص ۲۲۲)۔

ملا علی قاریؒ نے مثال کے طور پر ان کو نقل کیا ہے۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کبار کا مستقل باب ہے۔ اس میں بھی ان کو اور اس قسم کے اور چند گناہوں کو گنویا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا خواہ اس کی ذات میں کسی کو شریک کرے یا عبادت میں یا اُس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے میں یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اس کی طرف امور سوچنے میں یعنی جیسے اللہ جل شانہ کو سب کام سپرد ہیں، اسی طرح اور کو بھی جانے۔ نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کئے ہیں:

گناہ پر اصرار کی نیت، نشہ کی چیز پینا، اپنے محرموں سے نکاح کرنا جو اکیلنا، کفار سے دوستی کرنا باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا، مردار کا گوشت کھانا، نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا، قرآن پاک اور رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کو بُرا کہنا یا ان کا انکار کرنا، صحابہ کرامؓ کو بُرا کہنا، بیوی اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا، اسراف کرنا، فساد کرنا، کسی کے سامنے ننگا ہونا (یعنی بیوی کے علاوہ) بخل کرنا، پیشاب اور منی کو پاک نہ کرنا یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا، تقدیر کو جھٹلانا، تکبر کی وجہ سے پانچ ٹخنوں سے نیچے کرنا، نوحہ کرنا، بُرا طریقہ ایجاد کرنا، محسن کی ناشکری کرنا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، حائضہ سے صحبت کرنا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا، جانور سے بد فعلی کرنا، امر د کو شہوت سے دیکھنا، کسی کے گھر میں جھانکنا، عالموں اور

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
حافظوں کی حقارت کرنا، اگر ایک سے زیادہ پیمیاں ہوں، تو اُن کے درمیان مساوات نہ کرنا، امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ بتائے ہیں۔

ان کبائر میں بھی درجات ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کو بڑے گناہ فرمایا گیا ہے اور مختلف احادیث میں موقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے۔
علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صیغہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ واستغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ معاف ہو جاتا ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا، چاہے اس کے بعد کسی وقت وہ پھر سرزد ہی ہو جائے۔ اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی۔ توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہیے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔ (خصائل ص: ۷۹)

الاشراک باللہ :

الاشراک باللہ : الاشراک کا لغوی معنی جعل احد شریکاً لآخر (کسی کو دوسرے کا شریک بنانا) کو کہتے ہیں، لیکن یہاں غیر اللہ کو الہ بنا کر دیا ہے۔ والا ظہر ان المراد بہ الکفر (جمع ج ص ۲۲۲) (اور یہ بات تو واضح ہے کہ اس سے مراد کفر ہے) المراد بہ مطلق الکفر و انما عبر بالا شراک لانه اغلب انواع الکفر لا لاجراج غیرہ (مواہب ص ۱۰۹) (اس سے مراد مطلق کفر ہے اور اسکی تعبیر شرک سے اسے لیے کی گئی کہ یہ (شرک) کفر کے قسموں میں غالب ترین صورت ہے نہ کہ کسی سے احتراز مقصود ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومی لکھتے ہیں :

وقول رسول اللہ ﷺ متفق مع قوله تعالى : "ان الله لا يغفر أن يشرك به و يغفر ما دون ذلك لمن يشاء" ومع الحديث القدسي: "من لقيني بقرب الأرض خطيئة لا يشرك بي شيئاً، لقيته بمثلها مغفرة" ومع قوله تعالى: ان الذين كفروا و ماتوا وهم كفار فلن يقبل من أحدهم ملء الأرض ذهباً ولو افتدى به" و مع قوله تعالى: "ومن يشرك بالله فكأنما خر من السماء فتخطفه الطير أو تهوى به الريح في مكان سحيق" (اور نبی علیہ السلام کا (گزشتہ) فرمان مبارک اللہ تعالیٰ کے اس قول سے (ترجمہ)

کہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتے اس بات کو کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے اور اسکے علاوہ جسکو چاہیں بخش دیتے ہیں اور حدیث قدسی کے ساتھ جو شخص میرے پاس بھری زمین غلطیاں اور گناہ لے کر آئے لیکن کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کیا تھا تو میں اسکو اپنی طرف سے اتنی ہی مغفرت عطا کروں گا“ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے (ترجمہ) ”بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مرے بھی حالت کفر ہی میں سوان میں کسی کا (بطور کفارہ) زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائیگا اگرچہ وہ معاوضہ میں اسکو دینا بھی چاہے“۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کیساتھ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو (اسکی حالت ایسی ہوگی جیسے) گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اسکی بوٹیاں نوچ لیں یا اسکو ہوانے کسی دور دراز جگہ لے جا کر پٹخ دیا“ موافق ہیں۔

بہر حال شرک کبار سے ہے، خواہ وہ شرک ذات میں ہو، صفات میں ہو، عبادت میں، استعانت میں، علم و قدرت میں ہو یا تصرف و تدبیر میں ہو۔

عقوق الوالدین :

و عقوق الوالدین : والدین کی نافرمانی بھی گناہ کبیرہ ہے۔ والدہ کی ہو یا والد کی یا دونوں کی، دوسرے کی نافرمانی کو مستلزم ہے، لان عقوق احدہما یتلزم عقوق الآخر غالباً۔ (جمع ص ۲۲۵) (کیونکہ ان میں سے ایک کی نافرمانی دوسرے کی نافرمانی کو مستلزم ہے)

عقوق: العق سے مشتق ہے، جس کا لغوی معنی الشق و القطع (چیرنا اور کاٹنا)۔ اسی سے العقیقۃ ماخوذ ہے، جو مولود کے حلق شعر پر بکری کے ذبح کرنے کو کہتے ہیں۔ شرعاً مراد یہ ہے کہ والدین کی قولاً اور فعلاً نافرمانی اور ایذا رسانی سے بچا جائے۔ والمراد صدور ما یتأذی بہ الوالد من ولدہ من قول او فعل (اور اس سے مراد ہر ایسی بات یا کام جسکے ذریعہ اولاد کی طرف سے والد کو تکلیف پہنچے) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولا تقل لہما اف ولا تنہرہما، الا یتاۃ (اور نہ کہہ والدین کو اف تک بھی اور نہ انکو جھڑک دے) البتہ شرک اور معصیت میں ان کی اطاعت حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان جاہداک علی ان

تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعہما و صاحبہما فی الدنیا معروف (اگر تجھ پر وہ دونوں بھی اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل اور سند نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا (کے حوائج و معاملات) میں انکے ساتھ خوبی کیساتھ بسر کرنا)۔ آیت سے واضح ہے کہ عقوق الوالدین حرام ہے، اگرچہ والدین کافر ہوں۔ شیخ الیچوری نے مزید تصریح کی ہے کہ: والمراد بالوالدین الاصلان وان علیا و مال الزر کشی الی الحاق العم والنحال بہما ولم یتابع علیہ (مواہب ص ۱۰۹) (کہ والدین سے مراد اپنے اصول ہیں اگرچہ اوپر تک جائیں (یعنی داد پر داد وغیرہ) اور امام زرکشی کا رجحان تو چچا اور ماموں وغیرہ کو شامل کرنے کی طرف ہے البتہ کسی دوسرے نے اسکی موافقت نہیں کی) والدین کی نافرمانی ایسا گناہ ہے، جس کی سزا آخرت میں بھی ملے گی اور بعض اوقات دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

والعقوق من العقوبات التي يجعل عقابها فی الدنیا (اور والدین کی نافرمانی ایسی عقوبات (جرموں) میں سے ہے جنکی سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے)

والدہ کی ناراضگی کا ایک دلچسپ واقعہ :

دار قطنی، بیہقی (فی شعب لایمان) اور دلائل النبوة میں عبداللہ بن ابی اوئی سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! یہاں ایک نوجوان ہے۔ جس پر نزع یعنی موت کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔ اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کی جا رہی ہے، فلا یستطیع ان یقولہا، وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ کلمہ پڑھ لے۔ حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہ اپنی زندگی میں کلمہ نہیں پڑھا کرتا تھا، بتایا گیا کہ وہ تو مسلمان ہے اور کلمہ پڑھا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر کس چیز نے اس کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے سے روک دیا ہے، چنانچہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے۔

ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے اور ہم سب اس نوجوان کے پاس آہنچے۔ فقال یا غلام: قل لا الہ الا اللہ (آپ نے فرمایا اے لڑکے لا الہ الا اللہ (کلمہ توحید) پڑھ۔ اس

نے عرض کیا، حضرت! مجھے کلمہ پڑھنے کی توفیق نہیں مل رہی، لا اَسْتَطِيعُ ان اقولها، پھر اس نے صاف بتا دیا کہ اس کی وجہ والدہ کی نافرمانی ہے۔ لعقوق والدتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ”أحیة هبی (کیا وہ زندہ ہے) فرمایا جی ہاں والدہ تو زندہ ہے، چنانچہ آپ نے ان کی والدہ کو بلوایا اور پوچھا کیا یہ نوجوان تمہارا بیٹا ہے۔ عرض کی جی ہاں، میرا بیٹا ہے، آپ نے فرمایا لکڑیاں جمع کر کے آگ روشن کر دی جائے اور اگر تو بیٹے کو معاف نہ کرے تو جلتی آگ کے شعلوں میں ڈال دیا جائے۔ فقالت اذا كنت اشفع له“ (اسکی والدہ نے کہا پھر تو میں اسکی سفارش کروں گی) تو آپ نے ارشاد فرمایا تو بھی خدا کو گواہ بنا اور ہم بھی خدا کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ تو اس سے راضی ہے۔ بانک قد رضیت عنه، تو اس بچے سے راضی ہے۔

والدہ نے عرض کیا ”قدرضیت عن ابنی“ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔ تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان سے فرمایا، ”فقال یا غلام قل لا اله الا الله، فقال لا اله الا الله، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الحمد لله الذي انقذه بي من النار. ذكره السيوطی فی شرح الصدور“ (اتحافات ص ۱۷۴)۔ (تو آپ نے فرمایا اے لڑکے! کلمہ توحید پڑھ تو لڑکے نے لا اله الا الله پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں کہ جس نے میرے ذریعہ سے اس شخص کو آگ اور دوزخ سے بچایا۔ اس واقعہ کو امام سیوطی نے شرح صدور میں ذکر کیا ہے)

انتباہ و اہتمام :

وجلس رسول الله سلی الله علیه وسلم و كان متكئا! یعنی جلوس سے قبل آپ نے تکیہ فرمایا تھا، آپ بیٹھ گئے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے خصوصیت اور اہتمام سے اگلی بات فرمائی ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں، و سبب ال اہتمام بذلك كون قول الزور او شهادة الزور اسهل و قوعاً على الناس و التهاون بهما اكثر فان الاشراك ينو عنه قلب المسلم و العقوق يصرف عنه الطبع السليم و العقل القويم و اما الزور فالحوامل و البواعث عليه كثيرة كالعداوة و الحسد و غيرهما فاحتيج الى

الاہتمام بہ۔ (جمع ص ۲۲۵) (اور اسکے اہتمام کرنے کا سبب یہ ہے کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی لوگوں کے خلاف دینا آسان ہے اور پھر ان دونوں کیساتھ تہاؤن اور لا پرواہی یہ سب کثیر الوقوع امور ہیں۔

اس لئے کہ شرک سے تو مسلمان کا دل نفرت کرتا ہے اور والدین کی نافرمانی سے بھی عقل صحیح اور سلیم الطبع انسان اعراض کرتا ہے اور وہ جو جھوٹ ہے۔ تو اس پر ابھارنے اور برا بیچنے کرنے والی بہت سی چیزیں ہو سکتی ہیں جیسے دشمنی حسد وغیرہ وغیرہ اس لیے اس کے اہتمام کرنے کی ضرورت پڑی)

شہادتِ زور کا معنی، قباحت اور شرعی حکم :

قال و شہادۃ الزور او قول الزور الخ ، پھر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا، راوی کہتے ہیں کہ آپؐ یہ بات برابر کہتے رہے (اور آپؐ کے تکرار سے ہم خوف زدہ ہو گئے) یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔

زور، ازوار سے ہے و هو الا نحراف وقال المطریزی اصل الزور تحسین الشیء و وصفہ بخلاف صفته و قال القرطبی شہادۃ الزور ہی الشہادۃ بالكذب یتوصل بہا الی الباطل من اتلاف نفس او اخذ مال او تحلیل حرام او تحریم حلال ، فلا شئی اعظم ضرراً منه ولا اکثر فساداً بعد الشریک باللہ (جمع ص ۲۲۷) (اور اس کا معنی انحراف (روگردانی) ہے اور امام مطریزیؒ فرماتے ہیں کہ جھوٹ کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز کی اصلی اور حقیقی صفت کے علاوہ دوسری صفت کے ساتھ اسکی خوبصورتی کو ظاہر کرنا۔ اور امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ جھوٹی گواہی یہ ہے کہ جس کے ذریعہ آپ باطل اور ناحق کام تک پہنچیں یعنی کسی نفس کی ناحق ہلاکت یا کسی کا ناحق مال لینا یا حرام کو حلال کرنا یا حلال کو حرام کرنا ہو تو شرک باللہ کے بعد ایسے جھوٹ سے نقصان اور فساد کے لحاظ سے کوئی چیز بڑھ کر نہیں ہے) بار بار کے تکرار سے اس کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔

قلنا لیتہ سکت! کاش حضور اقدس ﷺ خاموش ہو جائیں۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے (۱) کہ بار بار کے تکرار سے کہیں طبع مبارک پر گرانی نہ آجائے، کیلا یألم ﷺ (۲) یا اس

ڈر کی وجہ سے کہ کہیں آپ کی زبان مبارک سے ایسے کلمات نہ نکل جائیں جو نزول بلا کا سبب بن جائیں، اوخو فامن ان یجری علی لسانہ ما یو جب نزول العذاب (جمع ص ۲۲۷)

واعظ مدرس اور خطیب کے لیے ہدایت :

اس حدیث سے ایک فائدہ یہ بھی استفادہ ہوا کہ واعظ، خطیب اور مدرس کے لیے، وعظ و خطاب میں، درس و تدریس میں، بیان اور ہدایات میں بعض حالات میں ضروری ہے کہ وہ تکرار اور مبالغہ سے کام لے اور اپنے آپ کو اس قدر مشقت میں ڈال دے کہ تلامذہ، مستفیدین اور حاضرین و مخاطبین کو اس پر رحم آجائے۔ علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ینبغی لہ ان یتحرى التکرار و المبالغة و اتعاب النفس فی الافادة حتى یرحمہ السامعون والمستفیدون (جمع ص ۲۲۷)

علامہ بیجوری فرماتے ہیں، ویوخذ من الحدیث جواز ذکر اللہ و افادة العلم متکئا وان ذلک لا ینافی کمال الادب وان الاتکاء لیس مفوتاً لحق الحاضرین المستفیدین. (مواہب ص ۱۰۹) (اور حدیث مبارک سے اللہ کے ذکر اور دینی تعلیم کو تکیہ لگا کر دینے کا جواز اخذ کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کمال ادب کے خلاف نہیں ہے نیز یہ کہ تکیہ لگانا مستفیدین اور حاضرین کے حق کو فوت اور ضائع کرنے والا نہیں)

والا ظہر انه یختلف باختلاف الاشخاص والا ماکن والا زمان (جمع ص ۲۲۶) (اور زیادہ واضح بات یہ ہے کہ مذکورہ حکم اشخاص زمانے اور علاقوں کی تبدیلی سے بدلتا رہتا ہے)

باب سے عدم مناسبت کا اعتراض :

اس حدیث پر ایک اشکال یہ بھی کیا گیا ہے کہ اسے ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس میں اتکاء وارد ہے۔

جبکہ ترجمہ الباب میں التکاة کا عنوان ہے۔ اس اشکال کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اتکاء، تکاة کو مستلزم ہے۔ و اقصى ما قيل في دفع هذا الايراد انه يستلزم التکاة و فيه ما فيه هكذا قالت الشراح. (حاشیہ خصائل)

(۱۲۷/۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا أَنَا فَلَا أَكُلُ مُتَكِنًا. ترجمہ: ”امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت شریک نے علی بن اقرم کے حوالے سے بیان کی۔ وہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابو جحیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی چیز سے ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔“

ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

لفظ اَمَّا کا معنی و تشریح :

اَمَّا اَنَا فَلَا أَكُلُ مُتَكِنًا اَمَّا : حرف شرط ہے، تفصیل کے لیے آتا ہے اور مجرد تاکید کے لیے بھی اَمَّا هُنَا لِمَجْرَدِ التَّكْيِدِ و ان كانت للتفصیل مع التاكيد غالباً نحو جاء القوم أما زيد فراكب و أما عمرو فماش (مواہب ص ۱۱۰) (لفظ اَمَّا یہاں محض تاکید کے لیے ہے اگرچہ عام طور پر تاکید کیساتھ تفصیل کے لیے بھی آتا ہے جیسے کہ جاء القوم الخ میں اَمَّا تفصیل کے لیے ہے) (معنی یہ ہے قوم آئی ان میں سے زید سوار ہو کر اور عمرو پیدل آئے)

اس سے نہیں کرنا مقصود ہے۔ تاہم طریقہ کنایہ کا ہے۔ اپنے لیے ایک چیز ثابت نہ کرنے کا مقصد دوسرے سے اس کی نفی کرنا ہے، تو یہ نفی حکم میں نہیں کے ہے۔

تکلیف لگا کر کھانا تکبر کی علامت ہے :

کیونکہ تکلیف لگا کر کھانا تواضع کے خلاف ہے، زیادہ کھائے جانے کا سبب ہے۔ اس

سے پیٹ بھی بڑھتا ہے اور سرعت ہضم بھی حاصل نہیں ہوتا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ اہل جاہلیت اور عجمی سلاطین اور متکبرین کا وتیرہ ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں، والاظہر ان یراد بہ تعریض غیرہ من اهل الجاہلیۃ والا عجام بانہم یفعلون ذلک اظہاراً للعظمتۃ والکبریاء والا فتخار والخیلاء واما انا فلا افعل ذلک و کذلک من تبغنی۔ (جمع ص ۲۲۷) (اور زیادہ واضح بات یہ کہ حضور ﷺ کے اس قول (کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا) سے اہل جاہلیت اور عجمی لوگوں پر ایک قسم کی تعریض اور طنز ہے کہ یہ لوگ جو تکیہ لگا کر کھانا اپنی بڑائی اور فخر و تکبر کے لیے کھاتے ہیں۔ میں اور میرے تابعداری کرنے والے ایسا نہیں کرتے۔

تکیہ لگا کر کھانے کی چار صورتیں :

تکیہ لگا کر کھانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں صورتیں نبی کا مصداق ہیں۔ (۱) دونوں یا ایک پہلو پر تکیہ لگا کر کھانا (۲) دونوں ہاتھوں میں سے ایک کوزمین پر رکھ کر تکیہ لگائے۔ (۳) جو کڑی مار کر کسی گدے وغیرہ پر بیٹھے۔ (۴) کمر (پشت) دیوار یا تکیہ وغیرہ سے لگا کر بیٹھے، کھانے کے وقت ان چار صورتوں پر بیٹھنا مذموم ہے۔ ملا علی قاری کے الفاظ یہ ہیں: الاول الاتکاء علی اربعة انواع الاول الاتکاء علی احد الجنین الثانی وضع احدی الیدين علی الارض والاتکاء علیہا والثالث التربع علی وطاء والا ستواء علیہ والرابع استناد الظهر علی و سادۃ و نحوہا و کل ذلک مذموم حالۃ الا کل منہی عنہ لان فیہ تکبراً۔ (جمع ص ۲۲۸)

اسی طرح لیٹ کر کھانا بھی مکروہ ہے۔ البتہ کھڑے ہو کر کھانا مکروہ نہیں اور اس سلسلہ میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس سے مراد مستقل طور پر کھڑے ہو کر کھانا مراد نہیں بلکہ اگر کوئی چیز اتفاقاً کھڑے کھالی، تو اس کو مکروہ نہیں کہنا چاہیے، ورنہ آج ملحدین جو کھڑے ہو کر کھاتے ہیں اسی سے استدلال کرتے پھرینگے۔ نیز سنت طریقہ پر کھانے کی جو تین صورتیں مذکور ہیں، ان کے بھی خلاف ہے، حالانکہ شامی باب الحظر والاباحۃ میں ہے ”کسرک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن

شفاعة النبي المختار لحديث من ترك سنتي لم ينل شفاعتي (شامی ج ۵ ص ۲۳۷) (جیسے کہ سنت مؤکدہ کو چھوڑ دینا کہ اس کے ساتھ اگرچہ دوزخ اور آگ کی سزا نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی تو ضرور ہے بوجہ اس حدیث کہ آپ نے فرمایا جس نے میری سنت (طریقہ) چھوڑ دیا وہ ہرگز میری شفاعت نہیں پائے گا)۔

نیز شاہ ولی اللہ نے حجة اللہ البالغة میں آداب الطعام میں ذکر کیا ہے ”فاذا غسل يديه قبل الطعام ونزع النعلين واطمأن في مجلسه واخذه اعتداداً به وذكر اسم الله افيضت عليه البركة (حجة اللہ البالغة ج ۲ ص ۱۸۵) جب (کھانے والا) اپنے ہاتھ کھانے سے پہلے دھو لے اور جوتے نکال کر اطمینان کیساتھ مجلس طعام میں بیٹھ جائے اور اسکو عزت و احترام سے اٹھا کر بسم اللہ الخ پڑھے تو اس کھانے میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ اور بیٹھ کر کھانا افضل ہے۔

ويكره ايضاً مضطجعاً الا فيما يتقل به ولا يكره قائماً لكنه قاعداً افضل (جمع ص ۲۲۸) اور اسی طرح لیٹے ہوئے کھانا مکروہ ہے مگر (جو بطور نقل یعنی تفکدہ وغیرہ کے ہو) اور (اتفاقاً) کھڑے ہو کر کھانا مکروہ نہیں لیکن بیٹھ کر کھانا افضل ہے۔

کھانے میں سنت طریقہ :

کھانے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ کھانے پر جھکاؤ ہو اور کھانے والا اس پر منحنی ہو،

والسنة ان يقعد عند الاكل مائلاً الى الطعام. (جمع ص ۲۲۸)

اس حدیث کا سبب بھی ایک اعرابی کا قصہ ہے، جو ابن ماجہ اور طبرانی میں اسناد حسن کے ساتھ منقول ہے۔ وہ یوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری ہدیہ کی گئی، فجنی علی رکتیہ یا کل، حضور دوزانو بیٹھ کر کھا رہے تھے۔ اعرابی نے یہ دیکھ کر کہا، ماہذہ الجلسة؟ یہ کونسا بیٹھنا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا، ان اللہ جعلنی عبداً کریماً ولم يجعلنی جباراً عنیداً (جمع ص ۲۲۸) مجھے اللہ تعالیٰ نے معزز اور متواضع بندہ بنایا اور نہیں بنایا مغرور سرکش۔

ابن بطال کہتے ہیں کہ آپ نے یہ سب کچھ تواضعاً کیا۔ آپ کا ارشاد ہے، انما

انا عبد اجلس كما يجلس العبدو اكل كما يأكل العبد . میں تو ایک بندہ ہی ہوں اور بندہ جیسے بیٹھتا ہوں اور کھاتا ہوں جیسے ایک بندہ اور غلام کھاتا ہے۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ حاضر خدمت ہوا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ عرض کی حضور! اللہ نے آپ کو اختیار دے دیا ہے، چاہیں تو عبد انبیا بن جائیں اور چاہیں تو ملک انبیا بن جائیں۔

اس وقت حضرت جبرئیل بھی رہنمائی کے لئے موجود تھے۔ فاوما الیہ ان تو اضع قال بل عبد انبیا (جمع ص ۲۲۸) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ عاجزی اور تواضع کو پسند کر حضور نے فرمایا کہ میں بندہ نبی بننا چاہتا ہوں۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں۔ فکانت جلسة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت الاكل کلها ادب و احترام فتارة يجلس على صلور قلميه و تارة يجلس ناصبا رجله اليمنى و جالساً على اليسرى (اتحافات ص ۱۷۵) یعنی آپ کا کھانا کھاتے وقت بیٹھنا سب کا سب ادب و احترام کا طریقہ ہے، کبھی تو آپ دونوں پاؤں کی ہتھیلیوں پر بیٹھتے اور کبھی داہنے پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو لٹا کر اس پر بیٹھ جاتے۔ یہ حدیث بھی اور آنے والی حدیث بھی اگلے باب سے زیادہ موزوں ہے، یہاں زیادہ سے زیادہ یہی توجیہ کی جاسکتی ہے کہ ان الاتکاء مستلزم تکاة . (مواہب ص ۱۱۰) (کہ اتکاء اور تکاء آپس میں لازم ملزوم ہیں)

(۱۲۸/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَحْفَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَكُلُ مُتَكَاً.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبد الرحمن بن مہدی نے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان سے علی بن اقمیر کی وساطت سے پہنچی۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت ابو جحیفہؒ

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں
 کھاتا۔

غرض اتیانِ حدیث :

اس حدیث کے متن میں ”اما انا“ نہیں ہے۔ باقی وہی الفاظ ہیں جو پہلی حدیث
 میں گذر چکے ہیں۔ سند میں بھی فرق ہے۔ غرض گذشتہ حدیث کی تاکید ہے، قال السید
 امیر الدین یظهر الفرق بین الحدیثین باختلاف بعض رجال السند وتغییر یسیر فی
 المتن والغرض تاکید هذا الامر بالنسبة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جمع ص ۲۲۹)
 سید امیر الدین کہتے ہیں کہ ان دو حدیثوں کے درمیان فرق تو سند میں بعض رجال کے
 اختلاف کی وجہ سے ہے اور کچھ معمولی تبدیلی متن میں بھی ہے اور اصل غرض اس امر (یعنی
 نبی کا تکیہ لگائے ہوئے نہ کھانا) کی تاکید بنسبت نبی علیہ السلام کے ہے

(۱۲۹/۵) حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا اسْرَائِيْلُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ
 حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكِنًا عَلَيَّ
 وَسَادَةً قَالَ أَبُو عِيْسَى لَمْ يَذْكُرْ وَكِيعٌ عَلَيَّ يَسَارِهِ هَكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ
 اسْرَائِيْلَ نَحْوِ رِوَايَةِ وَكِيعٍ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى عَلَيَّ يَسَارِهِ إِلَّا مَا رَوَى اسْحَقُ بْنُ
 مَنْصُورٍ عَنْ اسْرَائِيْلَ.

ترجمہ: امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث یوسف بن عیسیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں
 کہ ہم تک یہ روایت وکیع کے ذریعے پہنچی۔ وکیع کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسرائیل نے
 سماک بن حرب کے واسطے سے بیان کی اور انہوں نے جابر بن سمرہ سے یہ حدیث سنی۔ کہتے
 ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

امام ترمذی نے یہاں پر کلام کیا ہے کہ اس روایت میں وکیع نے بائیں جانب کے
 الفاظ ذکر نہیں کئے اور بہت سے لوگوں نے اسرائیل کے ہم معنی روایت ہی بیان کی ہے اور
 ہم اسرائیل سے روایت کرنیوالے اسحاق بن منصور کے سوا کسی ایک راوی کو بھی نہیں جانتے

جس نے بائیں جانب کے الفاظ کہے ہوں۔“

امام ترمذی کا اعتراض :

قال ابو عیسیٰ.... الخ ، امام ترمذی کو باب کی پہلی حدیث کے لفظ علی یسارہ پر اعتراض ہے کہ بغیر اسحاق بن منصور کے کسی بھی دوسرے راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں۔ امام ترمذی کا خیال ہے کہ یہ الفاظ شاید سہواً نقل ہوئے ہیں کہ حضورؐ کا معمول دائیں طرف تکیہ کا تھا۔ امام ترمذی کی بات بھی درست ہے، تاہم شارحین کہتے ہیں کہ علی یسارہ کسی عذر کی بنا پر ہو سکتا ہے۔

ملا علی قاری نے امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ :

”فان كان بالمرء سانع لا يمكن معه من الاكل الامتكتالم يكن في ذلك كراهة ثم ساق عن جماعة من السلف انهم اكلوا كذلك“ (جمع ص ۲۲۸) اگر کسی شخص کو رکاوٹ اور مانع درپیش ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے بغیر تکیہ کے وہ کھانا نہیں کھا سکتا تو پھر تکیہ لگائے کھانے میں کسی قسم کی کراہت نہیں پھر بہت سے اسلاف اور بزرگوں سے تکیہ اگا کر کھانے کا تذکرہ کیا ہے اور اسحاق بھی ثقہ راوی ہیں اور ثقہ کی زیادتی قبول ہوتی ہے۔

وكان الاولى ايراد هذا الطريق عقب طريق اسحق بن منصور اول الباب (اتحافات ص ۱۷۶) اور اچھا یہ ہوتا کہ اس اسناد کے طریق کو مصنف اسحاق بن منصور کے اسناد کے بعد شروع باب میں لاتے۔

بَاب مَا جَاءَ فِي اتِّكَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا لے کر چلنے کے بیان میں

اتکاء: کا معنی سہارا لینا یا سہارا لے کر چلنا۔ اتکاء: وکاء سے ماخوذ ہے، جس سے چیزوں کو باندھا جاتا ہے ”اتکاء“ انسان کی گرنے سے حفاظت اور دوسرے کے سہارے سے چلنے میں مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔

باب تکأة اور باب اتکاء کی غرض انعقاد :

- (۱) اس باب کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عارض یعنی حالت مرض وغیرہ میں کسی صحابی کا سہارا لیکر چلنے کے بیان کی غرض سے انعقاد کیا گیا ہے۔ وبهذا يفهم أن هذا الباب غير الاول۔ اور اس توجیہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ باب پہلے باب سے مغایر ہے۔
- (۲) بعض شارحین کہتے ہیں کہ باب سابق کے انعقاد سے غرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق تکیہ کا بیان ہے اور اس باب میں بیان اتکاء المصدر، دونوں تراجم میں معنی مصدری اور بیان ما اتکئی علیہ جس چیز پر تکیہ کیا جائے کے بیان کے لحاظ سے فرق ہے۔
- (۳) مگر زیادہ راجح توجیہ یہ ہے کہ پہلے ترجمہ الباب میں مطلق و سادہ کا بیان تھا۔ اعم من بیانها و بیان الاتکاء علیها (حاشیہ خصائل) (اس سے عام کہ اسمیں تکیہ یا جس پر تکیہ کیا جائے کا بیان ہو) اور اس ترجمہ الباب سے بیان استناد علی غیر الوسادة من الانسان (مطلق تکیہ کے علاوہ کسی انسان وغیرہ پر سہارا لینا) مقصود ہے۔ یہاں اس باب میں تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کا سہارا لے کر چلنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ دراصل انسان کی کرامت و احترام کی وجہ سے اس کا عدم جواز کا وہم تھا، اس لئے علیحدہ ترجمہ الباب کا

العقاد کیا گیا۔

(۴) باب ہذا میں کیفیتِ فعل کا بیان مقصود ہے، اگرچہ ضمناً مفعول بہ کی کیفیت بھی واضح ہو جاتی ہے، جبکہ ما قبل کے باب میں اصلاً مفعول بہ کی کیفیت کا بیان مقصود تھا، اگرچہ فعل کی کیفیت وہاں ضمناً معلوم ہو جاتی ہے۔

(۱۳۰/۱۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا عَمْرُ بْنُ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَاكِيًا فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلَى أُسَامَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ.

ترجمہ: ”امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کی۔ اُن کے پاس اسے عمرو بن عاصم نے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے روایت کی اور انہوں نے اسے حمید سے اخذ کیا۔ وہ اس حدیث کو خادمِ رسول حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور بیماری میں گھر سے نکلے کہ آپ نے اُسامہؓ کا سہارا لے رکھا تھا۔ اس وقت آپ پر قطر کا ساختہ کپڑا تھا، جس کو آپ نے کندھے پر ڈال رکھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی تشریح باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۶ ص ۵۸) میں کی جا چکی ہے۔ قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ بحث :

اجمالاً تلخیص یہ ہے کہ شاکیا، اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ ضرب یضرب کے باب سے آتا ہے، بمعنی بیمار ہونے کے۔ الشکوی کانت من المرض (اتحافات ص ۱۷۷) بیماری کی وجہ سے شکایت تھی قیل وهذا فی مرض موتہ (جمع ص ۲۳۰) بعض نے کہا کہ یہ واقعہ اور صورت حال مرض موت کے وقت تھی۔

یتوکأ: یہ التوکأ سے مضارع ہے، بمعنی الاتکاء علی الشیء ای یتحامل ویعتمد (جمع ص ۲۳۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تین آدمیوں پر سہارا لیا کرتے تھے۔

ماہتاب نبوت ﷺ کی ضوافشائیاں -----
 حضرت علیؓ، حضرت اسامہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ، رواۃ حضرات کبھی کسی کا ذکر کر دیتے
 ہیں، کبھی کسی کا۔ اس حدیث سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام و اہمیت
 بھی واضح ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ بنا بر ضرورت کسی آدمی کا سہارا لے کر
 چلنا جائز ہے۔

(۱۳۱/۱۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا
 عَطَاءُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَفَّافُ الْحَلَبِيُّ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ
 الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي
 تُوِّفِيَ فِيهِ وَعَلَى رَأْسِهِ عَصَابَةٌ صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا فَضْلُ قُلْتُ لَيْتَكَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَشَدُّ بِهَذِهِ الْعَصَابَةِ رَأْسِي قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ عَلَى كَفِّهِ
 مَنَكِبِي ثُمَّ قَامَ وَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن عبد الرحمن نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ
 کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن مبارک سے پہنچی۔ ان کو یہ روایت عطاء بن مسلم خفاف
 حلبی کے ذریعے ملی۔ ان کو اسے جعفر بن برقان نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ حدیث عطاء
 بن ابی رباح سے اخذ کی، جنہوں نے اسے فضل بن عباسؓ سے روایت کیا۔

فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے
 مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سر مبارک پر اس
 وقت زرد پٹی بندھ رہی تھی۔ میں نے سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے بعد
 ارشاد فرمایا کہ اے فضل! اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو۔ پس میں نے
 تعمیل ارشاد کی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد کو
 تشریف لے گئے۔ اس حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

راویان حدیث (۳۲۲) محمد بن المبارکؒ (۳۲۳) عطاء بن مسلمؒ (۳۲۴) جعفر بن برقانؒ

(۳۲۵) عطاء بن ابی رباحؓ اور (۳۲۶) فضل بن عباسؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ، حدیث کی تشریح :

دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... حضرت فضل بن عباسؓ کہتے ہیں یہ میری اس ملاقات کا واقعہ ہے جب آپؐ مرض الوفا میں تھے.. الخ وعلیٰ راسہ عصابة: (اور اسکے سر پر عصابہ یعنی پٹی یا پگڑی تھی)

عصابة بمعنی پٹی کے یا عمامہ کے ہے، ای خرقۃ او عمامة (جمع ص ۲۳۰)

تاہم حدیث کے اگلے الفاظ اشد بھذا العصابة راسی (کہ اسی پٹی سے میرے سر کو باندھ) عصابة کے خرقہ ہونے کی تائید بلکہ تعین کرتے ہیں۔

صفراء: بمعنی زرد رنگ ہونے، بعض حضرات نے کہا زرد رنگ نہیں تھا، مگر ابتداء میں تیل لگانے اور عصابة کے ملوث ہو جانے کی وجہ سے وہ زرد معلوم ہوتا تھا۔

قال الحنفی لعل صفرتھا لم تکن اصلية بل كانت عارضة من ایام مرضه لا جل عرق وغیره (جمع ص ۲۳۱) حنفیؒ کہتے ہیں کہ اسکا پیلا پن (رنگ) اصلی اور حقیقی نہ تھا بلکہ بیماری کے دنوں میں پسینہ وغیرہ کی وجہ سے عارضی طور پر تھا (جمع ص ۲۳۱)

یہ تو جیہہ تب ہے، جب عصابة بمعنی عمامہ کے ہو اور اگر عصابة بمعنی خرقہ پٹی کے ہو، تو فلا اشکال (جمع ص ۲۳۱) (تو پھر اس کے پیلے ہونے میں کوئی اشکال نہیں) بہر حال اگر واقعہ بھی زرد رنگ ہو، تو چونکہ وہ حرام نہیں، اس لئے اختیار فرمایا۔

شیخ بیجوریؒ فرماتے ہیں: العمامة الصفراء اور العمامة الحمراء اور العمامة السوداء (پیلی پگڑی، سرخ پگڑی، کالی پگڑی)

آپؐ سے ثابت ہیں۔ فالعمامة البيضاء افضل (مواہب ص ۱۱۱) (البتہ سفید پگڑی افضل ہے) (مواہب ص ۱۱۱)

فسلمت: میں نے سلام کیا، پھر مجھے سلام کا جواب دیا گیا، ففی الکلام ایجاز (مناوی ص ۲۳۱)۔ پس یہاں کلام میں اختصار ہے۔ (مناوی ص ۲۳۱)

مسئلہ حاضر و ناظر :

لیک یارسول اللہ: اس سے بعض لوگ ”یارسول اللہ“ سے ندا کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ ندا بطور تعظیم کے تھی۔۔ اس لئے اس کا قائل نہ، تو بدعتی ہے، نہ مشرک ہے، جیسے عام شعراء بھی ندا کرتے ہیں، جو بطور مجاز کے ہوتی ہے۔ جو اخراج الکلام بخلاف مقتضی الظاہر ((یہ از قبیل) اقتضاء ظاہر کے خلاف کلام کو استعمال کرنا) کے مطابق ہوتی ہے، جسے ہم تنزیل الغائب بمنزلة الشاہد (غائب کو بہ منزلہ حاضر کے بنا دینا) بھی کہہ سکتے ہیں، تو یہ گویا اسناد مجازی ہوا۔ اس سے آپ کو حاضر و ناظر ثابت کرنا بے سود ہے۔

اشدد بهذه العصابة راسی۔ (اسی پٹی کیساتھ میرے سر کو باندھ)۔ یہ کمال فی التوکل کے منافی نہیں، کیونکہ یہ بھی معالجہ اور تداوی کی ایک نوع ہے۔ و اظہار الافتقار المسکنة والتبری من الحول والقوة۔ (اور یہ ایک قسم کی محتاجی مسکینی اور زور و قوت کے گھمنڈ نہ ہونے کا اظہار ہے)

فوضع کفہ..... الخ : عند قصد القعود او بعده او عند ارادة القيام وهو الاظہرو قال میرک ای فاتکأ علی وقال الحنفی فوضع کفہ وکان متکئاً (جمع ص ۲۳۱) پھر اپنا ہاتھ مبارک رکھا الخ یعنی بیٹھنے کے ارادہ کی وقت یا الخ کے بعد اور یا کھڑے ہونے کے ارادہ کی وقت اور بظاہر یہی صورت تھی ملا میرک فرماتے ہیں (کہ پھر تو الفاظ فاتکأ علی ہیں) یعنی میرے اوپر سہارا لے کر کھڑے ہوئے۔ اور حنفی کہتے ہیں کہ الفاظ فوضع کفہ وکان متکئاً یعنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور آپ تکبیر کئے ہوئے تھے۔ (جمع ص ۲۳۱) ثم قام (پھر کھڑے ہوئے) یہی موضع استشہاد اور باب اتکاء سے وجہ مناسبت ہے۔

حدیث میں سبق آموز طویل قصہ :

وفی الحدیث قصة: یہ قصہ باب الوفات میں تفصیل سے آرہا ہے۔ علامہ بیجوری

فرماتے ہیں، وہی انہ صعد المنبر و امر ببناء الناس و حمد اللہ و اتنی علیہ و التمس من المسلمین ان یطلبوا امنہ حقوقہم (مواہب ص ۱۱۲) وہ یہ ہے کہ آپ منبر پر چڑھے اور لوگوں کو آواز دے کر بلانے کا حکم کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ تم اپنے حقوق مجھ سے طلب کرو (مواہب ص ۱۱۲)

مجمع الزوائد میں خوب تفصیل سے یہ تمام تر قصہ نقل کر دیا گیا۔ قارئین کے ذوق علم اور شوق مطالعہ کے پیش نظر من و عن نذر قارئین ہے۔

امام ترمذی نے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت فضل فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑا، حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو۔ میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا۔ حضور ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا:

میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا، میری کمر موجود ہے، بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی حملہ کیا ہو، میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو، وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے (بدلہ لینے سے) رسول اللہ کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے نہ میرے لئے موزوں ہے۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے، وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں اللہ جل شانہ کے یہاں بشاشت نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا۔ پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔

چنانچہ اس کے بعد منبر سے اتر آئے۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمے کوئی حق ہو، وہ بھی ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ

کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا میرے تین درہم آپ کے ذمے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں، نہ اس کو قسم دیتا ہوں، لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک سائل ایک دن آپ کے پاس آیا تھا، تو آپ نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ اس کو تین درہم دیدو۔ حضور نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ اس کے تین درہم ادا کرو۔ اُس کے بعد ایک اور صاحب اُٹھے، انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمے تین درہم بیت المال کے ہیں، میں نے خیانت سے لئے تھے۔ حضور نے دریافت فرمایا کیوں خیانت کی تھی۔ عرض کیا میں اس وقت بہت محتاج تھا۔ حضور نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ ان سے وصول کر لو۔

اس کے بعد پھر حضور نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو، وہ بھی دعا کرالے (کہ اب روانگی کا وقت ہے) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، بہت سونے کا مریض ہوں، حضور ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ اس کو سچائی عطا فرما، ایمان (کامل) نصیب فرما اور (زیادتی) نیند کے مرض سے صحت بخش دے۔ اس کے بعد ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو نہ کیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یا عمر! چپ رہو، دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا اللہ اس کو سچائی اور کامل ایمان نصیب فرما اور اس کے احوال کو بہتر فرما دے۔ اُس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجمع سے کوئی بات کہی، جس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں، میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے، جدھر بھی وہ جائیں، ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک اور صاحب اُٹھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بزدل ہوں، سونے کا مریض ہوں۔ حضور ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی۔

حضرت فضلؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی

بہادر نہ تھا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا اور جو جو ارشادات مردوں کے مجمع میں فرمائے تھے۔ یہاں بھی ان کا اعادہ فرمایا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں زبان سے عاجز ہوں، حضور ﷺ نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی (مجمع الزوائد) ان حضرات کا اپنے کو منافق فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اللہ کے خوف سے یہ حضرات بہت زیادہ متصف رہتے تھے۔ اسی غلبہ خوف سے اپنے اوپر نفاق کا شبہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جو با نفاق اہل حق تمام امت میں افضل ہیں۔ یہ شبہ ہو جاتا تھا۔

ابن ابی ملیکہؓ کہتے ہیں کہ میں نے تمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پایا ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے منافق ہونے سے ڈرتا تھا کہ مبادا میں منافق تو نہیں ہوں۔ حضرت حسن بصریؒ جو مشہور اکابر صوفیہ میں ہیں اور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان جو گذر چکے یعنی صحابہ کرامؓ اور وہ مسلمان جو موجود ہیں یعنی بقیہ صحابہ اور تابعین کوئی بھی ان میں ایسا نہیں ہے، جو اپنے نفاق سے نہ ڈرتا ہو اور گذشتہ زمانہ میں اور موجودہ دور میں کوئی بھی منافق ایسا نہیں ہے، جو مطمئن نہ ہو۔ حضرت حسنؓ کا یہ بھی مقولہ ہے جو نفاق سے نہ ڈرتا ہو، وہ منافق ہے۔

ابراہیم تیمیؒ جو فقہاء تابعین میں ہیں، کہتے ہیں کہ جب بھی اپنی بات کو اپنے فعل پر پیش کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ جھوٹ نہ ہو (بخاری شریف، فتح الباری) یہی مطلب ہے، ان سب حضرات کے نفاق سے خوف کا کہ اپنے اعمال کو ہیچ اور کالعدم سمجھتے تھے اور پند و نصیحت وغیرہ احوال کے اعتبار سے یہ ڈر رہتا تھا کہ یہ نفاق نہ بن جائے۔ (خصائل ص ۸۱)

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش



شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک عظیم خوشخبری

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک نادر تحفہ

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قول فیصل، معرکہ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصفہ شہود پر جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1608 ریگزین قیمت : 750 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

توضیح السنن

شرح

آثار السنن للامام النبیویؐ

(دو جلد مکمل)

تصنیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکہ الآراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور اب نئے کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔

صفحات : 1376 ریگزین قیمت : 600 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسر قرآن، شارح حدیث
حضرت العلامة مولانا قاضی محمد زاہد الحسنیؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون و ظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست
کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت
کی جامعیت کا دلچسپ مرقع

صفحات : 458 قیمت : -/180 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلہ نسب، ابتدائی تعلیم، اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترامِ اساتذہ، شیخ الہند سے عشق و محبت اور دورانِ اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہند کا جانشین ☆ سیرت و کردار، اخلاص و للہیت، جود و سخا، بے نیازی و استغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس، درسِ حدیث سے عشق و انہماک، طلبہ پر شفقت و محبت، محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا، تقویٰ، ایثار و توکل، اعلیٰ اخلاقی اقدار، خدمتِ خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت، نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضورِ اقدس ﷺ سے عشق و محبت، اطاعت، اتباع سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی، صبر و تحمل، عفو و کرم اور تواضع و خاکساری ☆ احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمتِ مقام، مرجعیت، محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت، ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع۔

صفحات : 272 قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ و مغفورہ

تحریر!

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز روح پرور اور ایمان افروز داستان عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹرائزڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135 قیمت : 75 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اسلامی آدابِ زندگی

تحریر! محمد منصور الزمان صدیقی

پیش لفظ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات، احادیثِ نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندیِ اخلاق و خصائل، محبت و اطاعتِ رسول، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرقِ باطلہ کا تعاقب، ردِ بدعات، دعوتِ سنت و اتحادِ امت، خدمتِ انسانیت الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل و احکام، سلیس اور با محاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلم اور محسن کتاب، اپنے موضوعات کے سموع، تفہیم و تسہیل، افادیت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 ریگزین قیمت : 350

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ



عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

